3177

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،23۔فروری 2010

تلاوت قرآن پاک وترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سوالات

(محکمہ تحفظ ماحولیات)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

غیر سرکاری ارکان کی کارروائی

(مفاد عامہ سے متعلق قراردادیں)

(مورخہ 16 فروری 2010 کے ایجنڈے سے زیر التواء رکھی گئی قرارداد)

جناب خالد جاوید اصغر گھرال: اس ایوان کی رائے ہے کہ حکومت 25۔ایکڑ تک کے مالک کو زرعی ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دے۔

(موجودہ قراردادیں)

1. محترمہ طلعت یعقوب: اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی حکومت صوبہ پنجاب کے تمام اضلاع میں وومن پولیس سٹیشن جس میں تمام ضروری آفیسرز اور اہلکاران ہوں، قائم کئے جائیں۔

2. محترمہ عارفہ خالد پرویز: اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی حکومت پرائیویٹ سکولوں میں سکیورٹی کے نام پر Transparent bags کی مہنگے داموں غیر قانونی اور ناجائز فروخت کو روکے اور اس سلسلہ میں تمام پرائیویٹ سکولوں کو پابند کیا جائے کہ وہ حکومت سے اجازت لینے کے بعد Transparent bags حکومت کے منظور شدہ ریٹ پر فروخت کریں

نیز صوبائی حکومت اپنے سرکاری سکولوں میں بھی ایسے ہیTransparent bags مفت فراہم کرے تا کہ تمام سکولوں میں بہتر سیکورٹی کابندوبست ہو۔

3178

3. انجینئر شہزاد الہیٰ: یہ ایوان وفاقی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ مکئی کی برآمد پر فوری پابندی لگائے کیونکہ مکئی کی فصل ملکی ضروریات سے 1.2 ملین ٹن کم پیدا ہوئی ہے۔ اگرExport پر پابندی نہ لگائی گئی تو مرغیوں کے لئے فیڈ (Feed) کم بنے گی اور صارفین کو مرغی کا گوشت انتہائی مہنگے داموں ملے گا۔

4. راجہ شوکت عزیز بھٹی: اس ایوان کی رائے ہے کہ پاکستانی کرکٹ کے کھلاڑیوں کو آئی پی ایل (بھارت) نے منتخب نہ کر کے اسلام دشمنی اور ہندوانہ تعصب کا مظاہرہ کیاہے لہذا یہ ایوان اس عزم کا اظہار کرتا ہے کہ آئی پی ایل (بھارت) کے اس غیر مہذب، ناشائستہ، تعصب پر مبنی رویہ کے خلاف پوری پاکستانی قوم کو یکجا ہو کر بھارت کے رویہ کی پُرزور مذمت اور بھارت کی تمام تر مصنوعات کے استعمال کا مکمل بائیکاٹ کرنا چاہیئے۔

5. جناب احمد خان بلوچ: یہ ایوان سمجھتا ہے کہ پرندوں اور جانوروں کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ لڑانا ایک ظالمانہ عمل ہے جس سے جواء کھیلا جاتا ہے اور امن عامہ کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے لہذا اس عمل کو فوری طور پر ممنوع قرار دیا جائے۔

3179

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا سولھواں اجلاس

منگل،23۔فروری2010

(یوم الثلاثہ،8۔ربیع الاول1431ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز،لاہور میں صبح 11بج کر26منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ قاری عبدالماجد نور نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِo

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ
اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۴۰﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾ وَّ
سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ
لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿۴۳﴾
تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚۖ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿۴۴﴾
يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۴۵﴾

سُوْرَةُ الْاَحْزَاب آیات 40تا45

محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں بلکہ اللہ کے پیغمبر اور نبیوں (کی نبوت) کی مہر (یعنی اس کو ختم کر دینے والے) ہیں اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے (40) اے اہل ایمان اللہ کا بہت ذکر کیا کرو (41) اور صبح اور شام اس کی پاکی بیان کرتے رہو (42) وہی تو ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے

اور اس کے فرشتے بھی۔ تاکہ تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے۔اور اللہ مومنوں پر مہربان ہے(43) جس روز وہ اس سے ملیں گے ان کا تحفہ (اللہ کی طرف سے) سلام ہو گا اور اس نے ان کے لئے بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے(44) اے پیغمبر ہم نے تم کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے(45)

وماعلیناالاالبلاغo

نعت رسول مقبول ﷺ سرور حسین نقشبندی نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

پیکر دلربا بن کے آیا، روح ارض و سماء بن کے آیا
سب رسول خدا بن کے آئے وہ حبیب خدا بن کے آیا
تاجداروں نے دی ہے سلامی، بادشاہوں نے کی ہے غلامی
بے مثال اس کا اسم گرامی، مصطفیٰ مجتبیٰ بن کے آیا
دست قدرت نے ایسا سجایا، حسن تخلیق کو رشک آیا
اس کا پایا کسی نے نہ پایا وہ خدا کی رضا بن کے آیا
حضرت آمنہ کا دلارا وہ حلیمہ کی آنکھوں کا تارا
وہ شکستہ دلوں کا سہارا بےکسوں کی دعا بن کے آیا
کیا ظہوری لکھے نعت اس کی، مدح کرتا ہے قرآن جس کی
نعت پڑھتا ہے حسان جس کی، وہ میرا رہنما بن کے آیا

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ آج کے ایجنڈے پر محکمہ تحفظ ماحولیات سے متعلق سوالات پوچھے جائیں گے اور ان کے جوابات دیئے جائیں گے۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔۔۔

جناب سپیکر: جی، تقریر نہیں۔ آپ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں، مہربانی فرمائیں۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! اگر آپ کہتے ہیں تو میں بسم اللہ نہیں پڑھتا۔

جناب سپیکر: آپ ضرور پڑھیں لیکن آپ نے ماحولیات کچھ ایسا بنانا شروع کیا جیسے آپ تقریر کریں گے۔ وہ تو ٹھیک نہیں ہے۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! میں آپ کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہوں۔ میں اپنی بات نہیں کرتا اگر آپ نہیں چاہتے۔

جناب سپیکر: آپ بات ضرور کریں لیکن پوائنٹ آف آرڈر کی بات کریں۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! میں نے ایک ایسی اہم بات کرنی تھی جو آج کل اخبارات کی زینت بن رہی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو انڈیا میں بے حرمتی ہوئی ہے بحیثیت مسلمان ہمارا یہ عقیدہ ہے، ہمارے ایمان کا حصہ ہے کہ انبیاء کرام کے بارے میں جو کچھ وہاں پر ہوا ہے ہم اس کی پُرزور مذمت کرتے ہیں اور آپ کی وساطت سے میں یہ گزارش کروں گا کہ ان کے بارے میں ایک قرارداد مذمت بھی پاس کی جائے۔

جناب سپیکر: اس کا ایک طریق کار ہے اس کے مطابق چلیں۔ آپ کی بہت مہربانی، شکریہ کہ آپ نے نشاندہی کی۔

جناب محمد محسن خان لغاری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب محمد محسن خان لغاری:جناب سپیکر!کل سیکرٹری اریگیشن پنجاب اور سیکرٹری اریگیشن سندھ کا ایک اجلاس ہوا ہے۔ ان دونوں صاحبان نے وہاں پر بیٹھ کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ چشمہ جہلم لنک کینال کو بند کر دیں گے۔ آئین کے اندرCouncil of Common Interest کی provision ہے اور اس میں خاص طور پر آرٹیکل 155 پانی کے معاملات پر ہے۔ یہ ایک آئینی بات تھی جس کو ہم نے Council of Common Interest میں جا کر طے کرنا تھا اور دونوں سیکرٹریز نے آپس میں مل کر یہ بات طے کر لی۔ اس وقت ہمارے Minister Irrigation اور Minister Senior یہاں پر اس House میں یہ یقین دہانی کرا رہے تھے کہ چشمہ جہلم لنک کینال بند نہیں ہوگی۔ وہ شرطیں لگا رہے تھے کہ وہ بند نہیں ہوگی اور اسی وقت Secretary Irrigation پنجاب اور Secretary Irrigation سندھ نے مل کر یہ فیصلہ کر لیا کہ چشمہ جہلم لنک کینال اور اس میں تقریباً چالیس لاکھ ایکڑ رقبہ زیر کاشت آتا ہے جس کے future پر مہر لگا دی اور ان کا بیڑا اغرق کر دیا ہے۔ میری ایک تو بات یہ ہے کہ وزیر موصوف کے اس بیان کے ساتھ ہیSecretary Irrigation یہ فیصلہ کر دے۔۔۔

جناب سپیکر: میرا خیال ہے کہ انتظار کر لیں کیونکہ minister concern ابھی نہیں ہیں۔ مہربانی فرمائیں اور ان کے آنے کا انتظار کر لیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری:جناب سپیکر!گورنمنٹcollectively responsibleہوتی ہے۔

جناب سپیکر:ٹھیک ہے،I agree with you لیکن چونکہ ان کو معاملات کا پتا ہے اس لئے اگر آپ ان کا انتظار کر لیں تو یہ بہتر نہیں ہے؟

جناب محمد محسن خان لغاری:جناب سپیکر!گزارش یہ تھی کہ میں ایکPrivilege Motionلانا چاہتا ہوں اور میری گزارش ہے کہ اس کو آپ out of turnلیں۔Secretary Irrigation وزیر صاحب کے بیان کو اسی وقت negate کر رہا ہے یا تو ہمارےSecretary Irrigationزیادہ طاقتور ہیں اور اگر ایسا ہے تو یہ بھی مناسب بات نہیں ہے۔ یہ ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے اس اسمبلی کا مقصدquestion پوچھنا، بحث کرنا اور ان ساروں کے ساتھ ساتھ اس کا ایک مقصد oversight ہے اور یہ حکومت پنجاب کی پالیسی بنانے والا ایوان ہے اس ایوان نے یہاں پر policies بنائی ہیں اور افسروں نے اس

کو implement کرنا ہے۔ جب ایوان کے اندر وزیر یہ کہتا ہے کہ یہ چیز نہیں ہو گی اور اسی وقت سیکرٹری وہاں پر فیصلہ کر دیتا ہے کہ یہ چیز ہو گی تو مجھے بتائیں کہ ہمارا استحقاق مجروح ہوا ہے یا نہیں؟میری یہ ذاتی بات نہیں ہے اور صرف محسن لغاری کا استحقاق مجروح نہیں ہوا بلکہ پورے ایوان کا مذاق اڑایا گیا ہے۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر!لغاری صاحب کی بات کے حوالے سے میں نے بھی یہ خبر سنی ہے کہ اس میں ارسا کے نمائندے نے پریس کانفرنس کی ہے کہ ہم چشمہ جہلم لنک کینال کو بند کر رہے ہیں اور جو دونوں صوبوں کے سیکرٹری اور ٹیکنیکل کمیٹی بیٹھی ہے انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ crops seasoning کے مطابق ہم پانی دیں گے اور جو جنوبی پنجاب کا پانی تھا وہ تقریباً 50 ملین ایکڑ فٹ پانی دے دیا۔ میں تھوڑی سی لغاری صاحب کی correction کرنا چاہتا ہوں کہ جب منسٹر راجہ ریاض صاحب نے یہ کہا تھا کہ اگر اس ٹائم چشمہ جہلم لنک کینال بند ہو تو میں ہر چیز کا خمیازہ اٹھانے کے لئے تیار ہوں تو اس وقت واقعی چشمہ جہلم لنک کینال چل رہی تھی۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر!میرے بھائی کو یہ پتا ہی نہیں ہے کہ 50 ملین ایکڑ مکعب فٹ پانی ٹوٹل نہیں ہے تو جنوبی پنجاب کو کہاں سے دے دیا گیا؟ مجھے حیرانی ہوتی ہے کہ جب لوگ ایسی statement دیتے ہیں اور پورا پانی اتنا ہے ہی نہیں جس کی وہ بات کر رہے ہیں اور مجھے نہیں پتا کہ انہوں نے یہ کہاں سے پانی دیا ہے؟ شاید انہوں نے جو خبر پڑھی ہے انہیں اس خبر کی سمجھ ہی نہیں آئی،اس میں مجھے حیرانی ہوتی ہے جب یہ اس قسم کی بات کرتے ہیں۔

جناب سپیکر!جتنا بھی پانی دیا گیا ہے اور جو بھی بات ہوئی،حقیقت یہ ہے کہ اس صوبے کے فیصلے سیکرٹری اریگیشن نے بیٹھ کر کئے ہیں جو کہ کابینہ کو کرنے چاہئیں،وزیراعلیٰ کو کرنے چاہئیں اور اس ایوان میں discuss ہونے چاہئیں۔یہ اصل point of order ہے۔ I think this is out of order

جناب سپیکر: دیکھیں!جب منسٹر صاحب تشریف لائیں گے تو ان سے یہ بات پوچھی جاسکتی ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب!اگر وہ آج نہ آئیں؟

جناب سپیکر:میری بات سنیں کہ اگر پنجاب گورنمنٹ نے سیکرٹری صاحب کو authorized کیا ہے تو پھر جو انہوں نے کیا ہے وہ ٹھیک کیا ہو گا۔

جناب محمد محسن خان لغاری:جناب سپیکر!کیاوزیر صاحبauthorized نہیں ہیں، سیکرٹری صاحبauthorizedہیں،وزیر کو اسloopمیں نہیں لایا گیا،اگر آج وزیر صاحب نہیں آتے تو؟

جناب سپیکر:دیکھیں!اگر منسٹر صاحب یا پنجاب گورنمنٹ نے authorize کیا ہو گا تو جواب وہی دے پائیں گے۔

جناب محمد محسن خان لغاری:جناب سپیکر!میری آپ سے گزارش یہ ہے کہ وزیر صاحب جب یہاں پر ہوتے ہیں تو وہ جس قسم کے جوابات دیتے وہ آپ بھی اور یہ سارا ایوان بھی جانتا ہے۔

جناب سپیکر:جی، نہیں۔ایسی بات مناسب نہیں ہے، آپ ایسانہ کریں اور تشریف رکھیں۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ:جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر:جی، آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ:جناب سپیکر:اہم مسئلہ ہے اور آپ مجھے صرف دو منٹ دے دیں۔

MR. SPEAKER: Let's proceed further.

جی،سب کے مسئلے اہم ہیں، کون ہے جس کا مسئلہ اہم نہ ہو، آپ ذرا تشریف رکھیں گی؟ مجھے ایجنڈے کے مطابق چلنے دیں۔میاں نصیر احمد صاحب آپ کا سوال ہے۔

پوائنٹ آف آرڈر

''خبریں'' اخبار کے رپورٹر کی ڈیمانڈ پوری نہ کرنے پر جھوٹی خبر کی اشاعت سے معزز رکن اسمبلی کی سیاسی ساکھ کو نقصان پہنچانے کی کوشش

میاں نصیر احمد:پوائنٹ آف آرڈر۔جناب سپیکر!اس سوال پر جانے سے پہلے میں یہاں پر ایک point of personal explanationدینا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: چلیں!جی،پوائنٹ آف آرڈر لے لیں آپ کے سوالات ہیں ،بھائی!مجھے اس پر کیا اعتراض ہے؟

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر!میڈیا جو پاکستان کے اندر،پنجاب کے اندر،عوام کے لئے، حقائق کو جاننے کے لئے اور بر وقت اطلاعات حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔اس میں کام کرنے والے تمام صحافی بھائی جو دن رات اپنے اپنے ادارے کے لئے محنت کرتے ہیں اور قلم سے اپنے اور اپنے بچوں کے لئے روزی روٹی بھی کماتے ہیں، جب بھی پاکستان میں کوئی مشکل وقت آیا ہے ان صحافی بھائیوں نے چاہے وہ آمریت کا دور ہو یا چاہے پاکستان میں عدلیہ کی بحالی کا مسئلہ ہو انہوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔(شوروغل)

MR. SPEAKER: Order please, order please, I say order.

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر!آج بھی اس مقدس شعبہ کے اندر ایک یا دو فیصد ایسے لوگ موجود ہیں جو اس پورے مقدس پیشے کو بدنام کرتے ہیں۔چند دن پہلے "خبریں" اخبار کے ایک رپورٹر نے مجھ سے اپنی ذاتی ڈیمانڈ کی اور blackmail کرنے کی کوشش کی ،میرا سخت جواب سننے کے بعد مورخہ 20 تاریخ کو انہوں نے اخبار کے اندر ایک انتہائی شرمناک اور بے بنیاد خبر میرے ساتھ جوڑ کر لگا دی۔اس کے بعد دوبارہ مجھے انہوں نے اپنی demand دی جس کا میں نے ان کو بڑی سختی کے ساتھ جواب دیا،اس کے بعد اسی اخبار نے آج پھر ایک دفعہ مجھے بدنام کرنے کی بے بنیاد اور صریحاً بالکل سو فیصد جھوٹی خبر اخبار کے اندر لگا دی ہے۔میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس طرح کے صحافی اس مقدس شعبہ کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔میں اس پر بھرپور احتجاج کرتا ہوں اور آپ سے التجاء بھی کرتا ہوں کہ اس طرح کی جو جھوٹی خبریں انہوں نے میرے خلاف لگائی ہیں اور یقیناً نہ صرف مجھے بلکہ اور بھی ایم پی ایز اور اس سے متعلقہ لوگوں کو بلیک میل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔میں اس پر احتجاج کرتا ہوں اور آپ سے اجازت چاہتا ہوں کہ مجھے Privilege Motion لانے کی اجازت دی جائے۔

سوالات

(محکمہ تحفظ ماحولیات)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

جناب سپیکر: جی، آپ تشریف رکھیں۔ ہم پریس والوں کا بے حد احترام کرتے ہیں تو ایسی خبر جس کی بنیاد کوئی نہ ہو وہ اگر اخبارات میں شائع کرتے ہیں اور اس ایوان کے کسی معزز رکن سے منسوب کرتے ہیں تو متعلقہ ان کے جو ایڈیٹر صاحبان ہیں یا جو بھی ان کے مالکان ہیں میں ان سے گزارش کروں گا کہ اس قسم کی کارروائی زرد صحافت میں آتی ہے تو صحافت کو بدنام کرنے والوں کے خلاف نوٹس لیا جائے اور متعلقہ اخبارات اپنے ان اشخاص کے خلاف جنہوں نے یہ بے بنیاد خبر دی ہے اس کا نوٹس لینا چاہیے۔ جی، پہلا سوال میاں نصیر احمد صاحب کا ہے۔ میاں صاحب سوال کا نمبر پکاریں۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! شکریہ۔ میرا سوال نمبر 160 ہے۔ اس کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اسے پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لاہور شہر میں بسوں / ویگنوں کے دھوئیں سے آلودگی کا مسئلہ و دیگر تفصیل

*160: میاں نصیر احمد: کیا وزیر تحفظ ماحولیات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ لاہور شہر میں اربن ٹرانسپورٹ کی بسوں اور ویگنوں کا سالانہ چیک اپ ہوتا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ سالانہ چیک اپ کے باوجود اربن ٹرانسپورٹ کی بسیں اور ویگنیں دھواں چھوڑتی ہیں اور ماحولیات کو آلودہ کرتی ہیں؟

(ج) کیا محکمہ ان دھواں چھوڑنے والی بسوں اور ویگنوں کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، نیز اگر کوئی کارروائی کی جاتی ہے تو اس کی تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی):

(الف) ہاں! یہ درست ہے کہ لاہور شہر میں اربن ٹرانسپورٹ کی بسوں اور ویگنوں بشمول دیگر کمرشل گاڑیوں کا سالانہ چیک اپ محکمہ ٹرانسپورٹ کی زیر نگرانی ہوتا ہے۔ موٹر وہیکل

ایگزامینر ضلعی سطح پر نئی گاڑیوں کو ایک سال کے لئے اور پرانی گاڑیوں کو چھ ماہ کے لئے فٹنس سرٹیفکیٹ جاری کرتے ہیں۔

(ب) جی ہاں! یہ بھی درست ہے کہ چیک اپ اور فٹنس سرٹیفکیٹ کے باوجود اربن ٹرانسپورٹ / پبلک ٹرانسپورٹ کی کافی گاڑیاں شہر میں دھوئیں اور ماحولیاتی آلودگی کا باعث بن رہی ہیں جس کی بڑی وجہ بروقت ٹیوننگ نہ کرانا، اور فلٹر کی صفائی و تبدیلی اور اوورلوڈنگ ہے۔

(ج) محکمہ ماحولیات، محکمہ ٹرانسپورٹ اور سٹی ٹریفک پولیس لاہور مختلف اوقات میں دھواں چھوڑنے والی گاڑیوں، بشمول بسوں اور ویگنوں کے خلاف مہمات چلاتے رہتے ہیں۔اس ضمن میں عرض ہے کہ محکمہ تحفظ ماحولیات اور سٹی ٹریفک پولیس نے سال2007 کے دوران 3034 آلودگی پیدا کرنے والی گاڑیوں کے چالان کئے۔ مزید برآں محکمہ تحفظ ماحولیات اور سٹی ٹریفک پولیس نے 4۔جون2008 سے دھواں چھوڑنے والی ہر قسم کی گاڑیوں کے خلاف مشترکہ مہم شروع کر رکھی ہے۔اس مہم کے دوران 12۔جون2008 تک 1196 دھواں دینے والی گاڑیوں کے چالان کئے جا چکے ہیں۔(تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)اور یہ مہم غیر معینہ مدت کے لئے جاری رہے گی تاکہ شہری ہوا کی کوالٹی بہتر ہو سکے۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر!اس کے الف(جز) میں میرا ضمنی سوال یہ بنتا ہے کہ یہ جو بار بار اس سے پہلے بھی سوالات آئے اور اس کے بعد بھی جو سوالات آرہے ہیں یہ Fitness Certificate کے متعلق ہیں اس میں یہ بتایا جائے کہ یہ Fitness Certificate اور گاڑیوں کی fitness سے کیا مراد ہے اور دوسرا یہ کہ ان کے پاس پچھلے سال ہزاروں گاڑیاں Fitness Certificate کے لئے یقیناً آئی ہوں گی تو کتنی ایسی گاڑیاں ہیں جن کو انہوں نے یہ certificates نہیں دیئے؟

جناب سپیکر: جی، سردار صاحب! سن لیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات(سردار محمد ایوب خان گادھی): جناب سپیکر! جو Fitness Certificate ہوتا ہے یہ موٹر وہیکل ایگزامینر جو کہ محکمہ ٹرانسپورٹ کے under ہوتا

ہے وہ جاری کرتا ہے اور ہر ضلع میں ایک موٹر وہیکل ایگزامینر ہوتا ہے جو کہ ہر نئی گاڑی کو ایک سال کے بعد Fitness Certificate جاری کرتا ہے اور جو پرانی گاڑیاں ہیں ان کو after six month جاری کیا جاتا ہے۔ اس میں اس کی جو انہوں نے تعداد پوچھی ہے تو یہ تعداد محکمہ ٹرانسپورٹ سے لینی پڑے گی، یہ اگر کوئی اور Fresh Question کریں جو کہ محکمہ ٹرانسپورٹ کو جائے گا وہی تعداد بتا سکتے ہیں، محکمہ تحفظ ماحولیات کا Fitness Certificate سے کوئی تعلق نہ ہے اور موٹر وہیکل ایگزامینر بھی محکمہ ٹرانسپورٹ کے under ہے اور وہی Fitness Certificate جاری کرتے ہیں، محکمہ تحفظ ماحولیات نہیں کرتا۔

جناب سپیکر: جی، بقول ان کے سوال غیر متعلقہ ہو گیا ہے۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! میں نے یہ پوچھا ہے کہ یہ جو Fitness Certificate جاری کرتے ہیں وہ fitness کیا ہوتی ہے، مجھے صرف اس کی وضاحت کر دیں کیونکہ کافی سارے سوالات ان کے متعلق آ چکے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی): جناب سپیکر! جو Fitness Certificate ہوتا ہے وہ اس چیز کا دیا جاتا ہے کہ گاڑی دھواں نہیں چھوڑ رہی، آلودگی نہیں پھیلا رہی اور اس کا انجن ٹھیک ہے لیکن اس میں مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ جب ایک دفعہ Fitness Certificate گاڑی لے کر نکلتی ہے تو اس کے بعد بھی اگر tuning خراب ہو جائے اور اس کا filter وقت پر تبدیل نہ ہو تو پھر گاڑیاں دھواں چھوڑنا شروع کر دیتی ہیں تو اس لئے جو پرانی گاڑیاں ہیں ان کے Certificate Fitness کی میعاد چھ ماہ رکھی گئی ہے اور نئی کی ایک سال ہے۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے جو Fitness Certificate کی definition بتائی ہے اور یہاں لکھی بھی ہوئی ہے کہ بروقت tuning کرانا اور filter تبدیل کرنا بتائی گئی ہے۔ میں اس حوالے سے بڑی اہم بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ ضمنی سوال کریں، آپ اہم باتیں تو بہت کرتے ہیں۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! میں ضمنی سوال ہی کرنے لگا ہوں کہ یہ جو fitness کا معیار ہے اور جو آج سے کئی سال پہلے بنایا گیا تھا آج بھی اگر ہم دیکھیں تو پنجاب میں روڈ پر اگر کوئی ٹرک چلتا ہے تو اس میں انجن بس کا ہے اور اگر بس چلتی ہے تو انجن ٹرک کا ہے، بس پر ٹرک کی باڈی رکھ دی گئی ہے اور ٹرک پر بس کی باڈی رکھ دی گئی ہے۔ کل میرے حلقے میں دو نو عمر بھائیوں کی death اس وجہ سے ہوئی ہے کہ انہیں ایک بڑے ٹرک نے کچل دیا ہے ۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ Fitness Certificate جو صرف انجن کو دیکھ کر دیا جاتا ہے یہی سب سے بڑا ظلم ہے کہ اس گاڑی کے Fitness میں اس کی brakes بھی آتی ہیں، اس کی loading capacity بھی آتی ہے، اس کے indicators and mirrors بھی آتے ہیں۔ میں یہاں پر یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ آج پنجاب کی سڑکوں پر 90 فیصد حادثات جو پبلک ٹرانسپورٹ کی وجہ سے ہوتے ہیں اس کی بنیادی وجہ یہ certificate ہے جو صرف دھویں کی بنیاد پر دیا جاتا ہے۔ یہ نہیں دیکھا جاتا کہ گاڑی تیس سال پرانی ہے، بیس سال پرانی ہے یا دس سال پرانی ہے۔ میرا ان سے سوال یہ ہے کہ وہ ہزارہا گاڑیاں جو Fitness certificate نہیں لیتیں یہ ان کا کیا کرتے ہیں؟

جناب سپیکر: آپ کو ماحولیات سے متعلق سوال کرنا چاہئے۔ وہ ماحولیات کے متعلق ہی آپ کو کچھ جواب دے پائیں گے۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! ماحولیات سے متعلقہ ہی ضمنی سوال کیا ہے۔ جب ایک گاڑی overcapacity ہوتی ہے، جب اس کی physical fitness برقرار نہیں رہتی تو ماحولیات والے وہ ہزاروں گاڑیاں جو Fitness Certificate نہیں لیتیں ان کا کیا کرتے ہیں؟

جناب سپیکر: صرف دھواں ان کے کنٹرول کی بات ہے جو brake ہے وہ شاید ان کے کنٹرول میں نہ ہو۔

میاں نصیر احمد: میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ایک گاڑی میں دھویں کے علاوہ بھی بہت مسائل ہوتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی): جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ محکمہ تحفظ ماحولیات کا Protection Act کے تحت regulatory role ہے، یہ مختلف departments کے ساتھ interlinked ہے۔ ٹرانسپورٹ کے مسئلہ میں یہ محکمہ ٹرانسپورٹ کے ساتھ اور ٹریفک پولیس کے ساتھ interlinked ہے، اسی طرح صفائی کے مسئلہ میں یہ لوکل گورنمنٹ کے ساتھ interlinked ہے۔ Vehicle Examiner کا main کام جو یہ بتارہے ہیں وہ محکمہ ٹرانسپورٹ کے under ہے اور وہ Vehicle Examiner Act کے تحت ان کی Check Fitness کرتے ہیں۔ اس کا تحفظ ماحولیات کے ساتھ تعلق ہی نہیں ہے میں کس طرح جواب دوں؟ گزارش یہ ہے کہ یہ اس حوالے سے fresh question کریں جو ٹرانسپورٹ کو جائے اور وہ جواب دیں۔

جناب سپیکر: جی، متعلقہ محکمہ اس کا جواب دے گا۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! سوال ماحولیات کا ہے کہ وہ گاڑیاں جو ماحولیاتی آلودگی کا باعث بنتی ہیں اور Fitness Certificate نہیں لیتیں یہ ڈیپارٹمنٹ ان کا کیا کرتا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی): جناب سپیکر! لاہور میں چھ موبائل ٹیمیں بنائی گئی ہیں جو گاڑیاں دھواں دیتی ہیں یا noise pollution کا سبب بنتی ہیں ان کے daily basis پر چالان ہوتے ہیں اور میرے پاس پچھلے سال کا data موجود ہے جس میں تقریباً 32 لاکھ روپے چالان کی صورت میں گورنمنٹ کے خزانے میں جمع کروائے گئے ہیں۔ ڈیپارٹمنٹ اپنا کام کررہا ہے، جو گاڑیاں ان کو نظر آتی ہیں کہ وہ دھواں دیتی ہیں ان کے چالان کاٹے جارہے ہیں لیکن اس کے باوجود اگر کوئی examiner report نہیں لیتا تو وہ محکمہ ٹرانسپورٹ کا کام ہے، اس کا تحفظ ماحولیات سے کوئی تعلق نہیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں ضمنی سوال کرنا چاہتی ہوں۔

جناب سپیکر: جی، ادھر سے ایک اور ضمنی سوال آگیا۔ ذرا غور سے سُنیئے گا۔

محترمہ سیمل کامران: شکریہ۔ جناب سپیکر! اس میں انہوں نے Fitness Certificate کا بتایا ہے کہ Motor Vehicle Examiner اس کو check کرتا ہے تو میں Honourable Minister صاحب

سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ یہ Fitness Certificate کسی پیپر کی شکل میں ہوتا ہے یا کسی اور form میں ہوتا ہے۔اس کو روڈ پر جب examiner check کر رہا ہوتا ہے تو وہ کس طرح سے check کرتا ہے کیونکہ اگر یہ کاغذ کے اوپر ہے تو وہ گاڑی والا ہر وقت تو اس کو ساتھ لے کر نہیں چلتا ہوگا۔ ذرا اس کی وضاحت فرمادیں کہ یہ Fitness Certificate کس form میں ہوتا ہے؟شکریہ

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی): جناب سپیکر!گزارش یہ ہے کہ یہ Fresh Question کریں۔میں نے پہلے بھی گزارش کی ہے کہ Certificate Fitness کا تعلق محکمہ ٹرانسپورٹ سے ہے۔محکمہ ٹرانسپورٹ کا Certificate Examiner Fitness دیتا ہے۔ تحفظ ماحولیات کے بارے میں اگر یہ سوال کریں تو اس کا میں جواب دینے کے لئے تیار ہوں۔

جناب سپیکر: نہیں،وہ آپ سے تحفظ ماحولیات کے عملہ کے بارے میں پوچھ رہی ہیں کہ وہ کوئی Fitness Certificate دیتے ہیں کہ یہ گاڑی دھواں نہیں چھوڑتی،اس طرح کا کوئی Fitness Certificate آپ جاری کرتے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی): جناب سپیکر!ہمارا محکمہ تو روڈ پر جا کر on the spot checking کرتا ہے۔اس میں جو گاڑی ان کو دھواں دیتی ہوئی نظر آتی ہے، ان کے پاس ایک smoke meter ہوتا ہے اور ٹریفک کا عملہ ساتھ ہوتا ہے،وہ meter smoke سے judge کرتے ہیں۔اگر کوئی گاڑی ایک خاص limit سے اوپر دھواں دے رہی ہو تو اس کا چالان کرتے ہیں۔باقی جو Fitness Certificate کی بات ہے یہ ایک prescribed form پر ہوتا ہوگا،لازمی بات ہے کہ سادہ کاغذ پر تو نہیں ہوتا ہوگا،وہ محکمہ ٹرانسپورٹ کا کام ہے،اس سے ہمارا کام ہی نہیں ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر!میں نے ان سے یہ گزارش کی تھی،انہوں نے خود agree کیا ہے کہ ان کا عملہ check کرتا ہے،ان کے پاس smoke meter ہوتا ہے۔وہ جب meter smoke سے دھواں check کرتا ہے تو وہ definitely fitness certificate بھی مانگتا ہوگا کیونکہ آج کل ہر چار گاڑیوں میں سے تین دھواں دیتی ہیں۔میں ان کی information کے لئے یہ کہنا چاہوں گی کہ وہ کاغذ پر نہیں ہوتا ہوگا۔وہ ہر گاڑی کے اوپر کندہ ہوتا ہے۔اگر پارلیمانی سیکرٹری صاحب کو بھی پتا ہو تو یہ

اپنے عملہ کو بتا سکتے ہیں۔ یہاں پر زیادہ تر گاڑیاں دھواں دیتی ہیں۔اس کے باوجود وہ سڑکوں پر چل رہی ہیں اور ان کو کوئی check نہیں کرتا۔جب ان لوگوں کو ہی نہیں پتا جن کے عملے نے جا کر ان گاڑیوں کو identify کرنا ہے، smoke meter enough نہیں ہے، وہ Fitness Certificate ہر گاڑی کے اوپر کندہ ہوتا ہے۔مہربانی کر کے Hon'able پارلیمانی سیکرٹری صاحب بھی اپنی information میں اضافہ کر لیں اور اپنے عملہ کو بھی بتا دیں، اسی لئے گاڑیاں نہیں پکڑی جاتی ہیں۔ شکریہ

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی): جناب سپیکر! بہت خوبصورت question ہے لیکن fresh question ہے۔یہ fresh question کر دیں۔

جناب سپیکر: جی، next question آمنہ اُلفت صاحبہ کا ہے۔

محترمہ آمنہ اُلفت: جناب سپیکر! سوال نمبر 177 ہے۔

جناب سپیکر: اس کو پڑھا ہوا تصور کریں یا نہ کریں؟

محترمہ آمنہ اُلفت: جی، اس کو بالکل پڑھا ہوا تصور کریں۔

لاہور شہر میں دھواں چھوڑنے والی گاڑیوں کے خلاف اقدامات کی تفصیل

*177: **محترمہ آمنہ الفت:** کیا وزیر تحفظ ماحولیات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ لاہور شہر میں دھواں چھوڑنے والی گاڑیوں کی بہتات ہے، جس کی وجہ سے عوام میں ذہنی اور جسمانی بیماریاں بڑھ رہی ہیں؟

(ب) ان دھواں چھوڑنے والی گاڑیوں کے خلاف حکومت کیا اقدامات اٹھا رہی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی):

(الف) یہ درست ہے کہ لاہور شہر میں گاڑیوں کی بہتات ہے جس کے باعث دھواں دینے والی گاڑیوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ تاہم شہریوں میں ذہنی اور جسمانی بیماریوں کے بڑھنے کی دیگر طبی وجوہات کے علاوہ ایک وجہ فضائی آلودگی بھی ہو سکتی ہے۔

(ب) محکمہ تحفظ ماحولیات محکمہ ٹرانسپورٹ اور سٹی ٹریفک پولیس لاہور مختلف اوقات میں دھواں چھوڑنے والی گاڑیوں، بشمول بسوں اور ویگنوں کے خلاف مہمات چلاتے رہتے ہیں۔ اس ضمن میں عرض ہے کہ محکمہ تحفظ ماحولیات اور سٹی ٹریفک پولیس نے سال 2007 کے دوران3034 آلودگی پیدا کرنے والی گاڑیوں کے چالان کئے۔ مزید برآں محکمہ تحفظ ماحولیات اور سٹی ٹریفک پولیس نے 4۔جون2008 سے دھواں چھوڑنے والی ہر قسم کی گاڑیوں کے خلاف مشترکہ مہم شروع کر رکھی ہے۔اس مہم کے دوران 12۔جون 2008 تک1196 دھواں دینے والی گاڑیوں کے چالان کئے جا چکے ہیں۔(تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)اور یہ مہم غیر معینہ مدت کے لئے جاری رہے گی تا کہ شہری ہوا کی کوالٹی بہتر ہو سکے

جناب سپیکر: جی، کوئی ضمنی سوال؟

محترمہ آمنہ اُلفت: جناب سپیکر! یہ سوال تقریباً میاں نصیر صاحب کے سوال سے ملتا جلتا ہے۔ اس کے جز(الف) میں محکمہ کی طرف سے جواب آیا ہے کہ "تاہم شہریوں میں ذہنی اور جسمانی بیماریوں کے بڑھنے کی دیگر طبی وجوہات کے علاوہ ایک وجہ فضائی آلودگی بھی ہو سکتی ہے۔" میں یہ کہتی ہوں کہ ہو نہیں سکتی بلکہ ایسا ہے اور محکمہ نے جواب میں لکھا ہے کہ "محکمہ تحفظ ماحولیات اور سٹی ٹریفک پولیس نے سال میں جو چالان کئے ہیں وہ روزانہ آٹھ گاڑیوں کا چالان کرتے ہیں۔" میرا وزیر موصوف سے سوال یہ ہے کہ کروڑوں کی آبادی میں لاکھوں گاڑیوں کی موجودگی میں جہاں ہر دس گاڑیوں میں سے پانچ گاڑیاں تو definitely دھواں دیتی ہیں تو اس میں صرف یہ 8 گاڑیوں کا روزانہ چالان کر رہے ہیں، کیا یہ تعداد کافی ہے اور اس سے فضائی آلودگی کنٹرول ہو سکتی ہے؟ میرا یہ پہلا سوال ہے دوسرا میں بعد میں کرتی ہوں۔

جناب سپیکر: جی، دوسرا بعد میں کر لیں۔ جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی): جناب سپیکر! مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ اس میں کہاں یہ لکھا ہوا ہے کہ روزانہ آٹھ گاڑیوں کے چالان کاٹے جاتے ہیں؟

محترمہ آمنہ اُلفت: جناب سپیکر !انہوں نے خود لکھ کر دیا ہے، محکمہ نے جواب دیا ہے کہ آٹھ گاڑیوں کا روزانہ چالان کیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: اس سوال کے جواب میں لکھا ہوا ہے؟

محترمہ آمنہ اُلفت: جناب سپیکر !میرے محترم بھائی کہہ رہے ہیں کہ مجھے سمجھ نہیں آ رہی۔ میں ابھی بتاتی ہوں کہ کہاں لکھا ہوا ہے۔ یہ لکھا ہوا ہے کہ "سٹی ٹریفک پولیس نے سال 2007 کے دوران 3034 گاڑیوں کا ایک سال میں چالان کیا۔" ان 3034 گاڑیوں کو اگر 12 پر تقسیم کریں تو آپ کو 252 جواب ملے گا۔252 کو 30 پر تقسیم کریں تو جواب آئے گا 8 گاڑیاں روزانہ۔ ان کا حساب کمزور ہے۔

جناب سپیکر: جی، انہوں نے calculation کی ہے۔

محترمہ آمنہ اُلفت: جناب سپیکر! کیا کروڑوں کی آبادی میں لاکھوں گاڑیوں کی موجودگی میں فضائی آلودگی کو کنٹرول کرنے کے لئے آٹھ گاڑیوں کے چالان کافی ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی): جناب سپیکر !یہ کوئی فارمولہ تو نہیں ہے کہ روزانہ آٹھ گاڑیوں کا ہی چالان ہونا ہے، کبھی زیادہ ہو سکتی ہیں اور کبھی کم ہو سکتی ہیں۔

محترمہ آمنہ اُلفت: اب آپ اپنے جواب کو خود deny کر رہے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی): میڈم ایک منٹ۔ kindly میرا جواب مکمل ہونے دیں۔ بات یہ ہے کہ واقعی لاہور شہر میں جہاں پر بہت زیادہ ٹریفک ہے سڑکیں چھوٹی ہو چکی ہیں گاڑیاں بہت زیادہ ہو چکی ہیں، specially پبلک ٹرانسپورٹ میں پرانی گاڑیاں ہیں جن میں سے کافی گاڑیاں دھواں دیتی ہیں اس کے لئے ابھی گورنمنٹ نے Transport Lahore Authority بنائی ہے جو کہ اس پر کام کر رہی ہے کہ پرانی گاڑیوں کو replace کیا جائے اور نئی گاڑیوں کو لایا جائے لیکن یہ کام ایک دن میں نہیں ہوتا۔ پھر یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ہر گاڑی کا ہم چالان کر کے اس کو تھانے میں بند کر دیں اس طرح ٹریفک کے بہت زیادہ مسائل پیدا ہوں گے۔ غریب لوگ بھی

ہیں ہر کوئی اپنی گاڑی پر تو سفر نہیں کرتا اس نے پبلک ٹرانسپورٹ پر سفر کرنا ہے اور اس لئے ساری گاڑیوں کو بند بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے باوجود محکمہ اپنی طرف سے پوری کوشش کر رہا ہے، جو گاڑیاں زیادہ دھواں دیتی ہیں ان کے چالان کاٹے جا رہے ہیں اس کے علاوہ Lahore Transport Authority نے recently 14۔ جنوری کو Japan International Co-operation Agency (JICA) کے ساتھ معاہدہ کیا ہے جو کہ feasibility report بنا رہے ہیں اور ان کو پندرہ مہینوں کا ٹائم دیا گیا ہے اس کے بعد انہوں نے ایک رپورٹ دینی ہے کہ لاہور میں 2030 تک کتنی ٹریفک ہو گی اور اس کی کس طرح سے سڑکیں چوڑی کی جائیں گی، محکمہ اس پر کام کر رہا ہے۔ آپ یہ بھی دیکھیں کہ محکمہ 1997 میں بنا ہے اور اس محکمے کا اب تک جو ایکٹ بنا ہے اس کے rules ابھی تک notify نہیں ہوئے جو کہ وفاقی حکومت نے کرنے ہیں۔ پنجاب حکومت کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کافی problems ہیں، ہم ان کو solve کر رہے ہیں، جونہی اس کی feasibility report آئے گی ٹریفک کے حالات بھی بہتر ہو جائیں گے۔

جناب سپیکر: اگلا ضمنی سوال۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب والا! محکمے نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ لوگ فضائی آلودگی سے بیمار ہو رہے ہیں اور میرے بھائی محترم نے بھی اس چیز کو۔۔۔

جناب سپیکر: آپ ضمنی سوال کریں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب والا! اسی کے متعلق ضمنی سوال کرنے لگی ہوں۔

جناب سپیکر: یعنی sequence۔

محترمہ آمنہ الفت: بالکل۔ جناب! relevant سوال ہو گا۔ انہوں نے بھی اعتراف کر لیا ہے کہ ہر گاڑی کا چالان نہیں کیا جا سکتا۔ میرا point بھی یہ ہے کہ یہ ایک گھمبیر مسئلہ ہے، لوگوں کی صحت خراب ہو رہی ہے، لوگ دن رات ٹریفک کے مسائل میں سے گزر رہے ہیں۔ ایک تو ٹریفک jam ہوتی ہے دوسرا یہ کہ جب وہ بہت زیادہ دھوئیں میں کھڑے ہوتے ہیں تو ان کو سانس کی بیماریاں بھی

لاحق ہو جاتی ہیں۔ میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کا ماہرین اور عوام کی آراء سے حل تلاش کیا جاسکتا ہے۔ اس کا حل ایک legislator سے زیادہ بہتر کوئی بھی نہیں نکال سکتا۔

جناب سپیکر: میں ضمنی سوال کا پوچھ رہا ہوں۔ آپ تقریر شروع کر دیتی ہیں۔ This is not good.

محترمہ آمنہ الفت: جناب والا! ان سے زیادہ لمبی بات میں نے نہیں کی۔ میری لمبی بات نہیں ہے، براہ مہربانی سن لیں کیونکہ یہ لوگوں کی صحت سے متعلق ہے، میں ناجائز بات نہیں کروں گی، relevant بات کروں گی۔

جناب سپیکر: جی، بہت شکریہ

محترمہ آمنہ الفت: جناب! میرا سوال یہ ہے کہ مجھے یہ بتایا جائے کہ سٹینڈنگ کمیٹی کس purpose کے لئے بنائی گئی ہے؟ یہ گھمبیر مسئلہ ہے، آپ اس کو اس کے پاس کیوں نہیں بھیجتے کہ وہ اس کا کوئی proper حل نکالے اس کے لئے proper planning کرے، اس پر عوام کی آراء لی جائے پھر ماہرین فیصلہ کریں اور اس کے بعد اس مسئلے کا حل ڈھونڈا جائے۔ میاں نصیر صاحب نے بھی یہی سوال کیا تھا اور یہ نہایت اہم سوال ہے۔ اس پر proper کام کرنے کی ضرورت ہے اور میرے بھائی بھی۔۔۔

جناب سپیکر: ان کا مائیک بند کریں۔ مہربانی آپ کی۔ No۔ اس کا جواب نہیں آئے گا۔ آپ ضمنی سوال کریں۔

کرنل (ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان: جناب والا! جواب کے جز (ب) میں لکھا ہے کہ "محکمہ ٹرانسپورٹ اور سٹی پولیس لاہور مختلف اوقات میں دھواں چھوڑنے والی گاڑیوں بشمول بسوں اور ویگنوں کے خلاف مہم چلاتے رہتے ہیں۔" پہلی بات یہ ہے کہ اس میں کیا مہم جوئی ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ مختلف اوقات کیا ہوئے، کیا گاڑیاں مختلف اوقات میں دھواں دیتی ہیں اور دوسرے اوقات میں دھواں نہیں دیتیں؟ Why don't they have some regular policy? یہاں پر ایک uniform policy چلے، کوئی سسٹم چلنا چاہئے۔ یہ کون سی مہم جوئی ہے؟ یہ کوئی چوٹی کا پہاڑ

سر کر رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ day to day کیوں کرتے ہیں اس کے لئے کوئی regular policy ہونی چاہئے جس کے مطابق گاڑیاں باقاعدگی سے چیک ہوں اور یہ اس کے مطابق چلیں۔

جناب سپیکر: آپ نے اس بارے میں کوئی regular policy بنائی ہے یا بنا رہے ہیں، کیا کر رہے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات(سردار محمد ایوب خان گادھی): جناب والا! جہاں تک مہمات کا تعلق ہے۔۔۔

جناب سپیکر: یہ میرے خیال میں army versus army ہو رہا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات(سردار محمد ایوب خان گادھی): جناب سپیکر! awareness کے لئے باقاعدہ ایک مہم چلائی جاتی ہے، پوسٹر چھپوائے جاتے ہیں اور لوگوں کو awareness کے لیکچر زدیئے جاتے ہیں، سیمینار بھی منعقد کروائے جاتے ہیں کہ دھویں والی گاڑیاں انسانوں کے لئے مضر صحت ہیں۔ یہی چیز ہے اس کے علاوہ ابھی 2008-09 میں کوئی بیس ہزار گاڑیوں کے چالان صرف اس base پر کئے گئے ہیں۔

میاں نصیر احمد: جناب والا! لاہور جہاں پر کاربن کی مقدار خوفناک حد تک بڑھ چکی ہے جب آپ اس source کو بند کرنے کی پالیسی نہیں اپناتے تو وہاں پر awareness کیا کرے گی؟ جب آپ اجازت دیتے ہیں کہ پچاس سال پرانی گاڑی بھی چلے تو پھر وہاں پر awareness کیا کرے گی؟

جناب سپیکر: انہوں نے اس پر بات کر دی ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات(سردار محمد ایوب خان گادھی): جناب والا! غریب ملک ہے، یہاں پر ہر بندہ نئی گاڑی نہیں لے سکتا۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔

محترمہ انبساط حامد: جناب والا! جتنا کام ماحولیات کی بہتری کے لئے ہو رہا ہے میں صرف یہ جاننا چاہوں گی کہ یہ کہاں پر ہو رہا ہے تاکہ ہم بھی اس سے کچھ فائدہ اٹھا سکیں۔

جناب سپیکر: وہ کہہ رہی ہیں کہ ماحولیات کی بہتری کے لئے جو کام آپ کر رہے ہیں وہ کہاں پر ہو رہا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی): جناب سپیکر! پورے پنجاب میں ہو رہا ہے یہ تو ان کی زیادتی ہے کہ یہ کہیں کام نہیں ہو رہا۔ آپ دس پندرہ سال پیچھے چلے جائیں تو تحفظ ماحولیات کے لئے اتنا کام نہیں ہوا جتنا اب ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر: آپ سب کا بہت شکریہ۔ اب اگلا سوال ہے محترمہ! محمد نوید انجم صاحب کا۔۔۔ محترم محمد نوید انجم صاحب کا ہے۔۔۔ (قہقہے)

جناب محمد نوید انجم: جناب والا! محترمہ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: میں نے محترمہ کا لفظ ان محترمہ کے لئے استعمال کیا ہے۔ اگلا سوال نوید انجم صاحب کا ہے۔ آپ کو میں محترمہ نہیں کہہ رہا۔ میں نے مرنا ہے یہ بات آپ کو کہہ کر۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! سوال نمبر 2388 جواب کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لاہور میں پی پی۔145 میں قائم فیکٹریوں کا آبادی سے باہر منتقلی کا مسئلہ

*2388: **جناب محمد نوید انجم:** کیا وزیر تحفظ ماحولیات از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) محکمہ ماحولیات کے علم میں یہ بات ہے کہ پی پی۔145 لاہور کے علاقہ جات لکھوڈیر شادی پورہ اور داروغہ والا میں اس وقت متعدد فیکٹریاں ایسی ہیں جن میں ٹائر جلائے جاتے ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ان فیکٹریوں میں ٹائر جلانے کی وجہ سے ان علاقہ جات پر ہر وقت دھوئیں کے بادل بنے رہتے ہیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ اہل علاقہ کی طرف سے مطلع کرنے کے باوجود محکمہ ماحولیات کے افسران ان فیکٹریوں کے مالکان کے خلاف کوئی ایکشن نہیں لیتے؟

(د) کیا حکومت ان فیکٹریوں کو ان علاقوں سے باہر منتقل کروانے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی):

(الف) یہ درست ہے کہ پی پی۔145 لاہور کے علاقہ جات لکھوڈیر، شادی پورہ اور داروغہ والا میں بعض سٹیل مل کے مالکان خاص طور پر سردیوں میں سوئی گیس کی لوڈشیڈنگ کی وجہ سے پرانے ٹائر گاہے بگاہے اور چوری چھپے بطور ایندھن استعمال کرتے ہیں۔

(ب) یہ جزوی طور پر درست نہ ہے کہ ان علاقہ جات پر ہر وقت دھوئیں کے بادل بنے رہتے ہیں تاہم یہ درست ہے کہ ٹائر جلنے کی وجہ سے سیاہ دھوئیں کا اخراج ہوتا ہے لیکن ٹائر بطور ایندھن کا استعمال چوری چھپے اور خاص طور پر رات کے وقت کیا جاتا ہے۔

(ج) یہ درست نہ ہے محکمہ تحفظ ماحولیات نے ماہ جون 2008 میں مذکورہ علاقہ جات میں ٹائر جلانے والی پندرہ بڑی سٹیل ملوں کے خلاف ماحولیاتی ایکٹ مجریہ 1997 کے تحت کارروائی کی اور ان سٹیل ملوں کو Environmental Protection Orders جاری کئے کہ وہ پرانے ٹائر بطور ایندھن جلانا فوراً بند کر دیں۔ مزید برآں ضلعی آفیسر (ماحولیات) سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور نے بھی مزید آٹھ پرانے ٹائر جلانے والی سٹیل ملز کو ماہ نومبر، دسمبر 2008 میں سیل کر دیا تھا جن کو بعد میں حلفیہ بیان پر کام کرنے کا موقع دیا گیا ہے اور اب یہ فیکٹریاں ٹائر استعمال نہیں کر رہی ہیں۔ محکمہ ہذا کی ان 23 سٹیل ملوں کے خلاف کارروائی کی وجہ سے اب بعض مل مالکان دن کی بجائے رات کے وقت ٹائر جلاتے ہیں۔ محکمہ ماحولیات کے انسپکٹرز ان کی نگرانی کر رہے ہیں۔ مذکورہ 23 سٹیل ملوں میں سے 5 سٹیل ملز پرانے ٹائر جلاتے ہوئے پائی گئی ہیں ان کے چالان بنا کر ماحولیاتی ٹربیونل لاہور میں مقدمات درج کروائے جا رہے ہیں۔ (تفصیلات ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں)

(د) محکمہ تحفظ ماحولیات پنجاب کو ان فیکٹریوں کو ان علاقوں سے باہر منتقل کروانے کے اختیارات نہیں ہیں تاہم ان فیکٹریوں کو ماحولیاتی قوانین کا پابند بنا کر علاقہ کو فضائی آلودگی سے نجات دلانے کے لئے محکمہ ہذا پہلے سے ہی کوشاں ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

جناب محمد نوید انجم: جناب والا! بات یہ ہے کہ بیوروکریٹ اس کا جواب دیتے ہیں اور اس کی وجہ سے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ ضمنی سوال کریں اس کا جواب کہاں سے آتا ہے، کون دیتا ہے وہ خود پتا کریں گے۔ آپ اپنی بات کریں، ضمنی سوال کریں اور جو بات آپ پوچھنا چاہتے ہیں وہ بات پوچھیں۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! یہ سارا غلط بیانی پر base کرتا ہے۔ یہ میرا موبائل ہے اور میں آپ کو صبح کی movie دکھا دیتا ہوں کہ میرے علاقے میں سٹیل ملوں نے ٹائر جلائے اور اس کے دھویں کے بادل اٹھے یا نہیں اٹھے۔ بات یہ ہے کہ میرا اپنے بھائی سے کوئی اختلاف نہیں ہے، یہ ہماری باتوں کو سنتے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: یہ ٹیلیفون اندر لانا منع ہے، آپ کو پتا ہونا چاہئے۔

جناب محمد نوید انجم: جناب والا! یہ بند ہے۔ آپ نے jammer لگایا ہوا ہے۔ جناب! میں movie دکھانا چاہتا ہوں اگر آپ اجازت دیں۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں۔ آپ ضمنی سوال کریں، movie نہ دکھائیں۔ وہ آپ کے ضمنی سوال کا جواب دیں گے۔

جناب محمد نوید انجم: جناب! میں کوئی ضمنی سوال نہیں کرتا۔ میں احتجاجاً اپنا یہ سوال ہی واپس لے لیتا ہوں۔ میرے حلقے کے لوگوں نے ٹائروں کے دھویں کے اندر زندگی بسر کرنی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسی طرح پیدا ہوئے تھے اور اسی طرح مر جانا ہے۔ انہوں نے اقتدار کے ایوانوں میں بیٹھ کر کچھ نہیں کرنا۔ میں احتجاجاً اس پر کوئی ضمنی سوال نہیں کرتا۔

جناب سپیکر: یہ آپ نہ کریں، کوئی اور تو ضمنی سوال کر سکتے ہیں۔ It is the property of the Honourable House now.۔ جی، نولاٹیا صاحب!

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! جز (ج) کے اندر جواب دیا گیا ہے۔۔

جناب سپیکر: جو بات نوید انجم صاحب نے کی ہے خصوصی طور پر اس چیز کا خیال رکھا جائے۔ وہ آپ کو بعد میں وہ ویڈیو بھی دکھائیں گے جو کہ ان کے پاس ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی): جناب والا! میں اس کا جواب دینا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: نہیں جواب ابھی نہ دیں، انہوں نے تو آپ سے جواب مانگا ہی نہیں ہے۔ نولاٹیا صاحب!

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب والا! یہ میرے جز (ج) کا جواب تو دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی): جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں۔ میں نے floor ان کو دیا ہے۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب والا! جز (ج) میں انہوں نے جواب دیا ہے کہ پانچ سٹیل ملز پرانے ٹائر جلاتے ہوئے پائی گئی ہیں ان کے چالان بنا کر ماحولیاتی ٹربیونل لاہور میں مقدمات درج کروائے جا رہے ہیں۔ پندرہ ماہ پہلے 5۔دسمبر 2008 کو سوال کیا گیا تھا اور آج سے آٹھ ماہ پہلے 4۔جون 2009 کو اس کا جواب دیا گیا تھا۔ میں پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس آٹھ ماہ میں اس ٹربیونل نے ان پانچ ملوں کے خلاف کیا کارروائی کی ہے اور آج اس کی تازہ ترین پوزیشن کیا ہے؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری!

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی): جناب والا! جس وقت یہ جواب آیا تھا اس وقت پانچ ملوں کے خلاف ٹربیونل میں کیس بھیجا گیا تھا لیکن اس وقت سولہ ملوں کے خلاف cases ٹربیونل میں چل رہے ہیں اور اسی area کے چل رہے ہیں۔ شمالی لاہور کا یہ problem ہے کہ یہ ملیں residential areas کے اندر ہیں۔ نوید انجم صاحب کا مسئلہ واقعی بڑا genuine ہے۔ ادھر جب سوئی گیس کی لوڈشیڈنگ ہوتی ہے تو ٹائر جلاتے ہیں۔ پچھلی دفعہ بھی ان کا

یہ سوال تھا جو تقریباً اسی قسم کا تھا اس وقت محکمہ کا باقاعدہ ایک آدمی depute کیا گیا تھا جس نے ان سے رابطہ کیا تھا انہوں نے اپنے ایک کونسلر کی ڈیوٹی ساتھ لگائی تھی کہ ہمیں indicate کریں۔ وہاں چوری چھپے اور رات کے اندھیرے میں ٹائر جلائے جاتے ہیں سر عام کوئی بھی نہیں جلاتا۔۔۔

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! میں نے جو سوال کیا ہے انہوں نے اس کا تو جواب نہیں دیا۔

جناب سپیکر: انہوں نے جواب دے دیا ہے لیکن آپ سنتے نہیں ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی): آپ پوری بات تو سن لیں۔ میں آپ کو جواب دے رہا ہوں۔

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! پارلیمانی سیکرٹری صاحب اِدھر اُدھر کی باتیں کر رہے ہیں۔ میری گزارش ہے کہ یہ to the point بات کریں۔

جناب سپیکر: وہ آپ کے سوال کا جواب دے رہے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی): آپ پوری بات تو سنیں۔ جن کا اصل سوال ہے انہوں نے بھی ایک ضمنی سوال کیا ہے۔

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! میں نے جو بات پوچھی ہے to the point اس کا جواب دیں۔

جناب سپیکر: پلیز آپ تشریف رکھیں۔ وہ بات کر رہے ہیں۔ Please no interruption.

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی): جناب سپیکر! اصل سوال نوید انجم صاحب کا تھا۔ پہلے انہوں نے ضمنی سوال کیا پھر انہوں نے بھی کیا۔ میں ان پر ہی بات کر رہا ہوں۔ ان کا بھی جواب دے دیتا ہوں لیکن یہ بہت جلدی جذباتی ہو گئے ہیں۔ مجھے پوری بات تو کر لینے دیں۔

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: میں جذباتی نہیں ہو رہا۔ میرے سوال کا to the point جواب دیا جائے۔

جناب سپیکر: آپ سنیں، وہ to the point ہی بتا رہے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی): جناب سپیکر! ان کا to the point یہ جواب ہے کہ جب یہ جواب آیا تھا اس وقت پانچ cases تھے اور اب ٹربیونل میں سولہ cases ہیں اور ٹربیونل نے ایک cases میں مل مالک کو 50 ہزار روپے جرمانہ کیا ہے اور باقی cases ابھی تک under process ہیں اور ان پر فیصلہ نہیں ہوا۔

محترمہ شمیلہ اسلم: جناب سپیکر! میں ضمنی سوال کرنا چاہتی ہوں۔

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! سولہ ملوں کے بارے میں ابھی تک۔۔۔

جناب سپیکر: آپ بیٹھیں۔اب محترمہ کی طرف سے ضمنی سوال آئے گا۔جی، محترمہ!

محترمہ شمیلہ اسلم: شکریہ۔جناب سپیکر! جز(ب) کے جواب میں لکھا گیا ہے کہ ٹائر بطور ایندھن کا استعمال چوری چھپے اور خاص طور پر رات کے وقت کیا جاتا ہے۔یعنی حکومت یہ بات جانتی ہے کہ رات کو چوری چھپے ٹائروں کا استعمال ہوتا ہے۔لہذا میں یہ ضمنی سوال پوچھنا چاہتی ہوں کہ کیا حکومت نے اس پر کوئی action لیا ہے اور اگر کسی کو پکڑا ہے تو اس کے خلاف کتنا جرمانہ کیا گیا ہے؟

جناب سپیکر: جی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی): جناب سپیکر! under Environmental Protection Act محکمے کا عملہ on the spot چیک کرتا ہے اور ان کو پکڑتا ہے۔محکمے کے عملے کے پاس خود جرمانہ کرنے کی powers نہیں ہیں اس لئے وہ ان کا case بنا کر ٹربیونل میں بھیجتا ہے۔آگے ٹربیونل میں ایک ریٹائرڈ ہائیکورٹ کا جج یا judge equivalent to اس کا چیئرمین ہوتا ہے اور ساتھ دو ممبر ہوتے ہیں، ٹوٹل تین ممبران پر ٹربیونل مشتمل ہے۔اس ایریا میں جس سے متعلق یہ سوال ہے اس میں 23 ایسی فیکٹریاں ہیں جو سوئی گیس کی لوڈشیڈنگ کے دوران ٹائر کا استعمال کر لیتی ہیں۔انہیں جب بھی چیک کیا جاتا ہے تو ان کے cases ٹربیونل میں بھیجے جاتے ہیں۔سولہ cases گئے ہیں جن میں سے ایک case میں 50 ہزار روپے کا جرمانہ ہوا ہے اور باقی cases under process ہیں۔

جناب محمد معین وٹو: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر:اس سوال پر ضمنی سوالات پورے ہو گئے ہیں۔

جناب محمد معین وٹو:جناب سپیکر!میری بات تو سنیں۔

جناب سپیکر:حضرت صاحب!میں کیسے آپ کی بات سنوں؟

جناب محمد معین وٹو:جناب سپیکر!ڈیڑھ ڈیڑھ سال پرانے سوالات کے جوابات اب آرہے ہیں۔کیا اس طرح کا کوئی بندوبست ہو سکتا ہے کہ اگر آج ہم یہ سوالات بھیجیں تو اگلے اجلاس میں ان کے جوابات آجائیں؟

جناب سپیکر:اس کا ایک طریق کار ہے۔آپ بیٹھ کر وہ پڑھیں۔پھر مجھ سے بات کریں۔پلیز تشریف رکھیں۔جی،سیدہ ماجدہ زیدی صاحبہ!

سیدہ ماجدہ زیدی:جناب سپیکر!میرا سوال نمبر2750ہے۔میری استدعا ہے کہ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر:جی،اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ماحولیاتی آلودگی کو دور کرنے کے لئے 2006-07 میں اٹھائے گئے اقدامات

*2750:سیدہ ماجدہ زیدی:کیا وزیر تحفظ ماحولیات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

محکمہ ماحولیات کو ماحولیات کی صفائی ستھرائی اور بحالی کے لئے حکومت کی طرف سے کتنا فنڈ مختص کیا گیا ہے، یہ فنڈ برائے سال 2006۔07، 2007۔08 کتنا تھا اور کن کن منصوبوں پر خرچ ہوا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات(سردار محمد ایوب خان گادھی):

محکمہ تحفظ ماحولیات پنجاب کو مختلف پراجیکٹس میں 2006-07 میں مبلغ -/338050000 روپے اور سال 2007-08 میں -/59500000 روپے مذکورہ دو سالوں میں ٹوٹل -/397550000 روپے فراہم کئے گئے ہیں۔جن منصوبہ جات کے لئے یہ رقم فراہم کی گئی، ان کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! تفصیل میں دیا گیا ہے کہ انہوں نے 07-2006 کے بجٹ میں establishment of Environmental Laboratory at Multan. کے لئے 15 کروڑ 3 لاکھ 80 ہزار روپے allocate کئے ہیں۔ میں اس کا موجودہ status پوچھنا چاہتی ہوں کہ یہ اس وقت کس پوزیشن میں ہے اور کتنی مکمل ہو چکی ہے؟

جناب سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! محترمہ اس کی latest position پوچھ رہی ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی): جناب سپیکر! محترمہ کے سوال کی سمجھ نہیں آئی ذرا سوال دہرا دیں۔

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! ایوان کی میز پر جو کاپی رکھی گئی ہے اس کے نمبر 5 پر دیکھیں establishment of Environmental Laboratory at Multan آپ نے اس میں 07-2006 کے بجٹ میں 15 کروڑ 3 لاکھ 80 ہزار روپے allocate کئے ہیں۔ میں اس کا موجودہ status پوچھ رہی ہوں کہ یہ کتنی بن چکی ہے، اس پر کتنا کام ہو گیا ہے اور کتنا رہ گیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی): اس کی feasibility مکمل ہو چکی ہے اور اس پر کام ابھی جاری ہے۔

سیدہ ماجدہ زیدی: میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ تین سالوں میں یہ کتنی بن چکی ہے اور آپ اپنے آفیسرز سے کوئی پرچی لے کر پوچھ لیں۔

جناب سپیکر: محترمہ پوچھ رہی ہیں کہ اس پر کتنا کام ہو گیا، کتنا بقایا ہے اور کب تک مکمل ہو گا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی): جناب سپیکر! مجھے ابھی اس بارے میں مکمل پتا نہیں ہے لہذا میں check کر کے بتا سکتا ہوں کہ کتنے فیصد کام ہو چکا ہے۔

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! یہ تھوڑی سی تیاری کر کے آتے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات(سردار محمد ایوب خان گادھی): میں کام کو تو دیکھ کر نہیں آیا۔اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ آپ مجھ سے پوچھیں کہ کتنا ہو چکا ہے تو میں نے کہا کہ میں check کر کے بتا سکتا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ مجھ سے مخاطب رہیں۔

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب! یہ غلط کہہ رہے ہیں۔ان کو یہ پتا ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر: آپ اگلا ضمنی سوال کریں۔

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! اس کی detail میں ہے کہ insulation of health care waste disposable facilities in 10 big cities of the Punjab. اس کے لئے انہوں نے 2007-08 میں سات لاکھ روپے allocate کئے ہیں تو میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ دس بڑے شہروں میں سات لاکھ روپے میں یہ facility کیسے دی جا رہی ہے اور یہ کن کن شہروں میں دی جا رہی ہے؟

جناب سپیکر: Don't interruption پارلیمانی سیکرٹری صاحب! آپ نے جو جواب table کیا ہے محترمہ اس کو دیکھ رہی ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات(سردار محمد ایوب خان گادھی): جناب سپیکر! ان کا سوال تھا کہ محکمہ ماحولیات کو ماحولیات کی صفائی ستھرائی اور بحالی کے لئے حکومت کی طرف سے کتنا فنڈ مختص ہے۔یہ فنڈ برائے سال 2006-07 اور 2007-08 میں کتنا تھا اور کن منصوبوں پر خرچ ہوا۔ اس کا جواب دے دیا گیا ہے کہ 2006-07 میں 55 کروڑ روپے اور 2007-08 میں 40 کروڑ روپے مختص کئے گئے تھے؟

سیدہ ماجدہ زیدی: آپ نے جو جواب دیا ہے میں اسی میں سے ضمنی سوال کر رہی ہوں جو کہ میرا حق بنتا ہے اور اس ایوان کا یہ جاننے کا حق بنتا ہے کہ آپ نے جو پیسوں کی detail دی ہے وہ پیسے کہاں اور کس طرح خرچ ہو رہے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات(سردار محمد ایوب خان گادھی): جناب سپیکر! 2006-07 میں---

معزز ممبران: آپ ان کی تیاری کروادیں۔

جناب سپیکر: نہیں۔ایسی بات نہیں ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات(سردار محمد ایوب خان گادھی):جناب سپیکر! 2006-07میں ٹوٹل18 پراجیکٹس تھے۔۔۔

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! میں پوچھ رہی ہوں کہ وہ دس بڑے کون سے شہر ہیں جن میں سات لاکھ روپے سے یہ facilities دے رہے ہیں۔میں صرف اتنی سی بات پوچھ رہی ہوں لیکن پارلیمانی سیکرٹری صاحب مجھے جواب پڑھ کر سنارہے ہیں۔میں نے تو ساری تفصیل پڑھ لی ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات(سردار محمد ایوب خان گادھی):پانچ بڑے شہروں میں لاہور، گوجرانوالہ، ملتان، فیصل آباد اور راولپنڈی شامل ہیں۔

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! جواب میں تو دس بڑے شہر لکھا ہے۔آپ اسے pending کر لیں چونکہ پارلیمانی سیکرٹری صاحب کسی ایک ضمنی سوال کا بھی جواب نہیں دے سکے۔یہ بڑا ضروری سوال ہے اور اس ایوان کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ جانے کہ ہمارے عوام کے خون پسینے کی کمائی کا پیسا کہاں خرچ ہو رہا ہے؟

جناب سپیکر: آپ کے پاس لسٹ میں کتنے شہروں کا نام ہے؟

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! یہ ہم نے نہیں لکھا بلکہ ان کا جواب آیا ہے اور اس میں دس شہروں کا ہے۔

جناب سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! لسٹ میں دس بڑے شہروں کا ہے اور آپ پانچ کہہ رہے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات(سردار محمد ایوب خان گادھی):جناب سپیکر! میری استدعا ہے کہ آپ یہ سوال pending کر لیں تو میں اس بارے میں پتا کر کے انہیں بعد میں بتا دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: سوالات pending نہیں ہوتے۔

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! میں چاہتی ہوں کہ یہ کھڑے ہو کر معذرت کر لیں کہ میں آج بغیر تیاری کے House میں آیا تھا۔

جناب سپیکر: نہیں۔ایسی بات نہ کریں۔آپ کو خود سوچنا چاہیئے۔

سیدہ ماجدہ زیدی: یہ own کر لیں کہ میں پڑھ کر نہیں آیا۔

جناب سپیکر: جی، نہیں۔ایسی بات نہیں۔

جناب محمد معین وٹو: ان کی بڑی تیاری ہے اور انہوں نے بڑے اچھے جواب دیئے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، ماشاءاللہ۔

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! آپ ہمیشہ وزراء اور پارلیمانی سیکرٹریز کو بچا لیتے ہیں لیکن آج نہیں بچانا۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں اب اگلے ضمنی سوال پر چلتے ہیں۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

رانا محمد افضل خان: شکریہ۔جناب سپیکر!۔۔۔

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! یہ تو پتا ہی نہیں چلا کہ یہ دس ہیں یا پانچ؟

جناب سپیکر: انہوں نے کہہ دیا ہے کہ جتنے ہیں ٹھیک ہیں۔جتنے لکھے گئے ہیں وہ ٹھیک ہیں۔

جناب محمد معین وٹو: یہ سوال نہیں پوچھ رہے بلکہ پارلیمانی سیکرٹری صاحب کا امتحان لے رہے ہیں۔

جناب سپیکر: میں نے رانا افضل صاحب کو floor دیا ہے۔جی، رانا صاحب!

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! یہ ایک بالکل technical department ہے جس کے اندر کروڑوں روپے کا technical equipments monitoring کے لئے لگایا گیا ہے۔ کیا اس محکمہ کے سیکرٹری administration سے آتے ہیں اور دوسرا اس محکمہ کے پاس کتنے qualified technical officers ہیں جو کہ اس monitoring equipments کی نگرانی اور دیکھ بھال

کرتے ہیں؟ ان monitoring equipments کے ذریعے سے آلودگی کے حوالے سے ہمیں جو results ملتے ہیں، جو data ملتا ہے وہ بھی ہمیں اخبارات یا کسی اور ذریعے سے مہیا نہیں کیا جا رہا۔ جیسا کہ روزانہ کی بنیاد پر temperature بتایا جاتا ہے کہ آج لاہور میں اتنا درجہ حرارت تھا اسی طرح یہ بھی بتایا جانا چاہئے کہ لاہور میں آلودگی کتنی تھی؟ اس project پر 80/90 کروڑ روپے خرچ ہو چکے ہیں۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ محکمہ کے پاس اس حوالے سے کتنے technical qualified لوگ موجود ہیں اور اس project پر کروڑوں روپے خرچ کرنے کے بعد عوام کو کیا benefit مل رہا ہے؟

جناب سپیکر: جی، وہ کہہ رہے ہیں کہ آپ کے محکمے میں کروڑوں روپے خرچ ہوئے ہیں تو کیا اس میں کوئی qualified technical لوگ شامل ہیں کہ جو یہ بتا سکیں کہ کتنی pollution ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی): جناب سپیکر! محکمے میں سیکرٹری کے علاوہ technical staff بھی ہوتا ہے۔ محکمہ کی ڈائریکٹر جنرل نے Environmental Sciences میں پی ایچ ڈی کی ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ محکمہ نے laboratories بنائی ہوئی ہیں جو کہ آلودگی کو باقاعدہ check کرتی ہیں۔ لاہور میں تین display centres بنائے گئے ہیں جو کہ آلودگی کو check کرتے ہیں۔ اس حوالے سے باقاعدہ سیمینار منعقد ہوتے ہیں اور وہاں پر لوگوں کو آلودگی کم کرنے کی تدابیر سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ محکمہ میں پوری طرح سے qualified لوگ یہ کام کر رہے ہیں۔

محترمہ دیبا مرزا: جناب سپیکر! جواب میں لکھا ہوا ہے کہ "محکمہ تحفظ ماحولیات پنجاب کو مختلف پراجیکٹس میں سال 07-2006 میں مبلغ -/33,80,50000 روپے اور سال 08-2007 میں -/59,500,000 روپے دیئے گئے یعنی مذکورہ دو سالوں میں کل -/39,750,000 روپے کی رقم تحفظ ماحولیات کے منصوبوں پر خرچ کی گئی ہے۔" میرا اس سلسلے میں ضمنی سوال یہ ہے کہ ضلع لاہور میں ایل ڈی اے کی جتنی ہاؤسنگ سکیمیں ہیں ان میں جہاں جہاں بھی خالی پلاٹس ہیں وہاں پر خانہ بدوشوں نے جھگیاں بنائی ہوئی ہیں اور وہ بے پناہ آلودگی پھیلانے کا باعث بن رہے ہیں کیا اس سے ماحولیات آلودہ نہیں ہوتا، یہ آلودگی کس نے دور کرنی ہے اور محکمہ تحفظ ماحولیات اس سلسلے میں کیا اقدامات کرنے کا ارادہ رکھتا ہے؟

جناب سپیکر: محترمہ! آپ کا یہ ضمنی سوال نہیں بنتا۔

محترمہ دیبا مرزا: جناب سپیکر! اس حوالے سے پنجاب کی سطح پر ایک عدالت بھی موجود ہے جو ماحولیات کے cases سنتی ہے۔ محکمہ کروڑوں روپے تحفظ ماحولیات کے لئے خرچ کر رہا ہے جبکہ آلودگی تو دن بدن بڑھ رہی ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ کا ضمنی سوال اس طرح نہیں بنتا۔ آپ کا سوال یہ ہونا چاہئے تھا کہ کیا محکمہ ماحولیات ان pollution پھیلانے والے خانہ بدوشوں کو کنٹرول کرنے کے لئے کوئی اقدامات کر رہا ہے؟

محترمہ دیبا مرزا: جناب سپیکر! میرا indirect یہی مقصد ہے، آپ نے الفاظ کی درستی کر دی ہے تو چلیں اسی کا جواب دے دیں۔

محترمہ انبساط حامد: جناب سپیکر! معذرت کے ساتھ عرض کروں گی کہ یہ خانہ بدوش ہمارے بھائی بہن ہیں۔ وہ آلودگی نہیں پھیلا رہے، یہ ہو سکتا ہے کہ شاید ہم زیادہ آلودگی پھیلا رہے ہوں؟

جناب سپیکر: نہیں، ایسی بات ٹھیک نہیں ہے۔.This is not good

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی): جناب سپیکر! جن خالی پلاٹس پر خانہ بدوشوں نے قبضہ کیا ہوا ہے ان کو وہاں سے نکالنا اصل میں City Government کا کام ہے۔ محکمہ تحفظ ماحولیات کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں اس بات کو چھوڑ دیں۔ اگلا سوال محترمہ سیمل کامران صاحبہ کا ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! سوال نمبر 3997، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

صوبائی دارالحکومت میں دھواں دینے والی بسوں کی وجہ سے فضائی آلودگی کی تفصیلات

*3997: **محترمہ سیمل کامران:** کیا وزیر تحفظ ماحولیات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ بسوں نے صوبائی دارالحکومت میں فضائی آلودگی میں خطرناک حد تک اضافہ کر دیا ہے؟

(ب) کیا حکومت ٹو سٹروک رکشوں کی طرح بسوں کے خلاف بھی کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تاکہ شہری مختلف بیماریوں سے نجات حاصل کر سکیں، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی):

(الف) یہ درست ہے کہ ڈیزل سے چلنے والی بسیں فضائی آلودگی میں اضافہ کا سبب بنتی ہیں۔

(ب) دو سٹروک رکشوں کی طرح ڈیزل بسوں کے خلاف کارروائی کرنے کا کام محکمہ ٹرانسپورٹ پنجاب کا ہے۔ حال ہی میں محکمہ ٹرانسپورٹ نے دو روٹوں پر نئی ماحولیات دوست CNG بسیں بھی چلائی ہیں جو فضائی آلودگی کا باعث نہیں بنتی۔ محکمہ ماحولیات لاہور ٹریفک پولیس کے ساتھ مل کر آلودگی کا باعث بننے والی ٹریفک کا چالان کر رہا ہے۔ مورخہ 25۔مئی2009 سے لے کر 17۔دسمبر2009 تک1280بسوں، 916 ویگن/پک اپ 9745رکشوں/موٹر سائیکلوں، 1821 مزداڈالا/ٹرک، 1744 کار/جیپ کے وجہ ماحولیاتی آلودگی چالان کئے گئے ان میں سے 227 گاڑیوں کو مختلف تھانوں میں بند کیا گیا۔اس عرصہ کے دوران کل 15506 چالان کئے گئے۔ اس ضمن میں محکمہ ٹرانسپورٹ پنجاب اور سٹی ٹریفک پولیس لاہور کے جوابات بھی ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

مزید برآں عوام الناس میں ماحولیاتی آگاہی کے لئے لاہور میں تین اہم مقامات پر Air Quality Display Stations قائم کئے گئے ہیں۔ محکمہ اپنے محدود سٹاف کے ساتھ بسوں اور دیگر ٹریفک کی وجہ سے پیدا ہونے والی فضائی آلودگی کے خلاف کوشاں ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! جواب کے جز(ب) میں بتایا گیا ہے کہ "25۔ مئی 2009 سے لے کر 17۔ دسمبر 2009 تک یعنی سات مہینوں میں 1280 بس، 916 ویگن، 9745 پک اپ، 1821 موٹر سائیکل، 1744 مزدا، ڈالا اور ٹرک، کار اور جیپ وغیرہ کے چالان کئے گئے ہیں۔" ان کا ٹوٹل 15506 بنتا ہے لیکن ان میں سے صرف 227 گاڑیوں کو مختلف تھانوں میں بند کیا گیا ہے۔ میں پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ کیا یہ 227 گاڑیاں (ق) لیگ والوں کی ہیں کہ ان کو تو تھانوں میں بند کر دیا گیا ہے اور باقی 15506 لوگوں کے صرف چالان ہوئے ہیں؟ منسٹر صاحب kindly اس کی وضاحت فرمادیں۔ میں اپنا دوسرا ضمنی سوال پھر بعد میں کرتی ہوں۔

جناب سپیکر: پہلے تو یہ بتادیں کہ آیا یہ (ق) لیگ کی گاڑیاں ہیں، کیا ان کے اوپر (ق) لیگ لکھا ہوا تھا یا نہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی): جناب سپیکر! لاہور میں بلوچ ٹرانسپورٹ سروس چلتی ہے ان کی کوئی گاڑی بند نہیں کی گئی۔ کچھ گاڑیوں کی حالت بہت زیادہ خراب ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے ان گاڑیوں کو بند کیا گیا ہو گا، اسی طرح جو گاڑیاں تھوڑا دھواں دیتی ہیں ان کا صرف چالان کیا جاتا ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! 15506 گاڑیوں میں سے صرف 227 گاڑیاں تھانوں میں بند کی گئی ہیں۔ دوسرا یہاں جواب میں کہا گیا ہے کہ "محکمہ ٹرانسپورٹ پنجاب اور ٹریفک پولیس لاہور کے جوابات بھی ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔ محکمہ نے ایوان کی میز پر جو جواب رکھا ہے اس میں بھی یہی کچھ لکھا ہے جو کہ ابھی میں نے آپ کو پڑھ کر سنایا ہے۔ word by word جو جواب یہاں پر لکھا گیا ہے وہی کہانی ایوان کی میز پر رکھے گئے جواب میں لکھی گئی ہے۔ اس میں کوئی نئی بات نہیں بتائی گئی۔ آگے اسی جواب میں لکھا گیا ہے کہ "تین اہم مقامات پر Air Quality Display Stations قائم کئے گئے ہیں۔" میں پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے پوچھنا چاہوں گی کہ وہ تین اہم مقامات کون کون سے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات(سردار محمد ایوب خان گادھی): جناب سپیکر! ان تین اہم مقامات میں سے ایک ٹاؤن ہال ہے، وہاں پر display station ہے۔ دوسرا display station قائد اعظم انڈسٹریل اسٹیٹ میں لگایا گیا جبکہ تیسرا display station قذافی سٹیڈیم میں لگایا گیا ہے۔

MR. SPEAKER: Very good.

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! جز (الف) میں انہوں نے خود own کیا ہے کہ "ڈیزل سے چلنے والی بسیں فضائی آلودگی کا باعث بنتی ہیں۔" میں پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ لاہور شہر میں فضائی آلودگی کا کیا تناسب ہے، دوسرا انہوں نے خود یہ own کیا ہے کہ یہ آلودگی انسانی زندگی کے لئے بہت خطرناک ہے تو میں ان سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ کس درجے کی آلودگی انسانی صحت کے لئے مضر ہوتی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات(سردار محمد ایوب خان گادھی): جناب سپیکر! فضائی آلودگی کے لئے ابھی تک ہمارا national standard کوئی نہیں بنایا گیا لیکن international standard کے مطابق 250 microgram سے کم فضائی آلودگی ہونی چاہئے لیکن unfortunately لاہور میں فضائی آلودگی 450/500 microgram سے بھی اوپر ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ادھر pollution زیادہ ہے، گاڑیاں بہت زیادہ ہیں۔ گاڑیاں اور factories دھواں دیتی ہیں۔ اگر آپ دیہاتی علاقوں میں چلے جائیں تو وہاں پر آلودگی 200 microgram سے بھی کم ہے۔ اس آلودگی کو کم کرنے کے لئے نئی ٹرانسپورٹ استعمال کی جانی چاہئے۔ اگر ڈیزل گاڑیاں چلیں تو وہ URO-I,URO-II standard کی ہونی چاہئیں۔ اسی طرح رکشے بہت دھواں دیتے ہیں، خصوصی طور پر two strokes رکشے بہت زیادہ دھواں دیتے ہیں۔ حکومت نے already plan کیا ہوا ہے اور ہم two strokes رکشا سے four strokes رکشا کی طرف جا رہے ہیں، two strokes رکشے والوں نے سپریم کورٹ سے stay لیا ہوا ہے۔ ان کو مارچ 2010 تک کا وقت ملا ہے کہ وہ اپنے رکشوں کو مارچ 2010 تک two strokes سے four strokes میں convert کریں۔ اقدامات ہو رہے ہیں لیکن unfortunately فضائی آلودگی کا standard زیادہ ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میرا دوسرا سوال یہ تھا کہ کس درجے کی فضائی آلودگی انسانی صحت کے لئے مضر ہوتی ہے؟ پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے اس کا جواب نہیں دیا۔

جناب سپیکر: جی، وہ آپ سے پوچھ رہے ہیں کہ کون سا ایسا درجہ ہے جو انسانی صحت کے لئے مضر ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی): جناب سپیکر! میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ 250 FPM Standard سے کم ہو تو وہ صحیح ہے اس سے اوپر صحت کے لئے ٹھیک نہیں ہے اس میں 400 FPM سے اوپر critical ہے۔

محترمہ فوزیہ بہرام: جناب سپیکر! میں پارلیمانی سیکرٹری موصوف سے پوچھنا چاہوں گی کہ پنجاب میں 80 فیصد آبادی دیہاتوں میں رہتی ہے۔ میں چکوال میں رہتی ہوں وہاں سینکڑوں کی تعداد میں رکشے ایک چھوٹی سی سڑک کے بالکل اوپر کھڑے ہو کر دھواں چھوڑ رہے ہوتے ہیں۔ یہاں سارے questions صرف لاہور کے متعلق ہوتے ہیں، پنجاب کے متعلق collective questions نہیں ہوتے؟

جناب سپیکر: وزیر صاحب! محترمہ کے سوال کا جواب دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی): جناب سپیکر! جہاں زیادہ آلودگی ہوتی ہے وہاں 400 FPM standard سے اوپر چلا جاتا ہے، where as rural and open areas جہاں فضائی آلودگی ویسے ہی کم ہوتی ہے سوائے اس کے کہ سڑکوں کی گرد کی وجہ سے فضائی آلودگی ہوتی ہے، otherwise کم ہوتی ہے لیکن پورے پنجاب میں two strokes گاڑیوں کو four strokes میں تبدیل کروایا جا رہا ہے، اسی طرح ڈیزل گاڑیوں میں بھی کم دھواں دینے والی گاڑیوں کی طرف جا رہے ہیں لہٰذا یہ صرف لاہور میں نہیں بلکہ پورے پنجاب میں ہو رہا ہے۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں بڑا important supplementary question کرنا چاہتا ہوں۔ میرے حلقہ ڈسٹرکٹ شیخوپورہ اور ننکانہ صاحب میں 100 round about سے زیادہ چاول کے شیلر لگے ہوئے ہیں جن کی چمنیوں سے نکلنے والا گرد و غبار اور دھواں دُور دُور تک

کے علاقے کے لوگوں کے لئے مضر صحت ہے اور وہ ماحول کو آلودہ کر رہے ہیں۔ کیا رکشوں اور بسوں کی طرح ان شیلروں پر check and balance قائم کرنے کے لئے خاص طور پر منڈی فیض آباد میں محکمہ تحفظ ماحولیات کوئی ایسا پروگرام یا کوئی منصوبہ مستقبل قریب میں رکھتا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی): جناب سپیکر! شیخوپورہ اور ننکانہ میں محکمہ ماحولیات کو دو problems آرہے ہیں، ایک factories کے بارے میں ہے کیونکہ وہ scattered zone میں ہیں ان کے vast material کے کوئی Treatment Plants نہیں لگے ہوئے اور دوسرا مسئلہ شیلر کا ہے کیونکہ یہ area چاول کی فصل کا ہے۔ محکمہ تحفظ ماحولیات نے اپنے ہر District Headquarter خاص طور پر گوجرانوالہ اور شیخوپورہ کے DCO's سے یہ requests کی ہے کہ شیلر آبادی سے باہر ہوں لیکن جب شیلر چلے گا تو اس نے dust تو پھینکنی ہے لیکن آپ شیلر کو بند تو نہیں کر سکتے کیونکہ اس سے لوگوں کو روزگار میسر ہے اس لئے ہم شیلر کو ختم نہیں کر سکتے لیکن اس کے لئے یہ کوشش کی جارہی ہے کہ شیلر آبادی سے باہر ہوں تاکہ ان کی dust سے عوام کو کم سے کم نقصان ہو۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! ان شیلر سے اٹھنے والا دھواں انسانی صحت کے لئے زہر سے بھی زیادہ خطرناک ہے، محکمہ تحفظ ماحولیات جدید تقاضوں کے مطابق اس کا تدارک کرنے کے لئے کوئی پروگرام رکھتا ہے، کیا انہوں نے آج تک کسی کے خلاف کوئی کارروائی کی ہے، میں روزگار بند کرنے کی بات نہیں کر رہا میں تو کہہ رہا ہوں کہ محکمہ تحفظ ماحولیات کروڑوں روپے خرچ کر رہا ہے تو وہاں ماحولیات کی بہتری کے لئے کوئی ایسا پروگرام رکھتا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی): جناب سپیکر! منڈا صاحب مجھے آکر مل لیں، یہ جو بھی suggest کرتے ہیں ہم کارروائی کرنے کو تیار ہیں ویسے بھی Environment Protection Act section-16 کے تحت جو بھی pollution پھیلاتا ہے اس کے خلاف کارروائی ہو سکتی ہے، یہ ہمیں بتائیں ہم ان کے خلاف کارروائی کریں گے۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! جس طرح شور کے لئے silencer ہوتا ہے اسی طرح dust کے لئے dust collector ہوتے ہیں اگر ان پر installation of dust collector لازمی کر دیں تو علاقے میں گرد نہیں پھیلے گی۔

جناب سپیکر: گادھی صاحب! وہ کہتے ہیں کہ اس کے لئے کوئی اچھا طریقہ adopt کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی): جناب سپیکر! سرگودھا میں stone crushing کارخانے لگے ہوئے ہیں اس میں بھی یہی problem ہے وہاں یہ منصوبہ زیر غور ہے، انشاء اللہ جلد ہی اس پر عمل ہو گا۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! یقین کریں جب rice کا season ہوتا ہے لاہور جڑانوالہ روڈ پر 100 سے زیادہ شیلر چل رہے ہوتے ہیں تو ان کا exhaust road کی طرف ہوتا ہے وہاں بڑے بڑے accidents ہوئے ہیں اور اس علاقے کے لوگ بڑی خطرناک بیماریوں میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ میں اس سے قبل سیکرٹری تحفظ ماحولیات کو لکھ کر بھی دے چکا ہوں کہ اس زہریلے دھوئیں اور چاولوں کے گردوغبار سے لوگوں کو بچایا جائے۔ مجھے اس سوال کا جواب دیا جائے؟

جناب سپیکر: گادھی صاحب! جلدی سے منڈا صاحب کے سوال کا جواب دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی): جناب سپیکر! انہوں نے دو سال میں پہلی دفعہ یہ بات کی ہے اس سے پہلے میرے ساتھ کوئی رابطہ کیا ہے اور نہ ہی انہوں نے کبھی آج تک مجھے اپنے حلقے کا یہ مسئلہ بتایا ہے، آج انہوں نے بتایا ہے تو ہم انشاء اللہ اس حوالے سے اقدامات کریں گے۔

جناب سپیکر: آپ اس مسئلے کا خصوصی طور پر نوٹس لیں ناں!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں منڈا صاحب کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے ایک ضمنی سوال کرتا ہوں کہ میرے حلقے میں بھی کافی انڈسٹریز لگ چکی ہیں جن کا زہریلا پانی نہر میں ڈالا جاتا ہے جس سے میرے ساتھ والی زمینیں بنجر ہو رہی ہیں، بیماریاں پھیل رہی ہیں، Hepatitis(C) عام ہے۔

جناب سپیکر: کیا یہ آپ کا ضمنی سوال ہے؟

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! یہ ضمنی سوال ہی کر رہا ہوں کیونکہ میں نے ابھی تک کوئی ضمنی سوال نہیں کیا۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں یہ ضمنی سوال نہیں ہے۔ ویسے آپ کی بات انھوں نے سن لی ہے اور وہ اس کا noticeلیں گے۔ اب وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی): جناب سپیکر! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

پولی تھین بیگ کی تیاری و فروخت پر پابندی کی تفصیلات

*4043: **جناب محمد طارق امین ہوتیانہ:** کیا وزیر تحفظ ماحولیات از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت ہر سال اربوں روپے سے سیوریج سکیمیں مکمل کرتی ہے مگر پولی تھین بیگ ان سکیموں کو بند کر دیتے ہیں؟

(ب) کیا حکومت پولی تھین بیگ کی تیاری اور فروخت پر پابندی لگانے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی):

(الف) یہ جز محکمہ تحفظ ماحولیات پنجاب سے متعلقہ نہ ہے-

(ب) حکومت پنجاب محکمہ تحفظ ماحولیات ہر قسم کے پولی تھین بیگز کی تیاری اور فروخت پر مکمل پابندی لگانے کا ارادہ نہیں رکھتی کیونکہ محکمہ ہذا نے پولی تھین بیگ آرڈیننس مجریہ 2002 کے تحت کالے شاپنگ بیگز پر مکمل طور پر اور دیگر تمام 15 مائیکرون سے کم موٹائی والے شاپنگ بیگز پر پہلے ہی سے پابندی عائد کی ہوئی ہے-اس وقت قابل اجازت پولی تھین بیگز کی تیاری پر مکمل پابندی لگانا قانونی، ماحولیاتی اور اقتصادی طور پر سود مند نہ ہو گا-پاکستان کا

ماحولیاتی تحفظ ایکٹ مجریہ1997 پائیدار ترقی (sustainable development) کے فروغ پر زور دیتا ہے۔مکمل پابندی لگانے سے کاغذ کے بنے ہوئے لفافوں کی تیاری اور فروخت میں اضافہ ہو جائے گا جو نتیجتاً درختوں کی کٹائی میں اضافہ کا سبب بنیں گے جس سے ماحولیاتی ابتری میں مزید اضافہ کا امکان ہو گا۔مزید بر آں پولی تھین بیگز کی تیاری اور فروخت کے کاروبار سے وابستہ افراد / خاندانوں کے لئے بے روزگاری جیسے مسائل لاحق ہونے کا بھی امکان ہو گا۔پولی تھین بیگ کے تیار کنندگان اور عوام الناس کا فرض ہے کہ وہ مروجہ قانون پر سختی سے عمل کریں اور لوکل گورنمنٹ سالڈ ویسٹ بشمول استعمال شدہ پولی تھین بیگز کو ٹھکانے لگانے کا مناسب انتظام کرے تا کہ سیوریج سکیموں میں گندے پانی کے بہاؤ میں کوئی رکاوٹ نہ آئے۔

نہر راجباہ سید والا ننکانہ صاحب، فیکٹریوں کا آلودہ پانی گرنے کی تفصیلات

*4073: **جناب شاہجہاں احمد بھٹی**: کیا وزیر تحفظ ماحولیات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ نہر راجباہ سید والا ضلع ننکانہ صاحب میں فیکٹریوں کا پانی گرنے کی وجہ سے نہر کا پانی آلودہ ہو گیا ہے؟

(ب) اس نہر میں کن کن فیکٹریوں کا آلودہ پانی گر رہا ہے، تفصیلاً بتائیں؟

(ج) حکومت نے اس مسئلہ کی روک تھام کے لئے کیا اقدامات اٹھائے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی):

(الف) یہ درست نہ ہے۔

(ب) ضلعی آفیسر (ماحولیات) ننکانہ صاحب کے سروے کے مطابق نہر راجباہ سید والا ضلع ننکانہ کی حدود میں مذکورہ نہر کے قریب کوئی فیکٹری / مل واقع نہ ہے اور نہ ہی کسی فیکٹری کا آلودہ پانی اس نہر میں گر رہا ہے۔

(ج) ضلعی آفیسر (ماحولیات) ننکانہ صاحب اپنی علاقائی حدود میں موجود نہروں اور آبی گزر گاہوں کا وقتاً فوقتاً سروے کرتا رہتا ہے جونہی کوئی آلودہ پانی نہر میں گرتا ہوا پایا گیا تو

پاکستان کے تحفظ ماحولیات کے ایکٹ مجریہ 1997 کے تحت کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔

شیخوپورہ، فیکٹریوں کا آلودہ پانی اپر چناب کینال میں پھینکنے کی تفصیلات

*4276: چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): کیا وزیر تحفظ ماحولیات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ اپر چناب کینال کے گردونواح میں ضلع شیخوپورہ کی حدود میں واقع فیکٹریاں زہر آلود پانی اس نہر میں چھوڑتی ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ روہی نالہ جو کہ چوہنگ لاہور کے قریب دریائے راوی میں گرتا ہے کا پانی فیکٹریوں کے چھوڑے گئے زہر آلود مواد پر مشتمل ہوتا ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ ان دونوں کا پانی بغیر ٹریٹمنٹ پلانٹ سے گزارے دریا میں چھوڑنے سے نہ صرف آبی مخلوق ختم ہو رہی ہے بلکہ یہ پانی فصلوں کے لئے بھی نقصان دہ ہے، اگر ہاں تو حکومت اس نقصان سے بچاؤ کے لئے کیا اقدامات اٹھا رہی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی):

(الف) یہ درست ہے کہ ضلع شیخوپورہ کی حدود میں واقع فیکٹریوں کا آلودہ پانی مختلف ڈرینوں سے گزرتا ہوا اپر چناب کینال میں گرتا ہے۔

(ب) یہ بھی درست ہے کہ روہی نالہ (ہڈیارہ ڈرین) جو چوہنگ کے قریب دریائے راوی میں گرتا ہے اس نالہ پر واقع ضلع لاہور میں بہت سی فیکٹریاں بھی اپنا آلودہ پانی اس میں ڈال رہی ہیں۔

(ج) یہ بھی درست ہے کہ آلودہ پانی کو بغیر ٹریٹمنٹ پلانٹ سے گزارے دریا میں چھوڑنے سے آبی مخلوق کو خطرات لاحق ہوتے ہیں اس ضمن میں محکمہ ماحولیات نے پاکستان کے تحفظ ماحولیات کے ایکٹ مجریہ 1997 کے تحت ضلع شیخوپورہ میں اور لاہور میں آبی آلودگی کا باعث بننے والے 175 یونٹوں بشمول ہسپتالوں، ہاؤسنگ کالونیوں کے خلاف کارروائی کی اور

ان کو Environmental Protection Orders جاری کئے کہ وہ آلودہ پانی کو National Environmental Quality Standards کے مطابق ٹریٹ کریں۔ 65یونٹوں کے خلاف کیس ماحولیاتی ٹریبونل میں دائر کئے گئے ۔ ٹریبونل نے 22 یونٹوں کو مبلغ۔/2025000روپے جرمانہ کیا اور بقیہ یونٹوں کے خلاف کیس ابھی زیر سماعت ہیں۔ محکمہ ماحولیات کے احکامات کے خلاف ورزی کرنے والے مزید یونٹوں کے خلاف کیس بھی ٹریبونل میں دائر کروادیئے جائیں گے ۔ محکمہ ہذا کی کوششوں سے اب تک لاہور میں 25فیکٹریوں نے اپنا آلودہ پانی صاف کرنے کے لئے treatment plants لگالئے ہیں۔

دریائے راوی میں آبی آلودگی کی روک تھام محکمہ ماحولیات نے متعلقہ اداروں / محکموں کو Waste Water Treatment Plants نصب کرنے کے لئے پہلے ہی ہدایات جاری کردی ہوئی ہیں۔ WASA لاہور غیر ملکی اداروں کی فنی اور مالی تعاون سے دو Sewage Treatment Plants لگانے کے لئے کوشاں ہے۔پنجاب انڈسٹریل اسٹیٹ ڈویلپمنٹ اینڈ مینجمنٹ کمپنی(PIEDMC) قائداعظم انڈسٹریل اسٹیٹ کوٹ لکھپت لاہور کی فیکٹریوں کے آلودہ پانی کی صفائی کے لئے ایک Treatment Plant Common Effluent لگانے کے منصوبہ پر کام کررہی ہے۔

حال ہی میں وزیر اعلیٰ پنجاب نے دریائے راوی کو آلودگی سے پاک کرنے کے لئے کمشنر لاہور ڈویژن کی سربراہی میں ایک کمیٹی تشکیل دی ہے جو اس ضمن میں قابل عمل action plan تیار کررہی ہے۔(تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)۔

ضلع لاہور،ماحولیاتی آلودگی کی تفصیلات

*4503: **محترمہ نگہت ناصر شیخ:** کیاوزیر تحفظ ماحولیات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ضلع لاہور میں تقریباً200 کے قریب فیکٹریاں ماحولیاتی آلودگی کا باعث بن رہی ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ سال 2009 کے دوران محکمہ ماحولیات نے صرف 35 فیکٹریوں کے خلاف کارروائی کی ؟

(ج) شمالی لاہور میں کتنی ایسی فیکٹریاں جو مضر صحت کوئلہ اور ٹائر جلا کر ماحولیاتی آلودگی کا باعث بن رہی ہیں نیز محکمہ ان کے خلاف کیا کارروائی عمل میں لا رہا ہے ؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی):

(الف) یہ تقریباً درست ہے۔

(ب) یہ درست نہ ہے۔ سال 2009 کے دوران محکمہ ماحولیات نے پاکستان کے ماحولیاتی تحفظ کے ایکٹ مجریہ 1997 کے تحت لاہور میں 66 فیکٹریوں / اداروں کو ماحولیاتی آلودگی کا باعث بننے پر Environmental Protection Orders جاری کئے۔ محکمہ کی ہدایات پر عمل نہ کرنے والے 37 یونٹوں کے خلاف کیس مجاز عدالت Environmental Tribunal میں دائر کئے جہاں یہ زیر سماعت ہیں۔ ضلعی آفیسر، تحفظ ماحولیات، لاہور نے آلودگی کا باعث بننے والے 116 یونٹوں کو seal کیا جس سے عوام کو خاطر خواہ ریلیف ملا ہے۔ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) شمالی لاہور میں 75 کے قریب ایسی فیکٹریاں / سٹیل ملز پائی گئیں جو ٹائر، ربڑ، آئرن سکریپ، کوئلہ وغیرہ جلا کر ماحولیات کی آلودگی کا باعث بنتی ہیں۔ سٹیل ملز میں اکثر چوری چھپے بالخصوص سردیوں میں پرانے ٹائر جلا کر ماحولیات کی آلودگی کا باعث بنتی ہیں۔ سٹیل ملز میں اکثر چوری چھپے بالخصوص سردیوں میں پرانے ٹائر بطور ایندھن استعمال کئے جاتے ہیں جو فضائی آلودگی کا باعث بنتے ہیں۔ پرانے ٹائر، ربڑ، اور Iron Scrap کو استعمال کرنے والی ایسی 71 فیکٹریوں / کارخانوں کے خلاف پاکستان کے تحفظ ماحولیات کے ایکٹ مجریہ 1997 کے تحت کارروائی کی گئی اور 36 فیکٹریوں کے خلاف cases ماحولیاتی عدالت میں بھیجے جن میں سے 6 یونٹوں کو عدالت نے جرمانہ کیا اور بقیہ کیسز ابھی زیر سماعت ہیں۔ اسی طرح ضلعی آفیسر، تحفظ ماحولیات نے بھی 8 سٹیل ملز کے خلاف پاکستان پینل کوڈ اور پنجاب

لوکل گورنمنٹ آرڈی نینس 2001 کے تحت 7 یونٹوں کو سیل کر دیا اور ایک کے خلاف FIR درج کرائی۔(تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)

محکمہ تحفظ ماحولیات کے انسپکٹرز ان علاقوں کا وقتاً فوقتاً دورہ کرتے رہتے ہیں تاکہ مزید کارخانوں / سٹیل ملز جو ٹائر یا substandard fuel کوئلہ وغیرہ استعمال کریں ان کا کھوج لگا کر ایسی ملوں کے خلاف بھی قانونی کارروائی کی جائے۔

ضلع اوکاڑہ اور بہاولنگر میں پولٹری فارمز کے لئے این او سی لینے کی تفصیلات

*4572: **محترمہ شبینہ ریاض**: کیاوزیر تحفظ ماحولیات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع بہاولنگر میں کتنے ایسے پولٹری فارمز ہیں جنہوں نے محکمہ سے این او سی حاصل نہیں کیا؟

(ب) کیا محکمہ نے ان کے خلاف کوئی کارروائی کی اگر کی تو کن کن پولٹری فارمز کے خلاف ان کے ناموں سے آگاہ کریں؟

(ج) مذکورہ ضلع میں محکمہ کے کتنے ملازمین اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں ان کو 2008-09 میں کتنا بجٹ فراہم کیا گیا اس بجٹ کو کن کن مدوں پر خرچ کیا گیا اس کی تفصیل سے آگاہ کریں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی):

(الف)

(i) ضلع اوکاڑہ میں کل پولٹری فارم 344 ہیں جن میں سے 270 اوپن شیڈ فارمز ہیں 74 کنٹرول شیڈ ہیں۔ اس وقت 90 کے قریب پولٹری فارمز بند پڑے ہیں۔ پاکستان انوائرنمنٹل پروٹیکشن ایکٹ 1997 کے نافذ ہونے کے بعد ضلع اوکاڑہ میں جو 181 پولٹری فارم بغیر NOC قائم ہوئے ہیں ان کے خلاف محکمہ نے قانونی کارروائی کی ہے۔

(ii) ضلع بہاولنگر میں کل 306 پولٹری فارم ہیں جو کہ تمام اوپن شیڈ فارمز ہیں۔ ان میں سے 136 پولٹری فارم بند پڑے ہیں اور بقایا 170 کام کر رہے ہیں ۔ پاکستان انوائرنمنٹل

پروٹیکشن ایکٹ 1997 کے نافذ ہونے کے بعد ضلع بہاولنگر میں جو 40 پولٹری فارم بغیر NOC قائم ہوئے ہیں ان کے خلاف محکمہ نے قانونی کارروائی کی ہے۔

(ب) جن پولٹری فارمز نے محکمہ تحفظ ماحولیات پنجاب سے NOC حاصل نہ کیا ہے ان کے خلاف پاکستان انوائرنمنٹل پروٹیکشن ایکٹ 1997 کے تحت کارروائی کی گئی ہے۔ ضلع اوکاڑہ کے ایسے پولٹری فارموں کے ناموں کی تفصیل Annexure-A ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے اور ضلع بہاولنگر کے پولٹری فارموں کے ناموں کی تفصیل Annexure-B ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج)

(i) محکمہ تحفظ ماحولیات کے ضلعی دفتر اوکاڑہ میں کل ملازمین / سٹاف کی تعداد 10 ہے جو جولائی 2007 سے دفتر ہذا میں اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں ۔ ضلعی دفتر اوکاڑہ کو 2008-09 کے مالی سال میں کل 16,06,133 کا Non-Development بجٹ فراہم کیا گیا جس میں سے۔/15,66,182 کے فنڈ مندرجہ ذیل مدوں میں خرچ کئے گئے۔

تنخواہ ملازمین	10,21,290
بجلی و گیس، پٹرول، سٹیشنری اخراجات	4,98,233
خریداری کمپیوٹر اجزاء	5,364,
مشینری و دیگر آلات وغیرہ کی مرمت	41,295
میزان	15,66,182

(ii) ضلع بہاولنگر میں 10 ملازم اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ ان کو 2008-09 میں کل ۔/14,50,457 روپے کا بجٹ فراہم کیا گیا جن میں سے -/6,17,109 روپے تنخواہوں میں استعمال کئے گئے اور -/8,33,348 روپے کا بجٹ بجلی و گیس ،پٹرول، سٹیشنری اخراجات میں استعمال ہوا ہے۔

ضلع قصور میں فیکٹریوں کے زہریلے پانی سے بیماریوں کا پھیلاؤ

*4576: شیخ علاؤالدین: کیا وزیر تحفظ ماحولیات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع قصور میں فیکٹریوں /کارخانوں کے زہریلے اور آلودہ پانی کو ٹھکانے لگانے کے لئے کیا اقدامات اٹھائے گئے ہیں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ ان فیکٹریوں کے گندے پانی سے عوام میں کینسر اور ہیپاٹائٹس جیسی خطرناک بیماریاں بڑھ رہی ہیں؟

(ج) کیا حکومت جدید تحقیق کی روشنی میں مذکورہ بالا مسائل حل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی):

(الف) ضلع قصور میں زیادہ تر فیکٹریاں چمڑا بنانے سے متعلق ہیں۔ حکومت پنجاب نے 237 سے زیادہ چمڑے کے کارخانوں (Tanneries) سے پیدا ہونے والے آلودہ پانی اور سالڈ ویسٹ کے مناسب معالجہ کے لئے Common Effluent Pre-Treatment Plant(CEPTP)، Chromium Recovery Pilot Plant(CRPP) اور Sanitary Landfill Site بنائے ہوئے ہیں۔ جو 2001 سے کام کر رہے ہیں۔ ان پلانٹس کی دیکھ بھال ایک ادارہ Tannery Waste Management Kasur Association کرتا ہے جو براہ راست ڈسٹرکٹ کو آرڈینیشن آفیسر (DCO) ضلعی حکومت قصور کے ماتحت کام کرتا ہے۔

(ب) یہ درست نہ ہے کیونکہ مذکورہ ویسٹ واٹر ٹریٹمنٹ پلانٹس کی تنصیب کے بعد ماحولیاتی صورتحال میں بہتری آئی ہے۔ عوام میں کینسر اور ہیپاٹائٹس جیسی خطرناک بیماریوں میں اگر کوئی اضافہ ہو رہا ہے تو اس کی وجہ محکمہ صحت پنجاب بہتر طور پر بتا سکتا ہے۔

(ج) حکومت پنجاب نے ضلع قصور میں عوام الناس کو پینے والے صاف پانی کی فراہمی کے لئے کچھ Water Filtration Plants نصب کئے ہیں۔ مزید برآں قصور شہر کے گندے پانی (sewage) کے معالجہ کے لئے بھی منصوبہ سازی کی جارہی ہے۔

قصور شہر کا ایس پی ایم لیول و دیگر تفصیلات

*4577: شیخ علاؤالدین: کیا وزیر تحفظ ماحولیات از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) قصور شہر کا SPM کا لیول کیا ہے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ SPM Level اب critical حد عبور کر چکا ہے؟

(ج) اگر جز(ب) کا جواب اثبات میں ہے تو قصور شہر میں فضائی آلودگی ختم کرنے کے لئے حکومت کی طرف سے کیا اقدامات اٹھائے گئے؟

(د) کیا قصور شہر میں چلنے والی گاڑیوں و دیگر ٹریفک کی emissions کو کم کرنے کے لئے حکومت نے کوئی ٹارگٹس مقرر کر کے ضروری اقدامات اٹھائے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی):

(الف) محکمہ تحفظ ماحولیات کے کئے گئے سروے کے مطابق قصور شہر میں اس وقت SPM کا لیول 200 سے لے کر 425 تک کے قریب ہے۔ قصور شہر کے SPM کا ڈیٹا Annexure-I ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

(ب) پنجاب کے دوسرے اضلاع کی طرح قصور میں بھی SPM کا لیول زیادہ ہے مگر حکومت پاکستان نے کسی critical حد کی تاحال منظوری نہیں دی ہے تاہم یہ فضائی آلودگی کے مجوزہ قومی معیار سے تجاوز کر چکی ہے۔

(ج) قصور شہر کا شمار اوسط درجے کے آلودہ شہروں میں ہوتا ہے یہ بات واضح کی جاتی ہے کہ فضائی آلودگی میں کمی مختلف محکموں کے باہمی ربط و اشتراک سے ہی ممکن ہے تاہم اس کے لئے محکمہ ہذا نے درج ذیل اقدامات اٹھائے ہیں۔

1۔ محکمہ ہذا نے وفاقی ادارہ تحفظ ماحولیات کے ساتھ مل کر گاڑیوں کے دھوئیں کے اخراج کے قومی معیارات مقرر کئے ہیں۔ جس کی پابندی ہر گاڑی چلانے والے کی ذمہ داری ہے۔ گاڑیوں کے معیارات کی کاپی Annexure-II ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔شہری فضائی آلودگی بشمول SPM کے قومی معیارات ابھی تک مقرر نہیں ہوئے ہیں اور محکمہ ہذا نے وفاقی ادارہ ماحولیات کے ساتھ مل کر ان معیارات کا ڈرافٹ تیار کر کے پاکستان انوائرنمنٹ پروٹیکشن کونسل کو منظوری کے لئے پیش کر دیا ہے۔ان کی کاپی Annexure-III ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

2۔ قصور شہر میں گاڑیوں کا دھواں اور سڑکوں کی نامناسب دیکھ بھال فضائی آلودگی کا سبب ہے۔ اس لئے پورے پنجاب میں ٹو سٹروک رکشے کو ختم کر کے 4 سٹروک رکشا متعارف کرایا جارہا ہے۔اسی طرح سے CNG رکشا دوسرے شہروں کی طرح قصور میں بھی متعارف کرایا گیا ہے۔

3۔ محکمہ تحفظ ماحولیات کا ضلعی آفس ٹریفک پولیس کے ساتھ مل کر دھواں چھوڑنے والی گاڑیوں کے خلاف مسلسل ایکشن لیتا ہے اور ایسی گاڑیوں کو جرمانے عائد کرتا ہے۔

4۔ اس کے علاوہ محکمہ ہذا نے تمام DCOs بشمول DCO ضلع قصور کو سڑکوں کی مناسب صفائی اور دیکھ بھال کی ہدایات دے رکھی ہیں جن کی تفصیل Annexure-IV ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔جن میں سڑکوں کے کنارے پختہ کروانا، سڑکوں کے ساتھ پودے لگانا، کوڑا جلانے پر پابندی لگانا، ایندھن میں ملاوٹ کو روکنا، زیادہ دھواں دینے والی گاڑیوں کو جرمانے کرنا اور شہر کی سڑکوں کو صاف رکھنا شامل ہیں۔

(د) ادارہ تحفظ ماحولیات حکومت پنجاب نے وفاقی ادارہ ماحولیات کے ساتھ مل کر گاڑیوں کے emission کے معیارات مقرر کئے ہیں۔پہلے مرحلے میں جولائی2009 سے emission کے معیارات مقرر ہو چکے ہیں جن کا اطلاق جولائی2009 سے جون2012 تک ہو گا۔دوسرے مرحلے میں جولائی2012 میں گاڑیوں کے قومی معیارات کو اور زیادہ سخت کر دیا جائے گا۔ گاڑیوں کے قومی معیارات کی کاپی Annexure-II ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔جہاں تک مزید حکومتی اقدامات کا تعلق ہے اس کا جواب جز(ج) میں دیا جا چکا ہے۔

ملتان شہر میں ایس پی ایم لیول کی تفصیلات

*4617: **ملک محمد عامر ڈوگر**: کیا وزیر تحفظ ماحولیات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) اس وقت ملتان شہر کا SPM کا لیول کیا ہے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ ایس پی ایم لیول اب critical حد عبور کر چکا ہے؟

(ج) اگر جز(ب) کا جواب اثبات میں ہے تو ملتان شہر کی آبادی کو صاف ہوا مہیا کرنے کے لئے حکومت کی طرف سے کیا اقدامات اٹھائے گئے ہیں؟

(د) کیا ملتان میں سڑکوں پر چلنے والی گاڑیوں و دیگر ٹریفک کی emissions کو کم کرنے کے لئے حکومت نے کوئی targets مقرر کر کے ضروری اقدامات اٹھائے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی):

(الف) اگست2009 کے اعداد و شمار کے مطابق ملتان میں قابل تنفس گرد کا لیول 350 سے لے کر 585 مائیکرو گرام فی مکعب میٹر ہے۔جب کے اس کا قومی معیار250 مائیکرو گرام فی مکعب میٹر ہے۔اعداد و شمار کی تفصیل Annexure-III ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) حکومت پاکستان نے ابھی تک SPM کے critical لیول کا تعین نہ کیا ہے۔پنجاب کے دوسرے اضلاع کی طرح ملتان میں بھی ایس پی ایم لیول زیادہ ہے جو مجوزہ قومی معیار کو عبور کر چکا ہے۔

(ج) آبادی کو صاف پانی مہیا کرنے کے لئے محکمہ تحفظ ماحولیات مندرجہ ذیل اقدامات کر رہا ہے۔

1۔ محکمہ ہر سال شجر کاری مہم کے ذریعے لوگوں کو درخت لگانے کی ترغیب دے رہا ہے۔

2۔ ادارہ ہذا نے حکومت پاکستان کے تعاون سے اگست2009 میں گاڑیوں کے دھوئیں میں موجود مختلف گیسوں کے قومی معیارات مقرر کئے ہیں جو کہ فضائی آلودگی کو کنٹرول کرنے کے لئے بنیادی اور اہم قدم ہے۔گاڑیوں کے معیارات کی کاپی Annexure-I ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔اسی طرح محکمہ تحفظ ماحولیات نے وفاقی ادارہ ماحولیات کے تعاون سے شہری فضائی آلودگی کے قومی معیارات تیار کئے ہیں جو کہ منظوری کے لئے پاکستان انوائرنمنٹ پروٹیکشن کونسل کو پیش کر دیئے گئے ہیں۔ان کی کاپی Annexure-II ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

3۔ اربن ایریاز میں گاڑیوں کا دھواں شہر کی ہوا کو آلودہ کرتا ہے۔ان مضر صحت اثرات کو کم کرنے کے لئے CNG رکشا اور بسز متعارف کرائی گئی ہیں۔نیز ٹو سٹروک رکشا کو ختم کرنے کے لئے اقدامات کئے جا رہے ہیں اور آئندہ چھ ماہ میں ٹو سٹروک رکشا کو ملتان شہر سے فیز آؤٹ کر دیا جائے گا۔انوائرنمنٹل موبائل اسکواڈ بنایا گیا ہے جو دھواں چھوڑنے والی گاڑیوں کے خلاف ٹریفک پولیس کی کوآرڈینیشن سے کام کر رہا ہے۔

4۔ ملتان شہر میں فضائی آلودگی کا ایک اور بڑا سبب پاک عرب فرٹیلائزرز ہے۔ادارہ ہذا نے پاک عرب فرٹیلائزرز کو فضائی آلودگی کنٹرول کرنے کے احکامات جاری کئے جس کے نتیجہ میں فیکٹری مذکورہ بالا نے NOx جیسی مضر صحت گیس کو کنٹرول کرنے والے آلات نصب کئے ہیں تاہم اس کی دوسری مضر صحت گیسوں کے کنٹرول نہ ہونے کی وجہ سے اس کے خلاف قانونی کارروائی ہو رہی ہے جس کی سماعت environment tribunal میں جاری ہے۔

5۔ ملتان شہر میں ٹریفک کی بڑھتی ہوئی آلودگی کے خلاف آگاہی کے لئے محکمہ تحفظ ماحولیات نے کئی سیمینار اور ورکشاپ منعقد کئے ہیں جس میں ٹرانسپورٹ کے نمائندوں کو خاص طور پر شامل کیا گیا ہے۔

(د) ادارہ تحفظ ماحولیات حکومت پنجاب نے وفاقی ادارہ ماحولیات کے ساتھ مل کر گاڑیوں کے emission کے معیارات مقرر کئے ہیں پہلے مرحلے میں جولائی 2009 سے emission کے معیارات مقرر ہو چکے ہیں جن کا اطلاق جولائی 2009 سے جون 2012 تک ہو گا۔دوسرے مرحلے میں جولائی 2012 میں گاڑیوں کے قومی معیارات کو اور زیادہ سخت کر دیا جائے گا۔ گاڑیوں کے قومی معیارات کی کاپی Annexure-II ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔جہاں تک مزید حکومتی اقدامات کا تعلق ہے اس کا جواب جز (ج) میں دیا جا چکا ہے۔

ملتان شہر میں فضائی اور آبی آلودگی کم کرنے کے اقدامات

*4618: **ملک محمد عامر ڈوگر**: کیا وزیر تحفظ ماحولیات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ملتان شہر میں فضائی (شور) آلودگی اور آبی آلودگی کو کم کرنے کے لئے کسی قسم کے کوئی اقدامات نہیں اٹھائے جا رہے ہیں؟

(ب) ملتان شہر میں بسوں، رکشوں و دیگر ٹریفک کی آلودگی کو ختم کرنے کے لئے کون کون سے اقدامات آج تک اٹھائے گئے ہیں؟

(ج) مذکورہ محکمہ نے ملتان شہر میں 2008 اور 2009 میں فضائی آلودگی پھیلانے والی کتنی گاڑیوں کے چالان کئے اور دیگر سزائیں دی گئیں، ان کی مکمل تفصیل سے آگاہ فرمائیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی):

(الف) یہ درست نہ ہے۔حکومت پنجاب ملتان شہر میں فضائی اور آبی آلودگی کو کنٹرول کرنے کے لئے حسب ذیل اقدامات کر رہی ہے:۔

1۔ ادارہ ہذا نے حکومت پاکستان کے تعاون سے اگست 2009 میں گاڑیوں کے دھوئیں میں موجود مختلف گیسوں کے قومی معیارات مقرر کئے ہیں جو کہ فضائی آلودگی کو کنٹرول کرنے کے لئے بنیادی اور اہم قدم ہے۔گاڑیوں کے معیارات کی کاپی Annexure-I ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔اسی طرح محکمہ تحفظ ماحولیات نے وفاقی ادارہ ماحولیات کے تعاون سے شہری فضائی آلودگی کے قومی معیارات تیار کئے ہیں جو کہ منظوری کے لئے پاکستان انوائرنمنٹ پروٹیکشن کونسل کو پیش کر دیئے گئے ہیں۔ان کی کاپی Annexure-II ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

2۔ اربن ایریاز میں گاڑیوں کا شور اور دھواں شہر کی ہوا کو آلودہ کرتا ہے۔ان مضر صحت اثرات کو کم کرنے کے لئے ملتان میں CNG رکشا اور بسز متعارف کرائی گئی ہیں جن کا شور عام رکشوں اور بسوں سے کم ہوتا ہے۔نیز ٹوسٹروک رکشا جو کہ شور کا باعث ہے کو ختم کرنے کے لئے اقدامات کئے جارہے ہیں اور آئندہ چھ ماہ میں ٹوسٹروک رکشا کو ملتان شہر سے فیز آؤٹ کر دیا جائے گا۔انوائرنمنٹل موبائل اسکواڈ بنایا گیا ہے جو دھواں چھوڑنے والی گاڑیوں کے خلاف ٹریفک پولیس کی کوآرڈینیشن سے کام کر رہا ہے۔اس کے علاوہ محکمہ ہذا نے پریشر ہارن پر مکمل طور پر پابندی لگا رکھی ہے۔

3۔ ملتان شہر میں ٹریفک کی بڑھتی ہوئی آلودگی کے خلاف آگاہی کے لئے محکمہ تحفظ ماحولیات نے کئی سیمینار اور ورکشاپ منعقد کئے ہیں جس میں ٹرانسپورٹ کے نمائندوں کو خاص طور پر شامل کیا گیا ہے۔

4۔ ملتان میں آبی آلودگی کا بڑا ذریعہ شہری گندا پانی ہے جو کہ واسا ملتان نہروں میں ٹریٹمنٹ کے بغیر ڈسچارج کر رہا ہے جس سے یہ نہریں آلودہ ہو رہی ہیں۔ادارہ تحفظ ماحولیات نے واسا ملتان کو یہ ویسٹ واٹر صاف کرنے کے احکامات جاری کئے تھے جس کے نتیجے میں واسا ملتان نے ایشین ڈویلپمنٹ بنک کے تعاون سے سیوریج ٹریٹمنٹ پلانٹ ڈیزائن کیا ہے اور واسا نے اس سلسلے میں زمین خرید کر اس پر عملی کام شروع کر دیا ہے۔

5۔ اسی طرح ملتان انڈسٹریل اسٹیٹ کا ویسٹ واٹر بغیر صاف کئے دریائے چناب میں ڈسچارج کیا جارہا ہے۔اس خلاف ورزی پر بورڈ آف مینجمنٹ ملتان انڈسٹریل اسٹیٹ کے خلاف کارروائی

کرتے ہوئے انوائرنمنٹل پروٹیکشن آرڈر جاری کیا گیا ہے اور صنعتی پانی کو صاف نہ کرنے کی پاداش میں ملتان انڈسٹریل اسٹیٹ کا کیس بھی تحفظ ماحولیاتی عدالت میں زیر سماعت ہے۔

(ب) CNG رکشاز اور بسز متعارف کرائی گئی ہیں نیز ٹو سٹروک رکشا کو ختم کرنے کے لئے اقدامات کئے جا رہے ہیں اور آئندہ چھ ماہ میں ٹو سٹروک رکشاز کو اربن ایریاز سے فیز آؤٹ کر دیا جائے گا۔انوائرنمنٹل موبائل سکواڈ بنایا گیا ہے جو دھواں چھوڑنے والی گاڑیوں کے خلاف ٹریفک پولیس کی کوآرڈینیشن سے کام کر رہا ہے۔شہریوں اور ٹرانسپورٹرز میں شعور بیدار کرنے کے لئے سیمینارز کا انعقاد کیا گیا ہے۔اگست2009 سے گاڑیوں میں مختلف گیسوں مثلاً دھواں، کاربن مونو آکسائیڈ، شور، ہائیڈرو کاربن، نائٹروجن کے آکسائیڈ، گرد وغیرہ کے نئے قومی معیارات مقرر کر دیئے گئے ہیں۔

(ج) ٹریفک پولیس کو آرڈینیشن سے2008 میں فضائی آلودگی پھیلانے والی2205 گاڑیوں کے چالان کئے گئے۔2009 میں1621 گاڑیوں کے چالان کئے گئے ہیں۔انوائرنمنٹل موبائل اسکواڈ فضائی آلودگی پھیلانے والی گاڑیوں کے خلاف ٹریفک پولیس کے تعاون سے کام کر رہا ہے جرمانے کے علاوہ اس کی کوئی اور سزا مقرر نہ ہے۔

بہاولنگر شہر، رائس ملز کی آبادیوں سے باہر منتقلی

*4663: محترمہ ثمینہ نوید(ایڈووکیٹ): کیا وزیر تحفظ ماحولیات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ بہاولنگر شہر کے مدینہ ٹاؤن، ذیلدار ٹاؤن اور اقبال ٹاؤن کی آبادیاں رائس ملز کی زد میں ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ان رائس ملز سے پھیلنے والی آلودگی نے شہریوں کی زندگی تنگ کر رکھی ہے اور مختلف بیماریوں میں مبتلا ہو چکے ہیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ شہریوں کی شکایت پر متعلقہ محکمہ نے سروے کیا اور رپورٹ تیار کی جس میں شہریوں کی شکایت کو جائز قرار دیا گیا اور رائس ملز کے خلاف رپورٹ تیار کی گئی؟

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ رائس ملز کو شہری آبادی سے دور منتقل کرنے کو تیار ہے تو کب تک، نہیں تو وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی):

(الف) ہاں! یہ درست ہے کہ بہاولنگر شہر کے مدینہ ٹاؤن، ذیلدار ٹاؤن اور اقبال ٹاؤن میں میسرز کوئٹہ رائس ملز، میسرز ملت رائس ملز، میسرز نیشنل رائس ملز اور میسرز بسم اللہ رائس ملز چل رہی ہیں۔

(ب) ہاں! یہ درست ہے کہ یہ رائس ملز ارد گرد کے ماحولیات پر منفی اثرات مرتب کر رہی ہیں۔

(ج) یہ بھی درست ہے کہ اہل علاقہ و نزدیکی زمیندار کی شکایت پر ڈسٹرکٹ آفیسر تحفظ ماحولیات بہاولنگر نے متعلقہ رائس ملز کا سروے کیا اور رائس ملز سے پیدا شدہ آلودگی کے خلاف رپورٹیں محکمہ تحفظ ماحولیات پنجاب کو بھیجیں۔

(د) مذکورہ رائس ملز کے خلاف تحفظ ماحولیات ایکٹ 1997 کے مطابق کارروائی عمل میں لائی جا چکی ہے۔ رائس ملز مالکان کو آلودگی پیدا کرنے کے جرم میں ایکٹ کی دفعہ 16 کے تحت انوائرنمنٹل پروٹیکشن آرڈرز جاری کئے گئے ہیں۔ ان حکم ناموں کے مطابق رائس ملز مالکان کو پیدا ہونے والی آلودگی کی روک تھام کے لئے تکنیکی طریقے اختیار کرنے کا حکم جاری کیا گیا ہے۔ جس پر کسی حد تک عمل بھی ہوا۔ میسرز کوئٹہ رائس ملز اور ملت رائس ملز نے آلودہ پانی کی نکاسی کے لئے سیوریج پائپ ڈال دیئے ہیں لیکن نیشنل رائس ملز اور میسرز بسم اللہ رائس ملز کا ناصاف اور آلودہ پانی گندے پانی کے جوہڑ میں ڈالا جا رہا ہے۔ علاوہ ازیں تمام رائس ملز سے نکلنے والی سیاہ راکھ نزدیکی ہمسائیوں کے لئے تنگی کا باعث ہے اس لئے ان رائس ملز کے خلاف کیس ماحولیاتی ٹربیونل میں دائر کئے جا رہے ہیں۔ جہاں تک ان رائس ملز کو آبادی سے باہر منتقل کرنے کا سوال ہے یہ محکمہ ماحولیات کے اختیارات کار میں شامل نہ ہے۔

لاہور میں گرین ٹاؤن اور ٹاؤن شپ آبادی سے فیکٹریاں باہر منتقل کرنے کا مسئلہ

*4665: **محترمہ سیمل کامران:** کیا وزیر تحفظ ماحولیات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گرین ٹاؤن اور ٹاؤن شپ کے رہائشی ایریا میں مختلف فیکٹریاں لگائی گئی ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ فیکٹری کے شور سے مقامی لوگوں کی زندگی اجیرن ہو چکی ہے اور لوگ رات کے وقت آرام کرنے سے قاصر ہیں؟

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت ان فیکٹریوں کو رہائشی ایریا کے بجائے انڈسٹریل ایریا میں شفٹ کرنے کا کوئی ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک اور نہیں تو وجوہات سے معزز ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی):

(الف) یہ درست ہے ۔گرین ٹاؤن اور ٹاؤن شپ کے رہائشی علاقوں میں زیادہ تر cottage industry لگی ہوئی ہے جن میں embroidery،ویلڈنگ ، سٹیل ورکشاپ اور ماربل کٹرز وغیرہ شامل ہیں۔

(ب) یہ درست ہے کہ ان فیکٹریوں /کمرشل سرگرمیوں کی وجہ سے رہائشی علاقہ میں شور کے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔

(ج) ان فیکٹریوں کے انڈسٹریل اور کمرشل سرگرمیوں کو مذکورہ رہائشی علاقوں سے شفٹ کرنے کی ذمہ داری سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور کی ہے اس ضمن میں DCOلاہور سے درخواست کی گئی ہے کہ مذکورہ رہائشی علاقوں سے شور اور دیگر ماحولیاتی مسائل کا سبب بننے والی صنعتی /کمرشل سرگرمیوں کا خاتمہ کریں۔ محکمہ تحفظ ماحولیات کو ٹاؤن شپ میں موجود6یونٹوں کے خلاف عوامی شکایت وصول ہوئی تھی جن کے خلاف پاکستان تحفظ ماحولیات کے قانون مجریہ1997 کے تحت کارروائی کی اور ان کو Environmental Protection Orders جاری کئے گئے کہ وہ آلودگی پیدا کرنے والی سرگرمیاں بند کر دیں۔ عدم تعمیل پر2 سٹیل ورکشاپ کو سیل کر دیا گیا اور 2ماربل کٹرز کے خلاف کیس ماحولیاتی ٹربیونل لاہور میں دائر کرادیئے گئے جہاں یہ زیر سماعت ہیں۔ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

لاہور میں فیکٹریوں میں واٹر ٹریٹمنٹ پلانٹ لگانے کی تفصیلات

*4675: **محترمہ نسیم لودھی:** کیاوزیر تحفظ ماحولیات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) صوبائی دار لحکومت میں کتنی فیکٹریوں نے واٹر ٹریٹمنٹ پلانٹ لگائے ہوئے ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ لاہور میں موجود فیکٹریوں میں سے بے شمار نے واٹر ٹریٹمنٹ پلانٹ نہیں لگائے نیز جن فیکٹریوں نے ٹریٹمنٹ پلانٹ نہیں لگائے، کیا محکمہ نے ان کے خلاف کوئی کارروائی کی، مکمل تفصیل سے آگاہ فرمائیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی):

(الف) محکمہ ماحولیات کی کوششوں سے لاہور میں 26 فیکٹریوں نے Wastewater Treatment Plants لگائے ہوئے ہیں۔(تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)

(ب) لاہور میں موجود پرانی فیکٹریوں کی اکثریت میں Wastewater Treatment Plants لگانے کے لئے جگہ دستیاب نہیں ہے۔ اس کا حل صرف مشترکہ پلانٹ Common Effluent Treatment Plant لگانے میں ہے۔اس ضمن میں قائداعظم انڈسٹریل اسٹیٹ(QIE) میں موجود تقریباً 360 فیکٹریوں کے آلودہ پانی کو صاف کرنے کے لئے ایک مشترکہ پلانٹ Common Effluent Treatment Plant لگانے کے لئے قائد اعظم انڈسٹریل اسٹیٹ کی انتظامیہ نے محکمہ ماحولیات کی کوششوں سے جگہ حاصل کرلی ہے اور ٹریٹمنٹ پلانٹ نصب کرنے کا کام بھی شروع کردیا جائے گا۔اسی طرح گلبرگ انڈسٹریل ایریا میں تقریباً 80 کے قریب فیکٹریوں ہیں جن کا آلودہ پانی WASA لاہور کے Central Drainage System سے منسلک ہے جو کہ گندے پانی کے نالہ کے ذریعے دریائے راوی میں گرتا ہے۔WASA جاپان کے فنی اور مالی تعاون سے لاہور میں بابو صابو کے قریب ایک Sewage Treatment Plant لگانے کے لئے کوشاں ہے جہاں Central Drainage System کے آلودہ پانی کو صاف کیا جائے گا جس میں گلبرگ انڈسٹریل ایریا کی فیکٹریوں کا آلودہ پانی بھی شامل ہے۔

محکمہ ہذا نے لاہور میں 52 فیکٹریوں کو جو پانی آلودگی کا باعث بن رہی ہیں کے خلاف پاکستان کے تحفظ ماحولیات مجریہ 1997 کے تحت کارروائی کی اور مزید فیکٹریوں کے خلاف کارروائی کی جارہی ہے۔

سال 10-2009 میں ماحولیاتی آلودگی پھیلانے والی فیکٹریوں کو جرمانوں کی تفصیلات

*4687: **محترمہ نسیم لودھی:** کیا وزیر تحفظ ماحولیات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سال 10-2009 کے دوران لاہور میں کتنی فیکٹریوں کو ماحولیاتی آلودگی پھیلانے کی وجہ سے جرمانے کئے گئے نیز جن جن فیکٹریوں کو جرمانہ کیا گیا ان کے ناموں کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) سال 10-2009 کے ان جرمانوں سے حکومت کے خزانے میں کتنی رقم جمع کروائی گئی؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی):

(الف) جنوری 2009 سے جنوری 2010 کے دوران محکمہ ماحولیات نے ضلع لاہور کی 43 فیکٹریوں/پراجیکٹس کے خلاف بوجوہ خلاف ورزی تحفظ ماحولیات ایکٹ 1997، استغاثے انوائرنمنٹل ٹریبونل لاہور میں دائر کئے گئے۔ جن میں سے 22 فیکٹریوں/پراجیکٹس کو استغاثے ثابت ہونے پر مذکورہ عدالت نے -/1154000 روپے جرمانہ عائد کیا ہے۔ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ یہ بات ضمناً عرض ہے کہ تحفظ ماحولیات ایکٹ کے مطابق آلودگی پھیلانے والے پراجیکٹس یا فیکٹری پر جرمانے لگانے کا اختیار مذکورہ عدالت ہی کو ہے۔ جو جنوری 2009 سے 30۔اگست 2009 تک بوجہ غیر موجودگی چیئرپرسن/جج بند رہی اور چیئرپرسن کی تقرری وفاقی حکومت کا اختیار ہے۔

(ب) انوائرنمنٹل ٹریبونل کے عائد کردہ تمام جرمانہ جات بذریعہ کورٹ آرڈر گورنمنٹ اکاونٹ میں بذریعہ محکلکہ جات جمع ہوتے ہیں۔ عائد کردہ جرمانہ کی رقم جز (الف) میں بیان کی گئی ہے۔

سیالکوٹ، نالہ ایک میں گرنے والے آلودہ پانی سے متعلقہ تفصیلات

*4817: چودھری طاہر محمود ہندلی (ایڈووکیٹ): کیا وزیر تحفظ ماحولیات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع سیالکوٹ کے کتنے کارخانوں اور ٹینریوں کا آلودہ پانی نالہ ایک میں گرتا ہے محکمہ نے پانی کو صاف رکھنے کے لئے کیا اقدامات اٹھائے ہیں؟

(ب) ٹینریوں کا پانی ضائع کرنے کے لئے جو لوگ زمین میں بور کرتے ہیں ان کا کیا حل نکالا گیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی):

(الف) ضلع سیالکوٹ میں تقریباً 40 کے قریب مختلف اقسام کے کارخانوں اور 90 کے قریب ٹینریوں کا آلودہ پانی نالہ ایک میں گرتا ہے۔اب تک تقریباً تمام ٹینریز یونٹس کو پاکستان کے تحفظ ماحولیات کے ایکٹ مجریہ 1997 کے تحت نوٹس جاری کئے جا چکے ہیں اور ان میں 60 ٹینریوں کو Environmental Protection Orders جاری کئے جا چکے ہیں کہ وہ اپنے آلودہ پانی کو صاف کرنے کے لئے اقدامات کریں بصورت دیگر ان کے خلاف کیس ماحولیاتی ٹربیونل لاہور میں دائر کروا دیئے جائیں گے۔محکمہ تحفظ ماحولیات کی کوششوں سے سیالکوٹ ٹینزی ایسوسی ایشن نے Tannery Zone Establishment of Sialkot کا پراجیکٹ بنایا ہے جس میں سیالکوٹ میں موجود تمام ٹینریوں کو کھمبرانوالہ گاؤں کے نزدیک منتقل کیا جائے گا۔اس ضمن میں تقریباً 400 ایکڑ زمین حال ہی میں خریدی گئی ہے جس کے لئے حکومت پنجاب نے 294.51 ملین روپے بطور بلاسود قرضہ مہیا کیا ہے۔ سیالکوٹ ٹینزی زون پراجیکٹ میں ٹینریوں کے آلودہ پانی کی صفائی کے لئے ایک Common Effluent Treatment Plant لگایا جائے گا اور سالڈ ویسٹ کے لئے Sanitary Landfill Site بنائی جائے گی جس سے ماحولیات پر ہونے والے منفی اثرات کو ختم کرنے میں مدد ملے گی۔

(ب) ضلع آفیسر (تحفظ ماحولیات) سیالکوٹ کے سروے کے مطابق ضلع سیالکوٹ میں اس امر کی کوئی شکایت نہ ملی ہے کہ ٹینریاں اپنا آلودہ پانی زیر زمین بور کر کے ڈالتی ہیں۔ تاہم

سیالکوٹ کے کچھ علاقہ میں کوئی ڈرین / سیوریج سسٹم نہ ہونے کی وجہ سے اس ڈرین پر موجود صنعتی یونٹس اپنا آلودہ پانی کھڈوں یا کنوؤں میں ڈالتے ہیں۔ایسے 22یونٹوں کے خلاف پاکستان کے تحفظ ماحولیات ایکٹ مجریہ 1997 کے تحت کارروائی کا آغاز کیا گیا ہے اور ان کو نوٹس جاری کئے جا چکے ہیں۔(تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)

بھٹہ خشت کے دھوئیں سے بچاؤ کے لئے حکومتی اقدامات

*4818:**چودھری طاہر محمود ہندلی(ایڈووکیٹ):** کیا وزیر تحفظ ماحولیات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ بھٹہ خشت سے اٹھنے والا دھواں سے فضائی آلودگی میں قدرے اضافہ ہوا ہے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ اس دھوئیں سے انسانی جانوں کو خطرات لاحق ہیں محکمہ نے اس سلسلہ میں کیا اقدامات اٹھائے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات(سردار محمد ایوب خان گادھی):

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) یہ بھی درست ہے کہ بھٹہ خشت سے اٹھنے والا دھواں قرب وجوار کے رہائشیوں کی صحت کے لئے منفی اثرات کا حامل ہو سکتا ہے۔اس ضمن میں محکمہ ماحولیات نے 78 بھٹہ خشت کے خلاف پاکستان کے تحفظ ماحولیات کے قانون مجریہ 1997 کے تحت کارروائی کی اور ان کو Environmental Protection Orders جاری کئے کہ وہ آلودگی کنٹرول کرنے کے اقدامات کریں۔محکمہ کے احکامات کی عدم تعمیل پر 27 بھٹوں کے کیس ماحولیاتی ٹربیونل میں دائر کئے گئے۔ٹربیونل نے 6 بھٹوں کو جرمانہ کیا اور بقیہ بھٹوں کے خلاف کیس ابھی زیر سماعت ہیں۔مزید بھٹوں کے خلاف کیس بھی جلد ماحولیاتی ٹربیونل میں دائر کرا دیئے جائیں گے،تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

ای پی اے کا مالی سال 08-2007 اور 09-2008 کا بجٹ و دیگر تفصیلات

*5043: سردار خالد سلیم بھٹی: کیا وزیر تحفظ ماحولیات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ای پی اے کا مالی سال08۔2007 اور09۔2008 کا کل بجٹ مدوار بتائیں؟

(ب) ان سالوں کے دوران کتنی رقم تحفظ ماحولیات کے منصوبہ جات پر خرچ ہوئی ان منصوبہ جات کے نام اور تخمینہ لاگت بتائیں؟

(ج) ان سالوں کے دوران کتنی رقم سرکاری ملازمین کی تنخواہوں/ٹی اے/ڈی اے پر خرچ ہوئی؟

(د) ان سالوں کے دوران رقم کتنی سرکاری گاڑیوں کی مرمت/پٹرول/ڈیزل پر خرچ ہوئی؟

(ہ) ان سالوں کے دوران کتنی رقم ٹیلی فون اور دیگر یوٹیلٹی بلز کی ادائیگی پر خرچ ہوئی؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی):

(الف) ای پی اے پنجاب کے غیر ترقیاتی بجٹ اور ترقیاتی بجٹ برائے سال08-2007 اور 09-2008 کی تفصیل درج ذیل ہے:

مدات	سال08-2007	سال09-2008
غیر ترقیاتی بجٹ	مبلغ-/33865000روپے	مبلغ-/38338000روپے (تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)
ترقیاتی بجٹ	مبلغ-/133400000 روپے	مبلغ-/227160000روپے

(ب) ان دو سالوں کے دوران کل رقم مبلغ -/262019000تحفظ ماحولیات کے منصوبہ جات پر خرچ ہوئی-ان منصوبہ جات کے نام اور تخمینہ لاگت کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے-

(ج) ان دو سالوں کے دوران سرکاری ملازمین کی تنخواہوں پر مبلغ-/30888891روپے خرچ ہوئے اور ٹی اے/ڈی اے پر مبلغ-/648149روپے خرچ ہوئے-

(د) ان دو سالوں کے دوران مبلغ-/965392 روپے سرکاری گاڑیوں کی مرمت پر اور مبلغ -/2276491روپے گاڑیوں کے پٹرول/ڈیزل سی این جی کے لئے خرچ ہوئے-

(ہ) ان دو سالوں کے دوران مبلغ-/930019روپے ٹیلی فون پر اور مبلغ-/1692049 روپے دیگر یوٹیلٹی بلز کی ادائیگی پر خرچ ہوئے۔(تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)

انوائرنمنٹ پروٹیکشن اتھارٹی کا قیام و دیگر تفصیلات

*5044: سردار خالد سلیم بھٹی: کیا وزیر تحفظ ماحولیات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) انوائرنمنٹ پروٹیکشن اتھارٹی کے قیام کے اغراض و مقاصد کیا تھے؟

(ب) اس کے قیام سے آج تک اس اتھارٹی نے پنجاب میں ماحولیات کی بہتری کے لئے کیا اقدام اٹھائے ہیں؟

(ج) اس اتھارٹی نے فضائی آلودگی کے خاتمہ کے لئے کیا کیا اقدامات اٹھائے ہیں؟

(د) اس اتھارٹی نے فیکٹریوں/کارخانوں کے فضلہ اور گندے پانی کی آلودگی کے لئے کیا اقدامات اٹھائے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی):

(الف) ادارہ تحفظ ماحولیات پنجاب(Environmental Protection Agency) کے قیام کے اہم اغراض و مقاصد میں ماحولیات کی حفاظت، آلودگی کی روک تھام، عوام الناس میں ماحولیاتی شعور کی آگاہی اور پائیدار ترقی sustainable development کے فروغ کی انجام دہی شامل ہے۔

(ب) پنجاب میں ماحولیات کی بہتری کے لئے اٹھائے گئے اقدامات کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) موٹر گاڑیوں کی وجہ سے ہونے والی فضائی آلودگی کی روک تھام کے لئے محکمہ تحفظ ماحولیات کے انسپکٹرز ٹریفک پولیس کے تعاون سے دھواں دینے والی گاڑیوں کے چالان کر رہے ہیں۔ فیکٹریوں کی وجہ سے ہونے والی فضائی آلودگی کی روک تھام کے لئے ان فیکٹریوں کے خلاف پاکستان تحفظ ماحولیات کے ایکٹ مجریہ 1997 کے تحت کارروائی کرتے ہوئے ان فیکٹریوں کو Environmental Protection Orders جاری کئے جاتے ہیں کہ وہ آلودگی کو کنٹرول کرنے کے اقدامات کریں یا آلودگی پھیلانے والی سرگرمیاں بند کر

دیں۔محکہ کے احکامات کی عدم تعمیل کرنے والی فیکٹریوں کے خلاف کیس ماحولیاتی ٹربیونل لاہور میں دائر کرا دیئے جاتے ہیں۔ماحولیاتی ٹربیونل میں اب تک440یونٹوں بشمول فضائی آلودگی پھیلانے والی فیکٹریوں کے خلاف کیس دائر کرائے۔ماحولیاتی ٹربیونل نے161 کیسوں کا فیصلہ کیا اور80یونٹوں کو جرمانہ کیا اور بقایا کیس زیر سماعت ہیں۔

(د) فیکٹریوں /کارخانوں کے فضلہ اور گندے پانی کی وجہ سے ہونے والی آلودگی کی روک تھام کے لئے ان فیکٹریوں کے خلاف پاکستان تحفظ ماحولیات کے ایکٹ مجریہ1997 کے تحت کارروائی کرتے ہوئے ان کو Environmental Protection Orders جاری کئے جاتے ہیں کہ وہ آلودگی کو کنٹرول کرنے کے اقدامات کریں یا آلودگی پھیلانے والی سرگرمیاں بند کر دیں۔محکمہ کے احکامات کی عدم تعمیل کرنے والی فیکٹریوں کے خلاف کیس ماحولیاتی ٹربیونل لاہور میں دائر کرا دیئے جاتے ہیں۔ماحولیاتی ٹربیونل میں اب تک 440 یونٹوں بشمول آبی آلودگی پھیلانے والی فیکٹریوں کے خلاف کیس دائر کرائے۔ماحولیاتی ٹربیونل نے 161 کیسوں کا فیصلہ کیا اور80یونٹوں کو جرمانہ کیا اور بقایا کیس زیر سماعت ہیں۔(تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)

محکمہ ہذا کی کوششوں سے ضلع قصور میں 237 ٹینریوں کے آلودہ پانی کی صفائی کے لئے Common Effluent Pre-Treatment Plant لگایا گیا ہے۔اسی طرح ضلع سیالکوٹ میں موجود تقریباً230ٹینریوں کے لئے علیٰحدہ Tannery Zone بنانے کے منصوبہ پر کام کیا جارہا ہے۔جس میں Common Effluent Treatment Plant کی تنصیب بھی شامل ہے۔

لاہور میں ماحولیاتی آلودگی کی تفصیلات

*5160: محترمہ راحیلہ خادم حسین: کیا وزیر تحفظ ماحولیات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

کیا یہ درست ہے کہ صرف لاہور میں200سے زائد فیکٹریاں پرانے ٹائر اور مضر صحت کوئلہ جلا کر ماحولیاتی آلودگی کا باعث بن رہی ہیں، اس مضر صحت آلودگی سے لوگوں کو بچانے کے لئے حکومت کیا اقدامات اٹھا رہی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی):

یہ جزوی طور پر درست ہے۔ سوئی گیس کی لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے کچھ سٹیل ملز نے غیر معیاری ایندھن بشمول ٹائر اور کوئلہ جلانا شروع کیا جو فضائی آلودگی کا باعث بنتا ہے۔ محکمہ ماحولیات نے ایسی 40 سٹیل ملز کے خلاف کارروائی کی اور 23 سٹیل ملز کو پاکستان کے تحفظ ماحولیات کے ایکٹ مجریہ 1997 کے تحت Environmental Protection Orders جاری کئے گئے کہ وہ غیر معیاری ایندھن جلانا بند کر دیں یا فضائی آلودگی کنٹرول کرنے کے آلات لگائیں۔ عدم تعمیل پر ان میں سے 18 سٹیل ملز کے خلاف Cases ماحولیاتی ٹربیونل لاہور میں دائر کروا دیئے گئے ہیں جو کہ زیر سماعت ہیں۔

محکمہ تحفظ ماحولیات کے انسپکٹرز اپنے علاقوں کا وقتاً فوقتاً دورہ کرتے رہتے ہیں جیسے ہی غیر معیاری ایندھن (ٹائر، کوئلہ) استعمال کرنے کی شکایت سامنے آئی تو ایسی فیکٹریوں کے خلاف مذکورہ ایکٹ کے تحت کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔

لاہور میں فضائی آلودگی کی تفصیلات

*5222: **چودھری محمد اسد اللہ:** کیا وزیر تحفظ ماحولیات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ لاہور میں آٹو اور موٹر سائیکل رکشاؤں کے شور اور دھواں کی وجہ سے لاہور کی فضائی آلودگی میں اضافہ ہو گیا ہے؟

(ب) کیا حکومت 2 سٹروک رکشاؤں کی وجہ سے پیدا ہونے والی آلودگی کی روک تھام کے لئے کوئی اقدامات اٹھانے کا ارادہ رکھتی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تحفظ ماحولیات (سردار محمد ایوب خان گادھی):

(الف) یہ جزوی طور پر درست ہے۔ لاہور شہر کی مصروف شاہراہوں اور قرب وجوار کے علاقہ میں آٹو اور موٹر سائیکل رکشاؤں کے شور اور دھواں کی وجہ سے فضائی آلودگی میں اضافہ ہو گیا ہے۔

حکومت پنجاب محکمہ ٹرانسپورٹ نے 2۔ سٹروک رکشاؤں کی وجہ سے پیدا ہونے والی آلودگی کی روک تھام کے لئے نئے 2۔ سٹروک رکشاؤں کی رجسٹریشن پر 2005-01-01 سے پابندی لگادی تھی اور 4۔ سٹروک رکشاؤں کی دستیابی کے لئے اقدامات شروع کر دیئے تھے۔ محکمہ ایکسائز ٹیکسیشن کے اعداد و شمار کے مطابق لاہور میں جنوری 2010 تک 20616 4۔ سٹروک رکشے، 537682 2۔ سٹروک رکشے اور 5104 موٹر سائیکل رکشے ہیں ۔ محکمہ ٹرانسپورٹ پنجاب نے 2۔ سٹروک رکشا مالکان کو 31۔ مارچ 2010 تک اپنے رکشا جات کو 4۔ سٹروک رکشا میں تبدیل کرنے کی اجازت دی ہوئی ہے بصورت دیگر ان کے خلاف سخت قانونی کارروائی کی جائے گی۔

(ب) عوام الناس کو موٹر گاڑیوں کی وجہ سے ہونے والی فضائی آلودگی سے بچانے کے لئے محکمہ ماحولیات کی ٹیمیں سٹی ٹریفک پولیس لاہور کے تعاون سے آلودگی کا باعث بننے والی گاڑیوں کا چالان کر رہی ہیں ۔ مورخہ 2009-05-25 تا 2010-01-30، 18432 گاڑیوں کے چالان کئے گئے ہیں جن میں 11926 رکشے بھی شامل ہیں۔ اس ضمن میں سٹی ٹریفک پولیس لاہور کا جواب بھی ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

محترمہ فوزیہ بہرام: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ فوزیہ بہرام صاحبہ!

محترمہ فوزیہ بہرام: جناب سپیکر! میں ایک اہم معاملہ آپ کے علم میں لانا چاہتی ہوں کہ حال ہی میں پنجاب پبلک سروس کمیشن سے سینئر ہیڈ مسٹریس اور ڈپٹی ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر (زنانہ) کی سلیکشن ہوئی ہے۔ ان کی تعیناتی ان کے رہائشی اضلاع کی بجائے دوسرے اضلاع میں ہوئی ہے جیسے شیخوپورہ والوں کو لاہور اور لاہور والوں کو شیخوپورہ میں تعینات کیا جارہا ہے۔ اس سے ان خواتین میں بہت بے چینی پائی جاتی ہے اور جب تک وہ اپنے اضلاع میں تعینات نہ ہوں گی وہ درست طریقے سے

اپنا کام سرانجام نہیں دے سکتیں تو میری وزیر تعلیم اور محکمہ تعلیم سے آپ کی وساطت سے یہ درخواست ہے کہ خواتین کو ان کے متعلقہ اضلاع میں تعینات کیا جائے۔ بہت مہربانی

جناب سپیکر: جی، زمرد یاسمین صاحبہ!

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: بہت شکریہ۔ جناب سپیکر! 12 ربیع الاول کے مبارک دن کی آمد ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ہستی ہیں جو مقصود رب کائنات ہیں، جو وجہ وجود کائنات ہیں۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر! حضرت محمد ﷺ پر ہماری جان مال اور آل اولاد ہر چیز قربان ہو۔ میں اس سلسلے میں ایک بہت اہم بات عرض کرنے جا رہی ہوں کہ 12 ربیع الاوّل کے دن کے حوالے سے لوگوں نے اپنے جذبات کا اظہار کرنا ہوتا ہے اور لوگ مختلف طریقوں سے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں، کہیں محافل میلاد کی تقریبات منعقد کی جاتی ہیں اور کہیں قرآن خوانی کی تقریبات کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ میں اس معزز ایوان کے توسط سے وفاقی حکومت سے التجاء کرتی ہوں کہ 12 ربیع الاول کے دن لوڈشیڈنگ نہ کی جائے تا کہ اندھیرے کا فائدہ اٹھا کر دہشتگرد یہاں پر کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں۔

جناب سپیکر! اس سولہویں اجلاس کو ایک مہینے سے زیادہ کا عرصہ ہو چلا ہے اور اس اجلاس میں بارہا ایک موضوع پر توجہ دی گئی اور بار بار discussion میں بھی آیا، وہ بہت اہم بات ہے، وہ اہم بات ہماری بیٹی، بہن، ہماری عزت اور ہماری عصمت ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے حوالے سے ہے۔ ہم نے یہاں ان کے حوالے سے ایک قرارداد بھی منظور کی ہے۔ میں ایک یاددہانی کروانا چاہتی ہوں کہ یہاں پر ایک پارلیمانی کمیٹی بنانے کا اعلان کیا گیا تھا لیکن ایک مہینے سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے اور وہ پارلیمانی کمیٹی ابھی تک منظور نہ ہو سکی ہے۔ اگر یہاں پر پانی پر بحث ہو سکتی ہے، کھاد پر بحث ہو سکتی ہے اور ساری دنیا کے معاملات زیر بحث لائے جا سکتے ہیں تو عافیہ صدیقی پر بات کیوں نہیں ہو سکتی۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ یہاں پر ہمیں اب عملی اقدامات کی ضرورت ہے۔ ہمیں صرف قرارداد کی حد تک نہیں رہنا چاہئے اس لئے میں اپنے معزز ایوان کے ہر رکن سے سوال کرتی ہوں کہ اگر عافیہ صدیقی ہم میں سے کسی کی بیٹی ہوتی تو کیا ہم واقعی قرارداد منظور ہونے کے بعد ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہتے؟

جناب سپیکر! میں آپ سے گزارش کرتی ہوں کہ ایک وفد تشکیل دیں جو اُن کی والدہ اور بہن سے ملے اور ہمارے جذبات و احساسات ان تک پہنچائے اور ان کے پاکستان کے بارے میں جذبات واحساسات ہمیں بتائے۔

محترمہ سیمل کامران: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ سیمل کامران صاحبہ!

پوائنٹ آف آرڈر

پنجاب میں انٹر میڈیٹ بورڈ کے دفاتر بند ہونے کی وجہ سے میٹرک کے امتحانات میں تعطل اور جیل خانہ جات کے ڈسپلے سنٹر میں وزیر / کو آرڈینیٹر کے دفاتر قائم ہونے سے کروڑوں روپے کا نقصان

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں دو اہم گزارشات آپ کے علم میں لانا چاہتی ہوں کہ پورے پنجاب میں انٹر میڈیٹ اینڈ سیکنڈری بورڈز کے دفاتر بند ہیں، عملہ ہڑتال پر ہے اور اس دفعہ یا تو میٹرک کے امتحانات نہیں ہوں گے یا اتنی دیر سے ہوں گے کہ اس وقت تک بی۔اے اور ایف۔اے کے امتحانات کا وقت آ جائے گا۔

جناب سپیکر! سب یہ جانتے ہیں کہ یہ بورڈز خود ہی اپنی income generate کرتے ہیں اور اپنی تنخواہیں، میڈیکل کی facilities اور اپنے دوسرے خرچے خود ہی manage کرتے ہیں لیکن اب فیس معاف کر دی گئی ہے۔ اس سے political point scoring تو ہو گئی لیکن ہم نے یہ نہیں دیکھا کہ ایک بہت بڑا طبقہ اپنی تنخواہوں اور benefits سے محروم ہو گیا ہے جو کہ ان کا حق تھا۔ معزز وزیر صاحب نے on the floor of the House یہ یقین دہانی کرائی تھی اور commitment کی تھی کہ دس دن کے اندر اندر ان کے لئے کوئی package announce ہو جائے گا۔ آج دس دن گزر گئے ہیں لیکن آج تک کچھ بھی نہیں ہوا۔ ہمارے بچوں کا مستقبل داؤ پر لگا ہوا ہے۔ میٹرک کی سند کی اہمیت ہم سب

جانتے ہیں کہ شناختی کارڈ اور پاسپورٹ کے حصول اور تمام تعلیمی مراحل سے گزرنے کے لئے بھی میٹرک کی سند لازم وملزوم ہوتی ہے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ وزیر جیل خانہ جات آج یہاں تشریف فرما ہیں۔ ان کی موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے میں عرض کرنا چاہتی ہوں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ بہت زیادہ طوفانی دوروں پر رہتے ہیں اور ان کے علم میں یہ بات نہ ہو۔ آئی جی جیل خانہ جات کے دفتر کے ساتھ display centre کے لئے جگہ allocate کی گئی تھی کہ جو products جیلوں میں بنتی ہیں وہ اس display centre پر رکھ کر sale کی جاتیں اور ساری آمدنی محکمہ جیل کے خزانے میں جاتی لیکن پہلے وزیر صاحب نے وہاں اپنا دفتر بنایا ہوا تھا اور اب وہاں کوئی کو آرڈینیٹر بٹھا دیا گیا ہے۔ میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ display centre کی جگہ پر وزیر صاحب یا کو آرڈینیٹر کے دفتر کی کوئی تک نہیں بنتی۔ آج وزیر صاحب یہاں آئے ہیں اور آج اجلاس بھی ختم ہو رہا ہے۔ یہ اجلاس کے شروع میں آئے تھے یا آج آئے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ پوائنٹ آف آرڈر پر ایک ہی point اٹھائیں۔ آپ جتنی دفعہ بلائیں گے وہ اتنی دفعہ آئیں گے۔ آپ ان سے پوچھ لیں۔ جی، وزیر جیل خانہ جات!

وزیر جیل خانہ جات (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! میری بہن نے درست point out کیا ہے لیکن پچھلی دفعہ پرویز الٰہی صاحب کی حکومت میں وہاں وزیر جیل خانہ جات بیٹھتے تھے۔ وہ یقیناً display centre ہے اس کے بعد ہمارے کو آرڈینیٹر کا دفتر بن گیا۔ میرا دفتر کیونکہ سیکرٹریٹ کے اندر ہے۔ میں نے پہلے ہی اس کے لئے آئی جی کو لکھ کر بھجوا دیا ہے کہ اس عمارت کو خالی کیا جائے۔ یقیناً قالین، دریوں اور اس طرح کی دوسری اشیاء جو جیلوں میں بنتی ہیں وہ ایک بڑی انڈسٹری ہے۔ اگر اس کو proper display centre جو کہ وہ تھا اسی طرح اس کو establish کر لیا جائے تو یقیناً محکمے کی بھی نیک نامی ہو گی اس لئے میں اپنی بہن کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم نے پہلے ہی اس کے لئے لکھ کر بھجوا دیا ہے اور انشاءاللہ تعالیٰ بہت جلد وہاں پر ہم display centre کا افتتاح کرنے والے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ہائر سیکنڈری بورڈز کے متعلق بات کی گئی ہے کہ ان کے ملازمین اس وقت احتجاج کر رہے ہیں اور ہڑتال پر ہیں۔ میں معزز ایوان کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ اس وقت ان ایجوکیشن بورڈز کے ملازمین جو deputation پر آتے ہیں یا وہاں پر کام کر رہے ہیں ان کو دوسرے محکموں کے ملازمین کے مقابلے میں تقریباً ڈیڑھ گنا تنخواہ ملتی ہے، اس کے علاوہ ان کو allowances ملتے ہیں جو آدمی deputation پر آتا ہے اس کی تنخواہ تقریباً double ہو جاتی ہے۔ اس میں معاملہ یہ تھا کہ ان کا medical allowance 35 percent تھا اور باقی محکموں میں اس سے بھی کم ہے لیکن انھوں نے خود ہی اس کو 50 فیصد کر لیا اور اس کی formal منظوری نہیں ہوئی تھی جس کی بنیاد پر department نے withdraw کیا اور کہا کہ اس کو ہم regularize کر کے دیکھیں گے اور جو بھی ان کا حق بنتا ہو وہ دیں گے لیکن یہ انتہائی تکلیف دہ امر ہے کہ ان کی examinations لینے کی duty قوم کے بچوں کے مستقبل سے متعلقہ ہے تو اُن کا یہ رویہ بالکل blackmailing کے زمرے میں آتا ہے۔ انہیں چاہئے تھا کہ وہ احتجاج کرتے رہتے، اپنے بازوؤں پر سیاہ پٹیاں باندھ لیتے لیکن اس فرض میں وہ قطعی طور پر کوتاہی کے مرتکب نہ ہوتے کیونکہ یہ قوم کے بچوں کے مستقبل کا معاملہ ہے۔ جب امتحانات کا وقت آتا ہے تو اس وقت وہ اپنے مطالبات کو منظور کروانے کے لئے اس قسم کا blackmailing attitude اپناتے ہیں جو انتہائی تکلیف دہ بھی ہے اور موجودہ حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس blackmailing attitude کو قطعی طور پر برداشت نہیں کیا جائے گا۔ یہ لوگ اپنے فرائض سرانجام دیں اور قوم کے بچوں کے مستقبل سے نہ کھیلیں۔ میں انہیں on the floor of the House یقین دلاتا ہوں کہ ان کے جتنے بھی مطالبات ہیں اُن پر ہم ان کے ساتھ بیٹھ کر negotiate and debate کرنے کے لئے تیار ہیں۔ جس بات پر ہم ان کو قائل کر سکے اس پر قائل کریں گے۔ جس چیز کو انہوں نے explain reasonably کیا اور قائل کیا تو ہم اُس کو تسلیم کرنے کے لئے بالکل open ہیں لیکن اس attitude کو قطعی طور پر پوری قوم برداشت نہیں کرے گی کہ جب امتحانات کا وقت آئے تو یہ احتجاج کر کے بیٹھ جائیں کہ ہم نے امتحانات نہیں لینے۔ اگر انہوں نے اپنے اس رویے کو نہ بدلا تو گورنمنٹ اُن کے ساتھ سختی سے پیش آئے گی۔ ہم اس بات کو ensure کریں گے اور اس کے متعلق

ہم strategy بنا رہے ہیں کہ قوم کے بچوں کا مستقبل اس سے suffer نہ کرے۔ میں اُن سے on the floor of the House یہ اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنی اس انتہائی حساس ذمہ داری جس سے قوم کے بچوں کا مستقبل وابستہ ہے میں کوتاہی نہ کریں اور اس قسم کا رویہ نہ اپنائیں۔ میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ وہ اپنی اس ذمہ داری کو نبھائیں، ہم اُن کے مطالبات میں جو بات بھی جائز ہوئی اُن کے ساتھ بیٹھ کر discuss کر کے اسے انشاء اللہ تعالیٰ مانیں گے۔ ہم اُن کی ہر بات ماننے کو تیار ہیں لیکن اس رویے کو کسی طور پر بھی برداشت نہیں کیا جائے گا۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب محمد نوید انجم: پوائنٹ آف آرڈر۔

شیخ علاؤالدین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، میں نے already لکھا ہوا ہے جن ساتھیوں نے بھی بات کرنی ہے۔ پہلے نوید انجم صاحب بات کریں، پھر مستی خیل صاحب کریں گے۔ شیخ صاحب! ان کے بعد پھر میں آپ کو بھی ٹائم دیتا ہوں۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! میں آپ کو بھی ٹائم دیتا ہوں۔ جی، نوید انجم صاحب!

الیکٹرانک میڈیا پر بغیر تصدیق معزز ممبران کی کردار کشی

جناب محمد نوید انجم: بہت شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ ایک بہت اہم مسئلے کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ میڈیا کا معاشرے میں بڑا positive اور اہم role ہے۔ میڈیا کی reporting کی وجہ سے بہت سارے scandals سامنے آ چکے ہیں جن کے حل کے لئے کوششیں کی جا رہی ہیں۔ میں پچھلے 24 گھنٹے سے اپنے خلاف الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے اوپر چلنے والی خبروں کی طرف آپ کی توجہ چاہتا ہوں۔ میرے خلاف یہ خبریں چل رہی ہیں کہ جج صاحب نے حاجی اللہ رکھا اور میاں نوید انجم کو گرفتار کرنے کے احکامات جاری فرمائے ہیں۔ اس میں کوئی دو رائے نہیں ہے کہ میڈیا کا بڑا ہی

positive role ہے۔جج صاحب کے آرڈر میرے پاس ہیں،اس میں آپ مجھے دکھائیں کہ کہاں پر جج صاحب نے لکھا ہے کہ ان دونوں ایم پی ایز کو گرفتار کیا جائے؟اس قسم کے میڈیا کے اوپر tricker چلنے سے ہمارے حلقوں میں ایک سنسنی پیدا ہوتی ہے۔ہمارے خلاف ہمارے ووٹر سوچتے ہیں کہ ہم نے ایسے لوگوں کو elect کر کے اسمبلیوں کے ایوانوں تک پہنچایا ہے۔میں اس پر آپ کی ruling چاہوں گا۔مجھے ایسے لگ رہا ہے جیسے ہمارے خلاف planning کے ذریعے media war کی گئی ہے۔بغیر سوچے سمجھے گرفتار کرنے کے tricker چلائے گئے ہیں اور میڈیا پر باقاعدہ documentary films بنا کر چلائی گئی ہیں۔میں چاہتا ہوں کہ مجھے اس ایوان کے لئے ٹیسٹ کیس بنایا جائے اور میری خواہش ہے کہ آپ سینئر ممبران پر مشتمل ایک کمیٹی بنائیں جس میں صرف اپوزیشن کے ارکان ہوں،اُن کے ساتھ میڈیا کے سینئر صحافی ہوں جو میرے کیس کو as a test case لیں اور پوری چھان بین کے بعد اس ایوان میں پیش کیا جائے کہ یہ کیا معاملہ ہے اور اسے کس طرح لیا جا رہا ہے؟میری گزارش ہے کہ یہ بڑی غیر ذمہ دارانہ قسم کی reporting ہوئی ہے جس سے ہم بہت زیادہ hurt ہوئے ہیں لہذا میں آپ کی اس پر توجہ چاہوں گا۔شکریہ

جناب اللہ رکھا: پوائنٹ آف آرڈر۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناءاللہ خان): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی،اللہ رکھا صاحب!ذرا لاء منسٹر صاحب بات کر لیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناءاللہ خان): جناب سپیکر!نوید انجم صاحب نے جو بات کی ہے تو میرے خیال میں اللہ رکھا صاحب بھی تقریباً وہی بات کریں گے۔میری اس سلسلے میں ان دونوں بھائیوں سے اور دیگر معزز اراکین سے بھی یہ گزارش ہے کہ جس طرح کہا جاتا ہے اور سچ کہا جاتا ہے کہ جمہوریت کی خرابیوں کا حل مزید جمہوریت ہے،نہ کہ مارشل لاء ہے۔اسی طرح میڈیا سے متعلق اگر کوئی معاملہ سامنے آ رہا ہے جس سے میرے بھائیوں کو تکلیف پہنچی ہے تو اُس کا حل بھی میں سمجھتا ہوں کہ میڈیا کی مزید آزادی ہے اور ہمیں اس چیز کو برداشت کرنا چاہئے۔میں سمجھتا ہوں کہ میرے ان دونوں بھائیوں کا جو مؤقف ہے وہ اپنے مؤقف کو بیان کرنے کے لئے پریس کانفرنس کریں۔اگر

ان کو پریس کانفرنس کرنے میں کوئی دقّت پیش آتی ہے یا پریس کلب والے ٹائم نہیں دیتے یا اسمبلی کے باہر کوئی معاملہ ہے تو میں اُس معاملے کو resolve کروانے کے لئے تیار ہوں۔ یہ پریس کانفرنس کریں اور اس میں اپنا پورا مؤقف بیان کریں۔ اگر میڈیا ان کے مؤقف کو پیش نہ کرے یا اُس کے ticker نہ چلائے تو میں سمجھتا ہوں کہ بجائے اس کے کہ ہم کمیٹیاں بنانے یا دوسرے معاملات میں پڑیں تو ہم اُس پر اپنے طور پر بھی میڈیا کے بھائیوں سے بات کر سکتے ہیں کہ بھئی! آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ میں ذاتی طور پر بتاتا ہوں کہ میرے خلاف جو مہم چلی تھی تو اُس پر ایک دو چینلز ایسے ہیں کہ جن کے مالکان کے متعلق میری reservation یہ تھی کہ وہ اس میں ملوث ہیں لیکن میں نے اُن کے متعلق live بھی اور ویسے بھی بات کی جس کو میڈیا نے report کیا۔ میری بات کو کسی نے نہیں روکا لہٰذا میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک اچھی روایت ہے جس کو ہمیں مزید promote کرنا چاہئے۔ میرے یہ دونوں بھائی بجائے اس کے کہ یہاں House میں قرارداد لانے اور کمیٹی کے معاملے میں پڑیں تو ان کو چاہئے کہ یہ آج ہی اپنا مؤقف میڈیا کے سامنے رکھیں تو انشاء اللہ تعالیٰ کل یہ دیکھیں گے کہ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں یہ سب کچھ ظاہر ہو گا لیکن اس کے باوجود بھی اگر دقّت محسوس کریں تو پھر یہ اپنا مؤقف میڈیا میں لانے کے طریق کار کے مطابق اپنا مؤقف لائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے یہ معاملہ resolve ہو گا اور یہی ایک طریقہ ہے۔ جس طرح سے جمہوریت کو ہم مزید جمہوریت اور مزید آزادی سے بہتر کر سکتے ہیں، اسی طرح سے میڈیا کو بھی میڈیا کی مزید آزادی سے ہی regulate کیا جائے گا۔ ان تین چیزوں میڈیا کی آزادی، ڈیموکریسی اور عدلیہ کی آزادی کا آپس میں ایک ایسا رشتہ ہے کہ کسی ایک کے سوا باقی دو چیزیں صحیح معنوں میں regulate نہیں ہو سکتیں۔ میرے خیال میں اس معاملے کو مزید یہاں پر بحث کا موضوع نہ بنایا جائے تو زیادہ مناسب ہو گا۔ پہلے میاں نصیر صاحب نے بھی شاید اس قسم کی بات کی ہے جب میں House سے باہر تھا لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ ان دونوں دوستوں کو اسی انداز سے ہی اپنی بات کو سامنے رکھنا چاہئے۔

جناب محمد نوید انجم: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! میں نے آپ کا نام لکھ لیا ہے اور ابھی آپ کی طرف آتا ہوں۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: ابھی کتنا لمبا سفر ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: ابھی دو منٹ میں آپ کو ٹائم دیتا ہوں۔ جی، نوید انجم صاحب!

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! میں ابھی اسمبلی کے باہر میڈیا کو اس کی کاپیاں دے دیتا ہوں کہ جج صاحب نے کہیں پر یہ نہیں کہا کہ انہیں گرفتار کیا جائے۔ مجھے طریقہ بتایا جائے کہ اگر کسی کے خلاف غلط reporting ہوتی ہے تو اسے صحیح کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ یہ دونوں FIRs خارج ہو چکی ہیں اور اخراج کی رپورٹیں میرے پاس موجود ہیں۔ میں نے ایک شخص سے جو میرا چچازاد بھائی تھا جس نے 42 لاکھ 50 ہزار روپے کا فراڈ کیا تھا، recovery کروائی ہے اور یہی میرا جرم ہے۔ انشاءاللہ تعالیٰ میں یہ کرتا رہوں گا کیونکہ مجھے میرے مالک نے یہاں تک جسٹس قائم کرنے کے لئے پہنچایا ہے۔ میرے اوپر جو پڑے گا میں اس سے بالکل چشم پوشی نہیں کروں گا۔ اُس شخص سے تھانے میں recovery ہوئی ہے جس کے cheques کی کاپیاں میرے پاس ہیں۔ اُس بندے نے چشم پوشی کرنے کے لئے اپنی بیوی کو آگے کیا ہوا ہے۔ میں عورت کے ساتھ تو ایسا نہیں کرنا چاہتا بہر حال رانا صاحب نے مجھے بڑی تفصیل کے ساتھ سمجھایا ہے لہذا میں چاہوں گا کہ رانا صاحب میرے ساتھ مل کر باہر پریس کانفرنس کریں۔ اس کے علاوہ میڈیا کے لئے تمام کاپیاں میرے پاس موجود ہیں۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: ہمارے معزز ممبران جہاں سب کی عزت کا خیال رکھتے ہیں تو being Custodian of the House میں یہ سمجھتا ہوں کہ میڈیا کی آزادی کے حوالے سے جس طرح رانا ثناءاللہ خان صاحب نے بات کی ہے تو ہم خود اُس کے قائل بھی ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ میڈیا صحیح reporting کرے لیکن میڈیا میں جہاں پر کبھی غلط reporting ہوتی ہے تو اس پر میڈیا کو خود دیکھنا چاہئے کہ اُن کی ایک خبر سے حلقوں میں کیا message جاتا ہے کہ ایک تو ہمارے معزز ممبران کی دل شکنی ہوتی ہے اور دوسرا لوگوں کے ذہنوں میں طرح طرح کی باتیں آتی ہیں لہذا reporting کرتے ہوئے دھیان رکھا جانا چاہئے۔

محترمہ سیمل کامران: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں۔ پلیز تشریف رکھیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! نوید انجم صاحب جو کہہ رہے ہیں، بالکل ٹھیک ہے۔ اس issue پر نوید انجم صاحب اور اللہ رکھا صاحب کے ساتھ میں نے تین shows کئے تھے۔ جن مسماۃ شاہین صاحبہ کا یہ نام لے رہے ہیں انہوں نے مجھے بھی بہت دفعہ approach کرنے کی کوشش کی اور میرے گھر بھی تشریف لائیں۔ انہوں نے مجھے جو evidences چینل سٹی 42 پر provide کئے تھے میں نے personally اُن کو verify بھی کیا ہے۔ یہ ایک fact ہے کہ محترمہ دروغ گوئی سے کام لے رہی ہیں اور اُن کے جو خاوند ہیں اُن پر ان کی سگی والدہ اور بھائی نے بھی دفعہ 420 کے مقدمات کئے ہوئے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ according to my information یہ innocent ہیں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، مستی خیل صاحب!

سیدہ ماجدہ زیدی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، دراصل میں نے نام لکھے ہوئے ہیں جو کافی دیر سے ٹائم لینا چاہ رہے ہیں۔ میں آپ کی طرف بھی آتا ہوں۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! میں آپ کا بہت مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے ٹائم دیا۔ پوائنٹ آف آرڈر پر سردار محسن خان لغاری نے پانی کے issue پر بات کی تھی جس کے جواب میں، میں نے بھی statement دی تھی۔ میری slip of tongue کی وجہ سے میں نے کہا کہ چشمہ جہلم لنک کینال سے پچاس لاکھ کیوسک پانی جنوبی پنجاب کو provide کیا گیا ہے۔ میں نے وہ تصحیح کرنا تھی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس پر اگر آپ مناسب خیال کریں تو تحریک التوائے کار اور چند قرار دادیں ہیں جو بڑی positive ہیں، جن پر کسی کو کوئی اعتراض بھی نہیں ہے۔ اگر آج کا یہ بزنس ختم ہو جائے تو اُس کے بعد سب کو ٹائم دے دیجئے گا کیونکہ آج رواں اجلاس کا آخری دن ہے اس لئے معزز رکن جو بھی بات کرنا چاہے گا ہم سب کی بات سنیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ ایجنڈا مکمل کر لیں پھر میں سب کو floor دیتا ہوں۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! صرف ایک سیکنڈ دے دیں۔ میں تصحیح کروانا چاہ رہا ہوں کہ جو میں نے slip of tongue کی وجہ سے پچاس ملین ایکڑ کہا ہے وہ نہیں ہے۔ پچاس ہزار کیوسک پانی چشمہ جہلم لنک کینال سے جنوبی پنجاب کو فصل ربیع کے لئے provide کیا گیا ہے اس لئے میں یہ چاہتا ہوں کہ ریکارڈ کی درستی کے لئے اسے درست کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شکریہ۔ ہم ابھی درستی کرا دیتے ہیں۔

محترمہ آمنہ الفت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں لیکن مختصر پوائنٹ آف آرڈر ہو۔

---

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر ریکارڈ کی درستی کی گئی۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! ابھی یہاں لاہور بورڈ کی ایسوسی ایشن کے حوالے سے بات ہوئی ہے تو ایسوسی ایشن کے ملازمین کے اوپر کارروائی کرتے ہوئے جو مقدمات کئے گئے ہیں اُس میں ان کے گھر والوں کو بھی پکڑ کر لے گئے ہیں۔ میری وزیر قانون صاحب سے یہ التماس ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، کن کے گھر والوں کو پکڑا ہے؟

حکومت کی طرف سے انٹر میڈیٹ بورڈز کی ایسوسی ایشن کے ہڑتالی رہنماؤں کے ساتھ ساتھ ان کے اہل خانہ کی پکڑ دھکڑ

محترمہ آمنہ الفت: بورڈ کے جو ملازمین ہیں اُن کے گھر والوں کو بھی پکڑا گیا ہے۔ ایسوسی ایشن میں اگر کوئیrelevant خرابی کا مرتکب ہے تو انہوں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اُن کے خلاف کارروائی ہوگی لیکن ایک ملازم کا بھائی جو کانسٹیبل ہے، اُس کو بھی گھر سے اٹھا کر لے گئے ہیں اور یہ اخبار کی رپورٹ ہے۔ جو بے چارے گھر والے بے گناہ ہیں تو اُن کو تو کم از کم نہ پکڑا جائے۔ میری استدعا ہے کہ اس قسم کی mistakes نہیں ہونی چاہئیں۔ وزیر قانون صاحب میری بات سُن ہی نہیں رہے تو وہ اس پر کیا کریں گے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، میں نے آپ کی بات سن لی ہے، میں انہیں بتا دیتا ہوں۔ لاء منسٹر صاحب! بورڈ کے ملازمین کو اگر پکڑا جا رہا ہے تو اُس میں جن کا کوئی role نہیں بنتا اُن کو نہ پکڑا جائے۔ kindly make it sure کہ جن کا کوئی role نہیں ہے اُن کو نہ پکڑا جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ہم تو جن کا role ہے اُن کو بھی نہیں پکڑنا چاہتے اور جن کا role نہیں بنتا اُن کو بھی نہیں پکڑنا چاہتے۔ ہم اُن سے یہ کہتے ہیں کہ وہ قوم کے بچوں کے مستقبل کو damage نہ کریں، واپس آئیں اور اپنے اس مقدس فریضے کو سرانجام دیں۔ ان کے الاؤنسز بڑھنا، کم ہونا routine کی باتیں ہیں اور باقی محکموں میں بھی اس طرح کے مسائل ہیں۔ ہم ان کے مسائل کو بھی باقیوں کے ساتھ رکھ کر یا پہلے حل کرنے کے لئے ان کے ساتھ بیٹھ کر بات کریں گے لیکن وہ واپس آ کر اپنے مقدس فریضے کو سرانجام دیں۔ استاد کا کام صرف یہ نہیں ہے کہ اُس نے صرف تنخواہ لینی ہے اور اپنی ڈیوٹی دینی ہے۔ اس کی ڈیوٹی باقیوں کی ڈیوٹی یا کاموں سے بالکل different ہے اور اسی لئے استاد کا ایک مقام ہے۔ اسلام میں تو اسے باپ کا درجہ دیا گیا ہے اس لئے وہ واپس آئیں اور اپنے اس مقدس فریضے کو سرانجام دیں۔ اگر محترمہ آمنہ الفت صاحبہ سے کسی نے رابطہ کیا ہے تو میں انہیں گزارش کروں گا کہ یہ اُن سے بات کریں۔ ہم تو کسی کو بھی نہیں پکڑنا چاہتے لیکن اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ قوم کے بچوں کے مستقبل کو blackmailing کا ہتھکنڈا بنا کر اپنے مطالبات منوائیں گے تو اس مرتبہ ایسا نہیں ہوگا۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہتی ہوں۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: پوائنٹ آف آرڈر۔

سیدہ ماجدہ زیدی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آمنہ الفت صاحبہ! میں ہمیشہ سمجھتا ہوں کہ مجھے یہ چیز اچھی نہیں لگتی کہ اگر ایک ممبر بات کر رہا ہو تو باقی ممبر اُٹھ کر کھڑے ہو جائیں۔ میں یہاں بیٹھ کر سب دیکھ رہا ہوں کہ جب میں نے سب کو floor دینا ہے تو یہ کوئی طریقہ نہیں ہے کہ ایک ممبر جب بات کر رہے ہوں تو دوسرے کھڑے ہو جائیں۔ ڈار صاحبہ! آپ کے لئے بھی یہی بات ہے۔ میں سب کو floor دیتا ہوں۔ اب وزیر قانون صاحب نے اس کا جواب دے دیا ہے لہذا اس پر مزید بات کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! وزیر قانون صاحب نے بالکل ٹھیک بات کی ہے کیونکہ بچوں کے مستقبل کا معاملہ ہے لیکن میری استدعا یہ ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، انہوں نے وہ کہہ دیا ہے اب اس پر مزید بحث کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ پوائنٹ آف آرڈر پر اتنی لمبی بات نہیں ہو سکتی۔ جی، ڈار صاحبہ!

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! issue کو تو پہلے سمجھ لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں سمجھتا ہوں لیکن پہلے میں business of the House مکمل کر لوں۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر! میرے وزیر قانون نے جو کچھ فرمایا ہے بالکل درست ہے مگر فیصل آباد میں ایجو کیشن بورڈ والوں نے اس پر احتجاج کیا ہے۔ جو بندے سڑک پر تھے وہ بھاگ گئے اور اُن کو انتظامیہ نے پکڑا ہی نہیں لیکن دفتر میں بیٹھے ہوئے تین بندوں حاجی مقبول، شہباز اور رانا ذوالفقار کو گرفتار کر لیا جو اپنے دفتر میں بیٹھے فرض شناسی سے ڈیوٹی سرانجام دے رہے تھے۔ یہ انتظامیہ کی سراسر غلطی ہے۔ جو لوگ سڑکوں پر ہیں اُن کو پکڑیں اور جو دفتر میں کام کر رہے ہیں ان کو کیوں پکڑتے ہیں؟ میں چاہتی ہوں کہ میرے وزیر قانون اس کی انکوائری کروائیں، انتظامیہ کو بھی سزا ملنی چاہئے۔ جو بے چارے کام کر رہے تھے ان کو چھوڑ دیں کیونکہ 15۔مارچ کو امتحانات شروع ہونے والے ہیں۔ بورڈ کا کام انہوں نے سنبھالا ہوا ہے۔ میں اُن کو 15 سال سے جانتی ہوں کیونکہ میرا بھی کے حوالے سے ایجو کیشن بورڈ کے ساتھ ایک رشتہ رہا ہے۔

شیخ علاؤالدین: پوائنٹ آف آرڈر۔

سیدہ ماجدہ زیدی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ اگر آپ مجھے اجازت دے دیں تو میں بزنس مکمل کر لوں۔ اُس کے بعد میں سب کو اجازت دوں گا، بے فکر رہیں لیکن مجھے House کے بزنس کو تو مکمل کر لینے دیں۔ شیخ صاحب کے بعد کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو گا۔ ماجدہ زیدی صاحبہ! بزنس مکمل کرنے کے بعد میں آپ کو موقع دیتا ہوں۔ جی، شیخ صاحب!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں صبح سے آیا ہوا ہوں اور آپ نے مجھے یہ پہلا موقع دیا ہے۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ ایجنڈے کو شروع کروا دیں کیونکہ ایک تحریک التوائے کار ہے جس پر منسٹر صاحب نے بھی اپنی wind up speech کرنی ہے اور شاید کچھ اور لوگ بھی بولنا چاہیں۔ ایک تو تحریک التوائے کار میرے گلے پڑ گئی ہے جو 17/18 فیصد عورتوں کو کوٹا دینے والا معاملہ ہے۔ دوسرے نمبر پر شراب والا جو معاملہ چل رہا ہے اس پر میں بہت اہم بات کرنا چاہتا ہوں۔ تیسرا یہ کہ پنجاب ہائیکورٹ والی قرارداد آج ایجنڈے پر نہیں ہے۔ میری آپ سے یہ request ہے کہ ان تین معاملات کو آپ ایجنڈے پر چلا لیں تاکہ معاملات آگے بڑھ جائیں۔

تحاریک التوائے کار

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ اب ہم تحاریک التوائے کار شروع کرتے ہیں۔ تحریک التوائے کار نمبر 95/2010 مہر اشتیاق صاحب کی ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں لہذا ان کی تحریک اگلے سیشن تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 97/2010 جناب خالد امتیاز خان بلوچ صاحب کی ہے۔ یہ move ہو چکی ہے اور pending کی گئی تھی۔

حلقہ پی پی۔69 فیصل آباد کے ترقیاتی فنڈز کی خُورد بُرد

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس میں fund payment کا جو معاملہ اٹھایا گیا تھا اُس پر محکمہ انٹی کرپشن بھی بھرپور انکوائری کر رہا ہے اور ڈی جی لوکل گورنمنٹ بھی on the spot اس کی انکوائری کرنے کے لئے آج فیصل آباد گئے ہوئے ہیں لہذا آپ اس کو اگلے اجلاس تک کے لئے pending کر دیں کیونکہ میرے خیال میں ہفتہ دس دن میں investigation ہونے کے بعد یہ معاملہ conclude ہو جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحب! آپ نے سن لیا ہے؟

جناب خالد امتیاز خان بلوچ: جناب سپیکر! میں نے ساری بات سن لی ہے۔ میں نے exactly آپ کو جو الفاظ بتائے ہیں کہ اس میں جو پیسے انہوں نے وصول کئے ہیں تو کوئی کام بھی میرے حلقے میں نہیں ہوا۔ یہ NA-84 اور PP-69 کا exact معاملہ ہے۔ جس ٹھیکیدار نے لوکل گورنمنٹ کے بندوں کے ساتھ مل کر اور انٹی کرپشن والوں کو بھی ساتھ involve کیا ہے تو اُس نے آج تک ریکارڈ پر بھی نہیں آنے دیا۔ اب جبکہ یہ ریکارڈ پر بات آئی ہے اور لاء منسٹر صاحب کے پاس اس کا جواب آیا ہے تو اب انہوں نے اس کے لئے ٹائم مانگا ہے۔ میری یہ استدعا ہے کہ واقعتاً انہیں پتا لگے کہ on the floor of the Punjab Assembly جو بھی بات ہوتی ہے اس پر action لیا جاتا ہے کیونکہ کرپشن کا element دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: اسے اگلے سیشن تک کے لئے pending کیا جاتا ہے اور meanwhile in the رپورٹ بھی آجائے گی۔ اس سے اگلی تحریک التوائے کار نمبر 10/99 میاں نصیر احمد صاحب کی پیش ہو چکی ہے اور pending تھی۔ جی، لا منسٹر صاحب!

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! Point of clarification

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب محمد محسن خان لغاری: شکریہ۔ جناب سپیکر! تحاریک التوائے کار موجودہ سیشن کے لئے ہوتی ہیں تو کیا اگلے سیشن کے لئے pending کی جا سکتی ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: اب اگر Chair یعنی سپیکر کے پاس یہ authority ہے اور وہ انہیں pending کر سکتا ہے otherwise تو ساری kill ہو جاتی ہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: سپیکر صاحب تو جنگل کے بادشاہ ہیں، جو چاہیں کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ ہی نے بنایا ہے (قہقہہ)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! تحریک التوائے کار نمبر 99 کا جواب موصول نہیں ہوا اور میاں صاحب آج خود بھی موجود نہیں ہیں تو آپ اس سے اگلی تحریک التوائے کار take up کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اسے next session کے لئے pending کیا جاتا ہے اور اس سے اگلی محترمہ رفعت سلطانہ ڈار صاحبہ نے کل out of turn پیش کی تھی جو آج کے لئے pending تھی تو اس کا جواب دے دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کا جواب بھی ابھی تک موصول نہیں ہوا لہذا اسے pending کر دیں۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، رفعت سطانہ ڈار صاحبہ!

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر! میری تحریک التوائے کار بڑی اہم ہے تو ان لوگوں کے ساتھ نرمی نہیں ہونی چاہئے کیونکہ اگر ان کے خلاف action نہ کیا گیا تو پتا نہیں یہ لوگ مزید کتنے معصوم انسانوں کو نقصان پہنچائیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ بھی اگلے سیشن کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اس سے اگلی 91/10 طاہر احمد سندھو صاحب کی پیش ہو کر pending ہوئی تھی تو سندھو صاحب موجود نہیں ہیں اس لئے اسے بھی

next session کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اس سے اگلی 962/09 چوہدری ظہیر الدین خان صاحب اور دوسرے ساتھیوں کی طرف سے move ہو چکی ہے اور pending ہوئی تھی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کا جواب بھی موصول نہیں ہوا اس لئے اسے next session کے لئے pending کر دیا جائے۔ میرے پاس 988 چوہدری عامر سلطان چیمہ صاحب کی تحریک التوائے کار کا جواب موصول ہو چکا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چوہدری ظہیر صاحب والی pending کی جاتی ہے۔ اس سے اگلی محترمہ زوبیہ رباب ملک صاحبہ کی 967/09 ہے۔ جی، زوبیہ صاحبہ!

حکومت کی جانب سے عملی اقدامات نہ ہونے کی وجہ سے سوشل سکیورٹی ہسپتال لاہور کے آئی سی یو کی انچارج سسٹر بھی سوائن فلو کا شکار

محترمہ زوبیہ رباب ملک: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ ”جنگ“ مورخہ 12۔دسمبر 2009 کی اشاعت میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ "سوشل سکیورٹی ہسپتال کی سسٹر ورجینیا بھی سوائن فلو کا شکار" تفصیل یوں ہے کہ صوبائی دارالحکومت میں سوائن فلو کی وبا بہت تیزی سے پھیل رہی ہے مگر حکومت نے ابھی تک سوائن فلو کی وبا کو روکنے کے لئے کوئی اقدامات نہیں کئے، پچھلے دس دنوں میں دو افراد سوائن فلو سے لقمہ اجل بن چکے ہیں جبکہ تیسرا شکار سوشل سکیورٹی ہسپتال میں I.C.U کی انچارج سسٹر ورجینیا ہو گئی ہے۔ اسے فوری طور پر داخل کر کے علاج شروع کر دیا گیا ہے۔ یہ سسٹر، چیف فزیوتھراپسٹ کی دیکھ بھال پر مامور تھی، جس کے باعث موصوفہ سسٹر بھی سوائن فلو کا شکار ہو گئی ہے اور اب ہسپتال کے تمام ڈاکٹرز، نرسز اور دیگر عملہ میں شدید خوف و ہراس پایا جاتا ہے۔ ہسپتال کے سینئر ڈاکٹر اشرف نظامی نے بتایا کہ حکومتی سطح پر ابھی تک کوئی اقدامات نہ کئے گئے ہیں اور اگر خدانخواستہ یہ بیماری زیادہ پھیل گئی تو اسے سنبھالنا مشکل ہو جائے گا اور انہوں نے مطالبہ کیا ہے کہ فوری طور پر حکومتی سطح پر اقدامات کئے جائیں تاکہ اس بیماری پر ابتدائی سطح پر ہی قابو پایا جا سکے۔ صوبائی دارالحکومت میں سوائن فلو کی وبا آجانا ایک

بہت بڑے خطرے کی علامت ہے۔ ضروری ہے کہ اس معاملہ پر حکومت فوری نوٹس لے اور حقائق دیکھے کہ فزیوتھراپسٹ کس طرح سوائن فلو میں مبتلا ہوا اور کس طرح یہ وبا صوبائی دارالحکومت میں پہنچی۔ اس خبر سے بالخصوص صوبائی دارالحکومت میں اور بالعموم صوبہ بھر میں خوف وہراس پایا جاتا ہے۔ یہ معاملہ اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، لا منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کا جواب ابھی نہیں آیا لہذا اسے بھی اگلے سیشن تک pending کر دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ بھی اگلے سیشن کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اب تحریک التوائے کار نمبر 971/09 ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ same ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، یہ same ہے اور چونکہ بنیادی طور پر دونوں ایک جیسی ہیں تو ایک کا جواب آ جائے گا اور یہ پھر dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 988/09 چودھری عامر سلطان چیمہ صاحب کی ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: چونکہ pending کا رواج چل پڑا ہے تو اسے pending کر دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رواج ان کے لئے ہے جو پہلے سے pending ہیں۔ یہ تو ابھی پیش ہی نہیں ہوئی۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! آج وہ ایک ضروری کام کی وجہ سے اسمبلی نہیں آ سکے اس لئے اسے pending فرما دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چلیں جی، یہ بھی pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 989/09 بھی چودھری عامر سلطان چیمہ صاحب کی pending کی جاتی ہے۔ اس کے بعد محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ کی تحریک التوائے کار نمبر 991/09 ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں چونکہ باقی pending کی جا رہی ہیں

تو پھر یہ بھی pending کی جاتی ہے۔ اس سے اگلی محترمہ آمنہ الفت اور محترمہ سیمل کامران کی تحریک التوائے کار نمبر 3/10 ہے۔ جی۔

لاہور سمیت دیگر بڑے شہروں میں تجاوزات کی آڑ میں سیاسی مخالفین کے پلازوں کی مسماری

محترمہ آمنہ الفت: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ صوبہ پنجاب میں لاہور سمیت دیگر بڑے شہروں میں غیر قانونی تعمیرات کو مسمار کیا جا رہا ہے اور اس آڑ میں سیاسی مخالفین کے پلازوں اور دیگر تعمیرات کو خصوصی طور پر نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ غیر قانونی تعمیرات کے حوالے سے سب سے زیادہ ذمہ داران وہ سرکاری انجینئرز ہیں جن کی ایماء پر غیر قانونی تعمیرات جن میں پلازے بھی شامل ہیں، تعمیر کئے گئے۔ اب ان پلازوں کو گرا کر ایک طرف تو ہزارہا افراد کو بے روزگار کر کے ان کے خاندانوں کو مفلسی کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔ اس ساری صورتحال سے نہ صرف لاہور بلکہ صوبہ پنجاب کے ہر ذی شعور شہری میں انتہائی غم و غصہ، بے چینی اور اضطراب پایا جاتا ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، لا منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس تحریک کا موصول ہونے والا جواب اس طرح سے ہے کہ سپریم کورٹ نے 4-12-2009 کو ڈویلپرز کا stay خارج کرتے ہوئے ایل ڈی اے اور سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور کو حکم صادر کیا کہ لاہور کا حسن برباد کرنے والے غیر قانونی پلازوں کے خلاف action لیا جائے۔ ایل ڈی اے نے سپریم کورٹ کے مقرر کردہ کمیشن کی رپورٹوں کی روشنی میں غیر قانونی پلازوں کو مسمار کرنے کا عمل شروع کیا جو کہ جاری ہے۔ اس آپریشن میں سنگین نوعیت کی خلاف ورزیوں والے جو کہ کیانی کمیشن نے point out کیا، ان کو پہلے مرحلہ میں مسمار کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ دوران مسماری کسی قسم کا سیاسی اثر و رسوخ قبول نہیں کیا گیا۔ مسمار کرنے سے

پہلے ان پلازوں کا سروے کیا گیا اور وہ floor مسمار کئے گئے ہیں جو کہ غیر قانونی اور خالی تھے۔ مسمار کئے جانے والے پلازوں میں کسی قسم کا کاروبار نہیں ہو رہا تھا۔ ایسے چند پلازوں میں جہاں پر کاروبار ہو رہا تھا ان کے نقصان کا ازالہ کرنے کے لئے جناب چیف منسٹر پنجاب نے سیکرٹری صاحب کی سربراہی میں ایک کمیٹی تشکیل دے دی ہے جو کہ ان متاثرین کی درخواستوں کی روشنی میں سروے کر کے رپورٹ جناب چیف منسٹر کو بھیجے گی تاکہ ان کے نقصان کا ازالہ کیا جا سکے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ اس کا جواب آ گیا ہے اور صورتحال بھی واضح ہے تو یہ تحریک dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 5/10 محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ کی ہے۔ محترمہ تشریف نہیں رکھتیں تو اسے اگلے سیشن کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ رانا صاحب! محترمہ آمنہ الفت صاحبہ کی ایک تحریک التوائے کار نمبر 70/10 کا جواب آنا تھا۔ اس کو ذرا kindly دیکھ لیں اور اس کا بتا دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناءاللہ خان): کیا یہ پڑھی جا چکی ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، یہ out of turn پڑھی جا چکی ہے اور آج اس کا جواب آنا تھا۔ یہ محترمہ آمنہ الفت صاحبہ کی ہے۔

حکومت پنجاب کی جانب سے ملتان روڈ لاہور کی کشادگی سے متاثرین کو مارکیٹ ویلیو کے مطابق زمین کی قیمت ادا نہ کرنا

(---جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناءاللہ خان): یہ Adjournment Motion No. 70/2010 ہے۔ اس کا جواب موصول ہوا ہے وہ اس طرح سے ہے کہ یہ درست ہے کہ ملتان روڈ کی improvement/renovation کا منصوبہ روبہ عمل ہے۔ جس میں سابقہ Right of Way (ROW) کو بالعموم maintain رکھا گیا ہے۔ تاہم جہاں flyovers, underpass, بس سٹاپ و سیوریج بنانا مطلوب ہے اضافی جگہ ایکٹ حصول اراضی 1894 کے تحت حاصل کی جا رہی ہے۔ جہاں تک قیمت کے تعین کا تعلق ہے تو قانون میں صراحت سے درج ہے کہ معاوضہ بمطابق market value ادا کیا

جاتا ہے۔Committee District Collector, District Price Assessment کے توسط سے قیمت کا تعین کر کے بورڈ آف ریونیو کو ارسال کرے گا۔ یہ قیمت زیر دفعہ 23,24 ایکٹ حصول اراضی rule 1011 کو مد نظر رکھ کر مقرر کی جاتی ہے جس کی منظوری بعد از جانچ پڑتال بورڈ آف ریونیو زیر قاعدہ (111)12 دیتا ہے اور تاحال بورڈ آف ریونیو سے قیمت کی approval نہ ہوئی ہے بعد از منظوری معاوضہ زمین ادا کیا جائے گا۔ structures کی قیمت سینئر انجینئرز کی ایک کمیٹی مرتب کرے گی جس کے بعد قیمت زمین و structure کی قیمت Land Acquisition Collector زیر دفعہ 11 ایوارڈ کرے گا۔ تمام عوامی فلاحی منصوبہ جات کے لئے اسی طریق کار کے مطابق زمین حاصل کی جارہی ہے لہذا ملتان روڈ منصوبہ کے لئے کوئی امر تشویش کا باعث نہیں بنے گا۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! ملتان روڈ کے دکانداروں کے تحفظات ہیں کہ انہیں market value کے مطابق قیمت ادا کی جائے، اگر یہ وعدہ ہو گیا ہے تو میں ان کی مشکور ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مہربانی۔ یہ پھر dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 2010/9 ہے اور یہ جناب خالد جاوید اصغر گھرال، حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا کی طرف سے ہے۔

جناب خالد جاوید اصغر گھرال: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ویسے گھرال صاحب! یہ تو same اس سے ملتی جلتی ہی identical ہے۔ اس میں بھی وہی پلازوں کی بات ہے

جس کا ابھی تھوڑی دیر پہلے جواب آیا ہے۔ کیوں جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ same ہی ہے۔

جناب خالد جاوید اصغر گھرال: جناب سپیکر! میں اس پر تھوڑی سی بات کر سکتا ہوں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ بات تو نہیں کر سکتے کیونکہ یہ تحریک التوائے کار ہے اور جہاں پر same آجائے تو پھر۔۔۔

جناب خالد جاوید اصغر گھرال: جناب سپیکر!میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جو سپریم کورٹ کا فیصلہ تھا اس میں کہیں یہ لکھا ہوا ہے کہ فلاں نوعیت کے جو پلازے ہیں ان کو آپ نے پہلے گرانا ہے اور دوسروں کو اگر وہ ووٹرز ہیں یا سپورٹرز ہیں ان کو چھوڑ دینا ہے یا سب کے لئے ایک ہی ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: گھرال صاحب!ماشاءاللہ آپ وکیل بھی ہیں۔ یہ چیز آپ نے لکھی ہوئی ہی نہیں ہے تو پھر اس کا جواب آپ کیسے مانگ سکتے ہیں؟ اس کا جواب پہلے آ چکا ہے لہٰذا یہ dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک 2010/11 چودھری عرفان الدین احمد (ایڈووکیٹ) کی ہے۔۔۔وہ موجود نہیں ہے لہٰذا یہ next session تک pending کی جاتی ہے۔ محترمہ نگہت ناصر شیخ کی 2010/19 ہے۔۔۔ وہ تشریف نہیں رکھتیں۔ میں نے دو تو کر دی ہیں، یہ میں dispose of کرتا ہوں۔ اس کے بعد تحریک التوائے کار نمبر 2010/21 ڈاکٹر سامیہ امجد، محترمہ سیمل کامران اور محترمہ خدیجہ عمر، حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا اور جناب طاہر اقبال چودھری کی طرف سے ہے۔ اسے کون پیش کرے گا؟

والٹن روڈ مدینہ کالونی لاہور کی 12 سالہ بچی کی چلڈرن ہسپتال میں ڈاکٹروں کی غفلت سے ہلاکت

محترمہ سیمل کامران: شکریہ۔ جناب سپیکر!میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "نوائے وقت" مورخہ 09-12-27 کی خبر کے مطابق لاہور چلڈرن ہسپتال میں ڈاکٹروں کی غفلت کے باعث تیسری جماعت کی 12 سالہ طالبہ جاں بحق ہو گئی۔ ورثاء سمیت درجنوں افراد نے انتظامیہ کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے نعرے بازی کی۔ تفصیل کے مطابق والٹن روڈ مدینہ کالونی کے رہائشی سیلز مین پرویز نور کی بیٹی بشریٰ پرویز کی بخار کے باعث گزشتہ چار پانچ روز سے حالت خراب تھی۔ علاج کے لئے تین روز قبل اسے چلڈرن ہسپتال لے جایا گیا جہاں ڈاکٹروں

نے اسے چیک کرنے کے بجائے ڈرپ لگا دی جس کے بعد بشریٰ پرویز کی حالت بہتر ہونے کی بجائے مزید خراب ہوگئی اور اس نے خون کی قے کرنی شروع کر دی۔ حالت تشویشناک ہونے کے باوجود ڈاکٹروں نے بشریٰ کو زبردستی گھر بھجوا دیا، گھر جا کر بھی بشریٰ کی حالت نہ سنبھل سکی تو اس کا والد ایک روز قبل دوبارہ اسے ہسپتال لے آیا جہاں اسے دوبارہ ڈرپ لگائی گئی جبکہ اس دوران بشریٰ مسلسل خون کی قے کرتی رہی۔ بچی کے ورثاء نے اس پر شدید احتجاج کیا اور ہسپتال کے سامنے مظاہرہ کیا۔ اس خبر سے عوام میں تشویش پائی جاتی ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! مذکورہ واقعہ سامنے آتے ہی چلڈرن ہسپتال کے ایک سینئر پروفیسر کی زیر نگرانی تحقیقاتی کمیٹی تشکیل دی گئی۔ کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق بشریٰ نامی بچی کو ہسپتال میں اس کی بیماری کے مطابق مکمل علاج فراہم کیا گیا، اس کی موت کی وجہ ہسپتال کے عملے کی لاپروائی نہیں بلکہ اس کی بیماری کی نوعیت کا شدید ہونا ہے۔ کمیٹی نے مریضہ کے متعلق ہسپتال کے ریکارڈ کا معائنہ کیا اور بچی کے والد کا مؤقف سنا۔ تفصیل کے مطابق بچی کو 25-12-2009 کو پیٹ درد اور خون کی قے کی وجہ سے ہسپتال لایا گیا۔ علاج اور تشخیص کے لئے میڈیکل وارڈ میں داخل کیا گیا۔ پروفیسر، ڈاکٹر کی ہدایت پر فوری طور پر بچی کو خون لگایا گیا۔ معدہ اور جگر کے test کروائے گئے۔ 26-12-09 کو حالت اچانک بگڑنے پر پروفیسر ہما ارشد چیمہ ماہر امراض معدہ و جگر نے گیسٹو سکوپی کی لیکن خون کے جریان پر قابو نہ پایا جاسکا اور اسی وجہ سے بچی کی موت واقع ہوگئی۔ دوران انکوائری بچی کے والد نے کسی قسم کی مزید کارروائی نہ کرنے کا کہا۔ اس واقعہ پر مذکورہ احتجاج طبی عملے اور مریضہ کے لواحقین کے درمیان صحیح طریقے سے communication نہ ہونے کی وجہ سے ہوا جس کی وجہ سے طبی عملہ کو مزید ہدایت کی گئی ہے کہ دوران علاج مریضوں کے لواحقین کو لمحہ بہ لمحہ مرض کی صورتحال سے آگاہ رکھا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے جی، This has been disposed of

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میری تحریک التوائے کار ہے اگر آپ اجازت دیں تو۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ پھر بعد میں دیکھ لیں گے۔۔۔۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! یہ میری تحریک التوائے کار ہے یہ نمبر27اور31ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ابھی تو21تھی، اب اگلی22ہے۔ یہ تحریک التوائے کار نمبر2010/22ڈاکٹر سامیہ امجد، محترمہ آمنہ الفت، چودھری عبداللہ یوسف، حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا اور محترمہ ثمینہ خاور حیات کی طرف سے ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کا ابھی جواب موصول نہیں ہوا اس لئے اس کو آپ pending کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ اگلے اجلاس تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 2010/24 محترمہ نگہت ناصر شیخ کی ہے۔۔۔ وہ موجود نہیں ہیں لہذا یہ dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر2010/25 محترمہ نگہت ناصر شیخ کی ہے، یہ dispose of کی جاتی ہے۔ 2010/26 چودھری ظہیر الدین خان، جناب محمد یار ہراج، جناب محمد محسن خان لغاری کی جانب سے ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! ہمیں تحریک التوائے کار نمبر 2010/26 کی کاپی دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اُنہیں تحریک التوائے کار نمبر26 کی کاپی دی جائے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! اتنی دیر میں، میں اپنی تحریک نمبر27 پڑھ لوں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: چلیں، جتنی دیر وہ ڈھونڈ رہے ہیں اتنی دیر میں آپ اپنی تحریک التوائے کار نمبر2010/27 پڑھ لیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں تھوڑی سی بات کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے جو ابھی آپ سے mutation پر بات کی تھی۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پہلے اس پر بات کر لیں۔

صوبہ پنجاب میں جنگلات کو ملکی و غیر ملکی قبضہ مافیا کے ہاتھوں تباہی کا سامنا

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں صرف دو فقرے بولنا چاہتا ہوں۔ زبانی انتقالات پر لوگوں کا جو بیڑا غرق ہو رہا ہے مجھے یہ کہا گیا ہے کہ اس پر Resolution لائیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اس پر Resolution نہیں بنتا میں نے اس پر Adjournment Motion دی تھی، آپ خود ایک اچھے وکیل ہیں، آپ جانتے ہیں کہ ریونیو سٹاف لوگوں کے انگوٹھے کس طرح سے لگوا کر کیا کر رہا ہے؟ میں صرف یہ ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ یہ زبانی انتقالات ختم ہونے چاہئیں۔ اب میں اپنی تحریک التوائے کار نمبر 2010/27 پڑھتا ہوں۔

میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر اس پر آج بلکہ ابھی ہم سب نے کوئی مثبت قدم نہ اٹھایا تو پنجاب سے جنگلات قصہ پارینہ بن جائیں گے۔ پورے صوبہ سے جنگلات کے لئے مخصوص زمینوں مع ان پر لگے جنگلات کو اس وقت مختلف حیلے بہانوں سے ملکی و غیر ملکی قبضہ مافیا کے ہاتھوں تباہی کا سامنا ہے اور ان تمام حالات کو دیکھتے ہوئے ہم سب کا خاموش تماشائی بنا رہنا تاریخ میں کن حروف سے لکھا جائے گا؟ اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ مختصراً حالات کچھ اس طرح سے ہیں کہ چیچہ وطنی کے جنگلات میں سے 4600 درختوں کو کاٹنے کا فیصلہ ہو چکا ہے اور سینکڑوں ایکڑ زمین دانش سکول کو دی جا رہی ہے۔ پورے علاقہ میں شیشم کا کوئی درخت رہے گا اور نہ کوئی wild life ہو گی۔ محترم وزیر اعلیٰ پنجاب نے جولائی 2009 میں فارسٹ ایکٹ 1972 میں amendment کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی جس کا محرک بھی رکن تھا۔ کمیٹی نے مسلسل غور و خوض کے بعد تمام تجاویز جن سے محکمہ جنگلات کی چوری اور زمین فروخت کی جانے کی کسی حد تک امید کی جا سکتی ہے مکمل کر کے دے دیں جس کو تقریباً 6 ماہ کا عرصہ بھی گزر چکا ہے لیکن آج تک اس amendment کا بھی کچھ پتا نہیں لگ سکا۔ یہ سب کچھ اس لئے کیا جا رہا ہے کہ وہ amendment ایکٹ کا حصہ بننے سے پہلے پورے پنجاب میں جنگلات کی زمینوں کا صفایا کر دیا جائے۔ ہمارے نزدیک ترین ایک بدترین مثال چھانگا مانگا کا جنگل بھی ہے جو کہ اب جنگل تو کیا لق و دق میدان کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ یہی حال کھاریاں اور راولپنڈی کے تخت پڑی جنگلات کا ہے۔ ایک وہ لوگ تھے جبکہ ان

لوگوں کا اس خطہ زمین سے کوئی تعلق بھی نہ تھا۔ ایک ہم یہ ہیں جو قدرت کی دی ہوئی اس نعمت عظمیٰ کو سنبھالنے سے بھی قاصر ہیں۔ قیام پاکستان سے لے کر اب تک محکمہ جنگلات کی زمینوں کو جس بے دردی سے لوٹا گیا، انتہا کی تو بات اب یہ ہے کہ صرف تحصیل مری میں محکمہ جنگلات کی زمینوں پر17ہاوسنگ سوسائٹیاں ناجائز قبضہ مافیا نے بناکر فروخت کر دیں جن میں OGDCL کی ہاؤسنگ سوسائٹی بھی شامل ہے۔ ان تمام معاملات کا فوری احتساب ہونا چاہئے بلکہ آنے والی نسلوں کا قرض سمجھتے ہوئے محکمہ جنگلات کی زمین کا ہرانچ اور ہر درخت اس معزز ایوان کی ذمہ داری ہے لہٰذا استدعا ہے کہ میری اس تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناءاللہ خان): جناب سپیکر! اس کا کافی لمبا اور تفصیلی جواب ہے اور اس میں جو relevant portion ہے وہ میں پڑھ دیتا ہوں۔ یہ درست ہے کہ چیچہ وطنی plantation جو کہ 11521 ایکڑ پر مشتمل ہے اس میں دانش سکول کو زمین دی جارہی ہے اور یہ 211 ایکڑ 6 کنال 8 مرلہ رقبہ قانونی ڈیپارٹمنٹ نے دانش سکول کو منتقل کر دیا ہے لیکن یہ غلط ہے کہ اس یعنی 211 ایکڑ پر جتنے بھی درخت لگے ہوئے ہیں وہ تمام کے تمام کاٹ دیئے جائیں گئے بلکہ صرف اس مخصوص حصہ میں جہاں پر عمارت بنی ہے اس حصہ میں جو درخت آئیں گے صرف اُن کو کاٹا جائے گا اور باقی درخت بدستور اسی طریقے سے بلکہ اسی جگہ پر رہیں گے بلکہ سکول کی عمارت مکمل ہونے کے بعد وہاں پر مزید پودے لگائے جائیں گے۔ دوسرا اس میں چھانگا مانگا plantations کا جو رقبہ ہے یہ 12510 ایکڑ ہے جس میں پچھلے سات سالوں میں 4500 ایکڑ رقبہ پر شیشم کی 32.67 لاکھ پودوں کی کامیاب شجرکاری کی گئی ہے۔ باقی رقبہ پر درمیانی عمر اور بڑی عمر کے درخت موجود ہیں۔ گزشتہ کئی سالوں سے نہری پانی کی شدید قلت کی وجہ سے فصل جنگل کو پانی حسب ضرورت نہیں مل رہا۔ مزید یہ کہ شیشم پر ڈائی بیگ کا حملہ ہونے کی وجہ سے شیشم کے خشک درختوں کی محکمانہ طور پر کٹائی کروا کر نیلام کیا گیا ہے۔ کٹائی شدہ رقبہ یا جہاں پر فصل جنگل کی حالت کمزور تھی وہاں پر شجرکاری کروائی جارہی ہے۔ محکمہ اپنے وسائل میں رہتے ہوئے پوری کوشش کر رہا ہے کہ جنگلات کی حالت کو بہتر سے بہتر بنایا جائے۔ اسی

طرح سے کھاریاں چراگاہ سے متعلق انفارمیشن ہے، مری فارسٹ ڈویژن تحصیل مری سترہ ہاؤسنگ سوسائٹی ناجائز اور جعلی قرار دی گئی ہیں جن کا نوٹیفکیشن تحصیل میونسپل آفیسر مری نے جاری کیا ہے۔ جناب وزیر اعلیٰ پنجاب کے حکم کے تحت چار مشترکہ ٹیمیں جو کہ محکمہ مال اور محکمہ جنگلات کے اہلکاروں پر مشتمل ہیں اور موقع پر حد براری کا کام کر رہی ہیں اور یہ کام مکمل کرنے کے لئے 15۔مارچ 2010 تک کی ڈیڈ لائن دی گئی ہے۔ حد براری کا کام مکمل ہونے کے بعد قواعد کے مطابق کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔ مختلف ترقیاتی سکیموں اور mega project کے تحت پنجاب میں 130 ایکڑ رقبہ پر شجر کاری کرنے کا پروگرام بنایا گیا ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! یہ بات confirm ہو گئی ہے کہ جنگلات کی زمینوں کے ساتھ جو کچھ۔۔۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میرے خیال میں ایسا نہیں ہوتا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: تھوڑی سی بات آپ بھی کر لیتے ہیں۔ Let him conclude, please.

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! اس کو debate کے لئے رکھ لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کے لئے پھر باقاعدہ voting کروانی پڑے گی۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! بے شک voting کروائیں، اس کو debate کے لئے رکھ لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! جواب آ گیا ہے، اس کے اوپر short statement بھی نہیں دی جا سکتی۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں short statement بھی نہیں دیتا، میں صرف یہ کہتا ہوں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناءاللہ خان): جناب سپیکر! لغاری صاحب کا point بڑا valid ہے، آپ اس کو implement کروائیں کیونکہ پھر اس طرح اگر اس پر ایک طرف سے بحث کروائیں گے تو پھر دوسری طرف سے بھی ہو گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! میرا خیال ہے کہ میں اس کے بعد آپ کو پوائنٹ آف آرڈر پر ٹائم دوں گا۔ آپ بیٹھ جائیں کیونکہ تحریک التوائے کار کا ٹائم ختم ہو رہا ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! آپ میری بات تو سنیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! ماشاءاللہ آپ تو خود قانون اور rules بھی جانتے ہیں اس کے اندر short statement بھی نہیں ہو سکتی اور اس پر بحث بھی نہیں ہو سکتی۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! جنگلات کی زمینوں کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے، اگر میں ثابت نہ کر سکوں کہ چھانگا مانگا جنگل تباہ ہو چکا ہے تو میں استعفیٰ دے دوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب ہم تحریک التوائے کار نمبر 10/ 26 کو لیتے ہیں، چودھری ظہیر الدین خان صاحب، محمد یار ہراج، ناموں کی لمبی لسٹ ہے کون پڑھے گا؟

ڈاکٹر فائزہ اصغر: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ۔۔۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چودھری صاحب! یہاں پر پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا، آپ ہمارے بڑے محترم ہیں اور Leader of the Opposition ہیں۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! آپ نے فرمایا ہے کہ لمبی لسٹ ہے۔ یہ customs اور traditions آپ کی طرف سے آتی ہیں اور لمبی لسٹ میں سے short cut کرنا یہ آپ نے نئی روایت شروع کر دی ہے تو ہمیں قبول ہے اور اگر پوری لسٹ پڑھنا ایک روایت ہے تو ہمیں اس پر بھی اعتراض نہیں ہے کیونکہ یہ ایک اچھی روایت ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چودھری صاحب! کل آپ موجود نہیں تھے، میں نے یہی بات کی تھی جو کہ اتنی لمبی لسٹ آتی ہے کیونکہ تحریک التوائے کار کا ٹائم صرف آدھا گھنٹہ ہوتا ہے۔ اس کے اندر اگر ہم یہ سارے نام پڑھنا شروع کریں۔۔۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! ہم اسی کام کے لئے منتخب ہوئے اور آپ اسی کام کے لئے یہاں منتخب ہوئے ہیں اور میں نے کہا ہے کہ اگر آپ اس کو روایت سمجھتے ہیں تو آئندہ بھی آپ اسی روایت کو جاری رکھئے گا اور آپ کہہ دیجئے کہ میں نے نئی روایت قائم کی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ کسی without any bad intension ہے صرف اس لئے کہ ممبرز کی زیادہ سے زیادہ بات کو لیا جاسکے، اگر آپ چاہتے ہیں کہ ساری لسٹ پڑھی جائے تو میں پڑھ دیتا ہوں۔اس میں تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! میں یہ کبھی کہنے کی جسارت نہیں کر سکتا کہ یہ آپ کی bad intension ہے، اس Chair سے تو کبھی آج تک bad intension نہیں ہوئی ،اس Chair پر تو آ کر جنرل بیٹھ گیا تھا تو اس کو بھی کبھی کسی نے کہا؟ تو جو Chair کا تقدس ہے اسی کو ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے۔ میں نے یہ گزارش کی ہے کہ اگر آپ کی طبع نازک پر گراں گزرتا ہے تو ہمیں قبول ہے اور میں نے صرف اتنی سی گزارش کرنی تھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں پہلی بات تو یہ کہوں گا کہ میں کبھی بھی یہ نہیں چاہوں گا کہ اس Chair کو کسی ڈکٹیٹر کے ساتھ ملایا جائے تو یہ ہم جمہوری لوگوں کے لئے اچھی بات نہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ کل میں نے یہ sense ادھر دوستوں سے بات کر کے لی تھی۔ میں نے کہا تھا کہ اگر ہم اس لسٹ کو short کر لیں تو ٹھیک ہو گا اور اس کے بعد ہی ہم نے اس کو شروع کیا تھا۔جی، محترمہ!

صوبائی دارالحکومت لاہور کے متعدد علاقے طالبات کے لئے اعلیٰ تعلیم کی بنیادی سہولیات سے محروم

ڈاکٹر فائزہ اصغر: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "پاکستان" مورخہ 06/01/10 کی خبر کے مطابق صوبائی دارالحکومت لاہور کے ایک چوتھائی حصہ میں طالبات کی اعلیٰ تعلیم کے لئے کوئی سہولت دستیاب نہیں۔ بھاٹی چوک سے مانگا منڈی تک ایک بھی گرلز کالج نہ ہونے کے باعث طالبات اور ان کے والدین کو سخت مشکلات کا سامنا ہے۔ لڑکیوں کی بھاری تعداد کو میلوں دور جانا پڑتا ہے۔ نشاندہی کی گئی کہ ملتان روڈ کے دائیں جانب 25 سے 30 لاکھ آبادی پر مشتمل بستیوں میں ایک بھی گرلز کالج نہیں جبکہ لڑکوں کے لئے 12 کالجز موجود ہیں۔ گویا اشاعت تعلیم کے معاملے میں بھی صنفی امتیاز برتا جاتا ہے لیکن لڑکوں کے 12 کالجز تو کسی نہ

کسی صورت میں کام کر رہے ہیں لیکن لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم کے لئے ایک بھی ادارہ قائم نہیں کیا گیا حالانکہ لڑکیوں کے لئے اپنی بستی سے باہر آنا جانا نسبتاً بہت مشکل ہوتا ہے۔ اسی کے پیش نظر گنجان آباد بستیوں میں طالبات کے کالجوں کے لئے جگہ کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ حکومت لاہور کے ان علاقوں سے اٹھنے والی آواز پر غور کر کے طالبات کے لئے تعلیمی سہولتیں فراہم کرنے کا بندوبست کرے۔ اس سلسلے میں بعض ماہرین نے مشورہ دیا ہے کہ میٹرک تک قائم سکولوں کو ہائر سیکنڈری سکولوں کا درجہ دے دیا جائے اور وہاں ایف اے، ایف ایس سی اور آئی کام کی کلاسیں شروع کر دی جائیں۔ اس اقدام سے چوبرجی، یتیم خانہ، گلشن راوی سے سید پور، شاہ نور اور ٹھوکر نیاز بیگ تک طالبات کے لئے تعلیمی سہولت مہیا کی جاسکتی ہے۔ اس public interest کے معاملہ کو حل کرنے سے اہل علاقہ کی مایوسی کا سدباب ہو سکے گا۔ لہٰذا میری استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناءاللہ خان): جناب سپیکر! ڈیپارٹمنٹ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ بھاٹی چوک سے مانگا منڈی کے درمیان گورنمنٹ کے مختلف کالجز کام کر رہے ہیں جن کی تفصیل یوں ہے:۔

1۔ بھاٹی چوک سے ایک کلومیٹر کے فاصلے پر گورنمنٹ ڈگری کالج برائے خواتین، بلال گنج لاہور واقع ہے۔

2۔ چوبرجی چوک سے ایک فرلانگ کے فاصلے پر گورنمنٹ ڈگری کالج کلیات البنات، 15 Lake Road، لاہور واقع ہے۔

3۔ چوک سمن آباد سے ایک کلومیٹر کے فاصلے پر گورنمنٹ ڈگری کالج برائے خواتین گلشن راوی، لاہور واقع ہے جو کہ عرصہ دو سال سے علاقہ کی بچیوں کو تعلیم کے زیور سے بہرہ ور کر رہا ہے۔

4۔ چوک یتیم خانہ سے دو کلومیٹر کے فاصلے پر گورنمنٹ کالج برائے خواتین سمن آباد، لاہور واقع ہے جبکہ زیر تعمیر کالجوں کی تفصیل یہ ہے:۔

1۔ سبزہ زار کے علاقہ میں مرغزار کالونی میں گرلز کالج تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔

2۔ گورنمنٹ ایمپلائز ہاؤسنگ سوسائٹی موہنی وال میں گرلز کالج زیر تعمیر ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، یہ disposed of کی جاتی ہے۔اب تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر!میری تحریک التوائے کار کا کیا بنا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، وہ تو already pending کر دی گئی ہوئی ہے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر!ابھی آپ سے یہی تو request کی تھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، میرا خیال ہے کہ پھر آپ نے سُنا نہیں تھا۔

شیخ علاؤ الدین: جناب سپیکر!میں نے آپ سے وہی گزارش کرنی تھی کہ یہ ایک Adjournment Motion ہے جس میں خواتین کا مسئلہ ہے۔House سے پوچھ لیں کہ اگر کوئی اس پر discussion کرنا چاہتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، یہ ایک Adjournment Motion تھی اس کے اوپر سپیکر صاحب کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے allow کر دیا تھا لیکن یہ آج کے ایجنڈے میں ہے اور نہ ہی کل کے ایجنڈے میں تھی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر!میرا خیال ہے کہ اس پر کافی بات ہو چکی ہے، اس پر اگر نہ ہی بات کی جائے تو زیادہ مناسب ہے۔

غیر سرکاری ارکان کی کارروائی

قراردادیں

(مفاد عامہ سے متعلق)

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! آپ بعد میں اس پر اپنی suggestions دے دیجئے گا۔ اس کے اوپر میں آپ کو قراردادوں کے بعد ٹائم دیتا ہوں۔ اب غیر سرکاری ارکان کی کارروائی شروع کرتے ہیں۔ آج کے ایجنڈے پر درج ذیل کارروائی ہے۔ مفاد عامہ سے متعلق قراردادیں ہیں۔ سب سے پہلے ہم مورخہ 16۔فروری 2010 کے ایجنڈے سے زیر التواء رکھی گئی قراردادلیتے ہیں۔ یہ قرارداد جناب خالد جاوید اصغر گھرال صاحب کی ہے۔ وہ اسے پیش کریں۔

25ایکڑ تک اراضی کو زرعی ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دینا

جناب خالد جاوید اصغر گھرال: جناب سپیکر! میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ حکومت پچیس ایکڑ تک کے مالک کو زرعی ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ حکومت پچیس ایکڑ تک کے مالک کو زرعی ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دے۔"

یہ قرارداد پیش کی گئی اور اب سوال یہ ہے کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ حکومت پچیس ایکڑ تک کے مالک کو زرعی ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دے۔"

(قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب ہم آج کے ایجنڈے کی قراردادیں لیتے ہیں۔ سب سے پہلی قرارداد محترمہ طلعت یعقوب صاحبہ کی ہے وہ اسے پیش کریں۔

صوبہ پنجاب کے تمام اضلاع میں وومن پولیس سٹیشن کے قیام کا مطالبہ

محترمہ طلعت یعقوب: جناب سپیکر! میں یہ قرارداد پیش کرتی ہوں کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی حکومت صوبہ پنجاب کے تمام اضلاع میں وومن پولیس سٹیشن جن میں تمام ضروری آفیسرز اور اہلکاران ہوں، قائم کئے جائیں۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی حکومت صوبہ پنجاب کے تمام اضلاع میں وومن پولیس سٹیشن جن میں تمام ضروری آفیسرز اور اہلکاران ہوں، قائم کئے جائیں۔"

یہ قرارداد پیش کی گئی اوراب سوال یہ ہے کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی حکومت صوبہ پنجاب کے تمام اضلاع میں وومن پولیس سٹیشن جن میں تمام ضروری آفیسرز اور اہلکاران ہوں، قائم کئے جائیں۔"

(قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب اس کے بعد دوسری قرارداد محترمہ عارفہ خالد پرویز صاحبہ کی ہے وہ اسے پیش کریں۔

حکومت سے پرائیویٹ سکولوں میں ٹرانسپیرنٹ بیگز کی ناجائز فروخت کو روکنے اور سرکاری سکولوں میں ان کی مفت فراہمی کا مطالبہ

محترمہ عارفہ خالد پرویز: جناب سپیکر! میں یہ قرارداد پیش کرتی ہوں کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی حکومت پرائیویٹ سکولوں میں سکیورٹی کے نام پر transparent bags کی مہنگے داموں، غیر قانونی اور ناجائز فروخت کو روکے اور اس سلسلہ میں تمام پرائیویٹ سکولوں کو پابند کیا جائے کہ وہ حکومت

سے اجازت لینے کے بعد transparent bags حکومت کے منظور شدہ ریٹس پر فروخت کریں۔ نیز صوبائی حکومت اپنے سرکاری سکولوں میں بھی ایسے ہی transparent bags مفت فراہم کرے تا کہ تمام سکولوں میں بہتر سکیورٹی کا بندوبست ہو سکے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی حکومت پرائیویٹ سکولوں میں سکیورٹی کے نام پر transparent bags کی مہنگے داموں، غیر قانونی اور ناجائز فروخت کو روکے اور اس سلسلہ میں تمام پرائیویٹ سکولوں کو پابند کیا جائے کہ وہ حکومت سے اجازت لینے کے بعد transparent bags حکومت کے منظور شدہ ریٹس پر فروخت کریں۔ نیز صوبائی حکومت اپنے سرکاری سکولوں میں بھی ایسے ہی transparent bags مفت فراہم کرے تا کہ تمام سکولوں میں بہتر سکیورٹی کا بندوبست ہو سکے۔"

MS SEEMAL KAMRAN: I oppose

MS EMBSAT HAMID: I oppose

MS FOUZIA BEHRAM: I oppose

MS SAJIDA MIR: I oppose

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، اب محرک بات کریں۔

محترمہ عارفہ خالد پرویز: جناب سپیکر! مختلف سکولوں کا visit کرنے کے بعد بہت سے ماں باپ نے اس پر اعتراض کیا کیونکہ یہ حکومت پنجاب کا مسئلہ ہے۔ آج کل ہم سب security risk face کر رہے ہیں اور کسی بھی پرائیویٹ ادارے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ سکیورٹی کے نام پر بچوں، خاص طور پر چھوٹے بچوں کو اس میں involve کرے اور سستے bags کو بھاری قیمت پر بیچا جائے۔ اس وقت پرائیویٹ سکولوں کی بہت سی branches جن میں ہزاروں بچے پڑھ رہے ہیں ان کے ذریعے انہوں نے جو کروڑوں روپے کا ایک نیا بزنس شروع کرنے کا طریقہ اپنایا ہے اس سے حکومت کے نام پر حرف

آتا ہے کیونکہ حکومت نے انہیں سکیورٹی مہیا کرنے کے لئے کچھ اقدامات بتائے ہیں۔ کہیں پر بھی سکیورٹی کے ایسے bagsکا ذکر نہیں کیا گیا ورنہ تو آپ کو transparent cars بھی چاہئیں جن میں بچے سکول جائیں، آپ کو transparent bagsکے ساتھ اور بھی بہت سی چیزیں چاہئیں۔ میرے خیال میں اس وقت ہمیں issueکو blow out of proportionنہیں کرنا چاہئے۔ ہمیں اس وقت حکومت کی مدد کرنی چاہئے اور ایسی چیزوں کو اپنے ذاتی مفاد کے لئے بالکل استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ میرے خیال سے جہاں تک transparent bagsکی بات ہے تو پھر تو وہ ایک transparentلفافے میں بھی کتابیں لے کر جا سکتے ہیں اس کے لئے ہزار روپے کا ایک bag جس کی صرف دو مہینے کی گارنٹی ہے وہ provideکرنا بالکل ناجائز ہے۔ ماں باپ جو بہت مشکل سے اپنے بچوں کو وہاں بھیجتے ہیں ان کے یونیفارمز، کتابیں، ان کے آنے جانے کے اخراجات برداشت کرتے ہیں اس میں یہ ایک نیا expenseڈال کر صرف حکومت کو بدنام کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اس کی بالکل ضرورت نہیں ہے کہ خاص طور پر نئے bags designکئے جائیں اور وہاں پر provideکئے جائیں۔ اگر کسی نے bags provideکرنے ہیں تو اس کی ایک controlled priceہونی چاہئے اور وہ حکومت کی طرف سے ہونی چاہئے کیونکہ سکیورٹی کا issueپرائیویٹ سکولوں کا personal issueنہیں ہے۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! میں اس حوالے سے یہ کہنا چاہتی ہوں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ساجدہ میر صاحبہ! ایک منٹ ٹھہریں۔ جس نے جس طرح opposeکیا ہے میں اسی طرح سے اسے floorsدے رہا ہوں۔ آپ تشریف رکھیں۔ جی، سیمل کامران صاحبہ!

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! بہت شکریہ۔ میں chapter 13, rule No.116 referکرنا چاہتی ہوں۔ اس کی sub clause(iv) یہ کہتی ہے کہ:

> It shall be clearly and precisely expressed and shall raise substantially one definite issue.

اگر آپ اس Resolutionکو غور سے پڑھیں تو اس میں ایک تو پرائیویٹ سکولوں میں transparent bagsکی بات کی گئی ہے کہ ان کو کس طرح سے ہونا چاہئے اور یہ کہ وہ غیر قانونی اور ناجائز ہیں اور دوسری بات یہ کی گئی ہے کہ صوبائی حکومت اپنے سرکاری سکولو ں میں ایسے bags

introduce کروائے۔سب سے پہلے تو مجھے اس چیز پر اعتراض ہے کہ آج پھر ہم دوبارہ یہ Resolution لائے ہیں جو کہ rules کے تحت accept نہیں ہو سکتی۔وہ Resolution آج پھر House میں آئی ہے۔اس کے علاوہ یہاں پر یہ کہا گیا ہے کہ حکومت کی help ہو گی۔ حکومت کی help ہم law and order کی situation improve کر کے کر سکتے ہیں نہ کہ جو lacunas جہاں پر ہیں ان کو اسی طرح سے unattended چھوڑ کر میں سمجھتی ہوں کہ یہ لوگ treasury میں بیٹھ کر اپنی حکومت کی مدد نہیں کر رہے ان کے لئے problems create کر رہے ہیں۔دوسرا میں معزز رکن کو یہ بتانا چاہتی ہوں کہ یہ میرے آپ کے اور ہم سب کے بچوں کا مستقبل ہے ان کو security provide کرنا آپ کی، میری اور ہم سب کی ذمہ داری ہے۔جو بچہ پرائیویٹ سکول میں جاتا ہے تمام معزز رکن اس بات سے آشنا ہیں کہ وہ کوئی "بے چارہ" بچہ نہیں ہوتا۔یہاں پر ہمیں یہ بات کرنی چاہئے کہ ان پرائیویٹ سکولوں کی فیسیں کم کی جائیں اگر یہ بات کی جاتی تو میں سب سے پہلے ان کو support کرتی۔یہاں پر یہ کہا جارہا ہے کہ بچوں کی security کے لئے جو transparent bags provide کئے جارہے ہیں وہ نہ دیئے جائیں۔ان محترمہ کے یا میرے بچے جب سکول جاتے ہیں تو کبھی کسی نے لفافے میں کتابیں ڈالی ہیں کس قسم کی immature گفتگو ہے جو اس House میں ہو رہی ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ اپنا نقطہ نظر پیش کریں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب والا! میں اپنا personal experience share کرنا چاہتی ہوں کہ میری بیٹی لاہور گرائمر سکول غالب مارکیٹ class two کی student ہے۔میری بیٹی کی class fellow جب چھٹی کے وقت سکول سے باہر گئی اور آئس کریم والے سے اس نے آئس کریم لی اس نے بچی کو ساتھ ایک candy بھی دی سکول کے اندر آنے کے لئے جب وہ scanner سے گزری تو ایک آواز آئی اور گارڈ نے آیا کو بلا کر اس کو چیک کیا تو wrapper کے اندر ایک پٹاخا تھا۔میرے دونوں بچے اس سکول کی different branches میں جاتے ہیں۔ انہوں نے پہلے parents کا consensus لینے کے لئے ایک گھر میں لیٹر بھیجا کہ ہمارے سکول میں ایک واقعہ پیش آیا ہے security measures adopt کرنے کے لئے transparent bags introduce

کروانا چاہتے ہیں۔ ہر کلاس کے لئے انہوں نے قیمت بتائی کہ اس کی یہ قیمت ہو گی کیاparentsاس سے agree کرتے ہیں؟ ہماری permissionکے بعد انہوں نے وہbags introduceکروائے اورclass twoکے بچے کے لئے-/750روپےchargeکر رہے ہیں جو کہ ٹرالی کے ساتھ بیگ ہے .Which is not muchاورclass oneکے بچے کے لئے-/575روپےchargeکئے جا رہے ہیں۔ سب کے بچے سکولوں میں جاتے ہیں، آپ بازار چلے جائیں، اس وقت بازار میں جو ٹرالی بیگ مل رہا ہے وہ سات آٹھ سو روپے کا ہے۔ میرا کوئی پرائیویٹ سکول نہیں ہے لیکن میرے بچے سکول جاتے ہیں، میرے چاروں بچے سکول جاتے ہیں۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ یہtransparent bagsبچوں کے لئے بہت ضروری ہیں اور پرائیویٹ سکولوں نے اگر کوئی چیز کم دے ہی دی ہے تو خدارا اس کو issueنہ بنائیں کہیں وہ یہ بھیfacilities parentsسے واپس نہ لے لیں۔ یہ کوئی قوم کا بھلا نہیں ہو رہا بلکہ یہResolutionان کےagainstہی جا رہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ محترمہ انبساط صاحبہ نے بھی اس پر اعتراض کیا تھا اور محترمہ فوزیہ بہرام صاحبہ نے بھی کیا تھا۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب والا! میں نے بھی بات کرنی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جنہوں نے اعتراض کیا تھا سب کو باری باری ٹائم ملے گا۔ محترمہ انبساط حامد صاحبہ!

محترمہ انبساط حامد: جناب والا! میں یہ کہنا چاہوں گی، ایک معزز رکن نے کہا ہے کہ یہ جو transparent bags private schoolsنےintroduceکروائے ہیں یہ حکومت کے خلاف ایک سازش ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہوں گی کہ پرائیویٹ سکول ہی حکومت کے خلاف سازشوں میں لگے ہوئے ہیں؟ یہ اپنی حکومت کے بارے میں اتنےsensitiveنہ ہوں، مسئلہ یہ ہے کہ یہ جو transparent bagsہیں یہ پرائیویٹ سکولوں نے بچوں کے ہاتھوں میں اس لئے تھمائے ہیں تاکہ ہر چیزtransparentطریقے سے گارڈ اور چوکیدار کو نظر آ سکے۔ میری بھی بیٹی سکول جا رہی ہے اس کے بھی سکول میں یہیtransparent bags introduceہوئے ہیں and I don’t think

that we should have an objectionباقی اگر کسی بیگ کا ٹھیکہ ان کو نہیں ملا تو وہ ان کی personalوجہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں۔ .No personal comments فوزیہ بہرام صاحبہ اور اس کے بعد ساجدہ میر صاحبہ اس کے بعد اعجاز خان صاحب!

محترمہ فوزیہ بہرام: سپیکر صاحب!شکریہ۔مجھے پرائیویٹ سکولوں کے اس معاملے پر تو کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن ان کا یہ کہنا کہ گورنمنٹ سکول ان bags کو مفت provide کریں۔یہ اس ساری تحریک کو ہی مضحکہ خیز بنادیتے ہیں کیونکہ سرکاری سکولوں کا جو بجٹ ہے اس میں وسیع پیمانے پر رقم کو پہلے سے رکھا جانا چاہئے اور جو سرکاری سکولوں کی ایڈمنسٹریشن ہے وہ بھی اس کے ساتھ agree کرے اس کے بعد وہ اس کو include کریں اور اس کے بعد جا کر یہ transparent bags بچوں کو فری دیئے جاسکتے ہیں۔گورنمنٹ سکول کا اندازہ اگر میری بہن کا یہ ہے کہ گورنمنٹ سکول ایک ہے، گورنمنٹ سکول تو اتنے زیادہ ہیں، شہروں میں لوگ کم رہتے ہیں، پنجاب کے اندر تو80 فیصد سے زیادہ جو سٹاف ہے وہ دیہاتوں سے متعلق ہے۔جب دیہاتوں میں اتنے زیادہ سکول ہیں تو اتنا وسیع تر بجٹ کہاں سے آئے گا؟ پہلے ہی محکمے کا بجٹ بہت مشکل سے پورا ہوتا ہے تو اگر اتنا زیادہ بوجھ حکومت پر ڈالنے کا انہوں نے سوچا ہے تو ان کو چاہئے تھا کہ یہ proper planning کے ساتھ سکولوں کی ایڈمنسٹریشن کے جو Administrative Secretary ہیں ان کے ساتھ بیٹھ کر ان کو plan کرنا چاہئے تھا۔مجھے اس بات پر کوئی اعتراض نہیں کہ پرائیویٹ سکول قیمتاً bags provide کر رہے ہیں۔میرا بچہ بھی پرائیویٹ سکول میں جاتا ہے وہ transparent bag لے کر نہیں جاتا لیکن اس کا جو bag ہے وہ کافی visible ہے لہٰذا اس وقت ملک میں جو دہشت گردی کے حالات ہیں ان حالات میں بچوں کو ہی brain washing کر کے استعمال کیا جاتا ہے۔اگر بچوں کو secure and safe رکھنے کے لئے پرائیویٹ سکولوں نے کوئی حل نکالا ہے تو میں اس کو خوش آمدید کہتی ہوں اور میں سمجھتی ہوں کہ اس معاملے میں بچوں کو روشناس کروانا اور بچوں کو سمجھانا انتہائی ضروری ہے۔سرکاری طور پر یہ بات لاگو کرنا کہ transparent bags free of cost provide کئے جائیں سراسر ہمارے صوبے کے مالی حالات کے against ہے۔

So I do not appreciate this Resolution.

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ ساجدہ میر صاحبہ!

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! اس Resolution میں ایک تو طبقاتی تفریق نظر آ رہی ہے کہ پرائیوٹ سکول بچوں کو -/750روپے اور -/800روپے میں سکول بیگ دیتے ہیں، گورنمنٹ کے جو سکول ہیں وہ بیگ نہیں دیتے۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ mover کو پہلے سوچنا چاہئے تھا کہ ہم حکومتی بنچوں پر بیٹھے ہیں ہمیں اس Resolution کو کس طریقے سے لانا چاہئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ پرائیویٹ سکول جب سکیورٹی کے لئے -/500 روپے فیس سے کاٹتے ہیں تو ان کو اس بات سے روکا جائے کہ وہ -/500روپے بچوں کی فیس میں سے کیوں لیتے ہیں اور پرائیویٹ سکولوں میں اتنی زیادہ فیسیں کیوں لی جاتی ہیں، ان فیسوں کو کم کیا جائے تاکہ foolproof security ہو سکے اور گورنمنٹ بھی کرے اور پرائیویٹ سکولوں کو بھی ensure کیا جائے۔ یہ ان کی ذمہ داری میں شامل ہوتا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ ماں باپ کی گود سے نکل کر بچہ جب سکول میں جاتا ہے تو اس کی دوسری درس گاہ سکول ہے اور ان سکولوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کو foolproof security دیں اور کوئی دہشت گرد ان کو استعمال نہ کر سکے۔ ان کی فیسیں جب تک کم نہیں ہوں گی بیگ دینے یا لینے سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوگا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، اعجاز احمد خان صاحب!

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! اگر اس قرارداد کو پڑھیں تو اس میں ہے کہ صوبائی حکومت پرائیویٹ سکولوں میں security کے نام پر transparent bags کی مہنگے داموں غیر قانونی اور ناجائز فروخت کو روکے اور اس سلسلے میں تمام پرائیویٹ سکولوں کو پابند کیا جائے کہ وہ حکومت سے اجازت لینے کے بعد transparent bags حکومت کے منظور شدہ ریٹ پر فروخت کرے۔ اس میں پہلی بات تو یہ ہے کہ حکومت نے transparent bags کے لئے کوئی ریٹ مقرر نہیں کیا۔ کوئی اس کی regulatory body موجود نہیں ہے جس نے اس ریٹ کو مقرر کیا ہو اور اس میں یہ بات تو کہی جا سکتی ہے کہ مہنگے داموں فروخت، لیکن درمیان میں یہ غیر قانونی اور ناجائز، یہ کسی قانون کی violation نہیں ہے۔ کوئی بھی ناجائز نہیں ہے یہ کوئی ایسی commodity نہیں ہے جو ناجائز

commodity کے ضمن میں آئے۔ معذرت کے ساتھ عرض کروں گا کہ یہ ایک vague سی resolution یہاں پر آئی ہے اور اس سے گورنمنٹ پر بہت بڑا financial burden پڑ جائے گا۔ غیر قانونی اور ناجائز کا لفظ اس میں سے absolutely نکلنا چاہئے، یہ کسی بھی صورت میں بنتا نہیں ہے اور اس کے علاوہ state کے اوپر اتنی بڑی financial imposition کو مد نظر رکھتے ہوئے میرا خیال ہے کہ .It should be turned down

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ خواجہ محمد اسلام!

خواجہ محمد اسلام: جناب والا! میں یہ کہنا چاہوں گا کہ اس قرار داد کی جو مخالفت ہو رہی ہے وہ صرف یہی ہے کہ:

اکثر دھوکہ دے جاندے شکلوں ویکھے جاچے لوک
سانوں آ کے راہواں دسن اپنے گھروں گواچے لوک

جناب والا! بڑی simple سی گزارش ہے کہ اس قرار داد کی جو spirit تھی وہ صرف یہی تھی کہ غیر قانونی اور اس برائی کو روکنا جو پرائیویٹ سکولوں میں دن بدن بڑھ رہی ہے۔۔۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! یہ اس Resolution کے mover ہیں اور نہ ہی انہوں نے oppose کیا ہے تو یہ کس طرح بات کر رہے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ اس کی حمایت میں تو نہیں بول سکتے۔۔۔

خواجہ محمد اسلام: جناب والا! میں اس کی تائید کر رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کیا کر رہے ہیں، آپ اس کی تائید کر رہے ہیں یا مخالفت کر رہے ہیں؟

خواجہ محمد اسلام: جناب والا! میں اس کی spirit کے خلاف نہیں ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جو اس کو oppose کرتے ہیں وہ اس پر بول سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس پر کافی بات ہو گئی ہے اب اس پر .sense of the House لے لیتے ہیں۔

یہ قرار داد پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی حکومت پرائیویٹ سکولوں میں سکیورٹی کے نام پر transparent bags کی مہنگے داموں غیر قانونی اور ناجائز فروخت کو روکے اور اس سلسلہ میں تمام پرائیویٹ سکولوں کو پابند کیا جائے کہ وہ حکومت سے اجازت لینے کے بعد transparent bags حکومت کے منظور شدہ ریٹ پر فروخت کریں۔ نیز صوبائی حکومت اپنے سرکاری سکولوں میں بھی ایسے ہی transparent bags مفت فراہم کرے تا کہ تمام سکولوں میں بہتر سکیورٹی کا بندوبست ہو۔"

(قرارداد نامنظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: تیسری قرارداد انجینئر شہزاد الٰہی صاحب کی طرف سے ہے-ان کی طرف سے in writing آیا ہوا ہے کہ ان کی جگہ پر یہ قرارداد محترمہ آمنہ الفت صاحبہ پیش کریں گی۔(شور وغل) Order in the House. Order in the House. جی، آمنہ الفت صاحبہ!

مکئی کی برآمد پر پابندی کا مطالبہ

محترمہ آمنہ الفت: شکریہ۔ جناب سپیکر!

"یہ ایوان وفاقی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ مکئی کی برآمد پر فوری پابندی لگائے کیونکہ مکئی کی فصل ملکی ضروریات سے 1.2 ملین ٹن کم پیدا ہوئی ہے-اگر ایکسپورٹ پر پابندی نہ لگائی گئی تو مرغیوں کے لئے فیڈ کم بنے گی اور صارفین کو مرغی کا گوشت انتہائی مہنگے داموں ملے گا-"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"یہ ایوان وفاقی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ مکئی کی برآمد پر فوری پابندی لگائے کیونکہ مکئی کی فصل ملکی ضروریات سے 1.2 ملین ٹن کم پیدا ہوئی ہے-اگر ایکسپورٹ پر پابندی نہ لگائی گئی تو مرغیوں کے لئے فیڈ کم بنے گی اور صارفین کو مرغی کا گوشت انتہائی مہنگے داموں ملے گا-"

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میں اس قرار داد کو oppose کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! اس قرار داد کے ذریعے مکئی کی بر آمد روکنے کے لئے اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ چونکہ اس دفعہ مکئی کی فصل پہلے سے کئی گنا کم پیدا ہوئی ہے۔ پچھلے ہفتے آنے والے سوالات میں بھی میں نے سوال کیا تھا اور پولٹری ایسوسی ایشن نے بھی محکمے کو ایک درخواست بھیجی تھی جس میں انہوں نے request کی تھی کہ چونکہ مکئی کی فصل کم پیدا ہوئی ہے لہذا مرغی کی فیڈ مناسب مقدار میں نہیں بنائی جا سکتی۔نہ صرف یہ کہ اس کی ایکسپورٹ بند کی جائے بلکہ مکئ duty free import کرنے کی اجازت دی جائے۔محکمے کی طرف سے جواب آیا تھا کہ مرغی کی فیڈ میں صرف اور صرف مکئی استعمال ہوتی ہے۔ پچھلی دفعہ مکئی کی فصل زیادہ ہونے کی وجہ سے مکئی اتنی سستے داموں فروخت ہوئی کہ کسانوں کو بہت خسارہ ہوا اس بنیاد پر اس دفعہ مکئی کی بہت کم فصل کاشت کی گئی۔ مرغی کی فیڈ میں صرف اور صرف مکئی ہی استعمال ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر! مجھے آپ کی توجہ چاہئے۔ اس دفعہ پولٹری کی صنعت میں اضافہ ہوا ہے اور مکئی کی پیداوار میں کمی ہوئی ہے۔اس قرار داد کا اصل مقصد یہ ہے کہ نہ صرف اس کی export بند کی جائے بلکہ اس کی duty free import کی اجازت دی جائے۔ اگر پولٹری کے لئے مناسب مقدار میں فیڈ تیار نہ ہو سکی تو پھر مرغی کا گوشت مہنگے داموں ملے گا۔اگر ایک انڈا پانچ سات روپے کا ملتا ہے تو ایک غریب آدمی بیس پچیس روپے میں دو چار انڈے لے کر گزارہ کر سکتا ہے۔ یہ ایک بہترین خوراک کا سستا source of food ہے، اسے سستا ہی رہنے دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، لغاری صاحب!

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میں نے اس قرار داد کو اس لئے oppose کیا تھا چونکہ میرے خیال میں محرک کو حقائق کا تھوڑا سا علم نہیں ہے۔ مکئی کبھی بھی exportable commodity نہیں رہی اور مکئی تو ہمارے ملک میں اتنی زیادہ پیدا ہی نہیں ہوتی کہ اسے export کیا جا

سکے۔Technically ایک ایسی چیز کی سفارش کی جارہی ہے جو کہ ہوتی ہی نہیں۔اگر ہے بھی اور گلوبل مارکیٹ میں کسان کو زیادہ قیمت مل رہی ہے تو حکومت کو market forces میں دخل انداز نہیں ہونا چاہئے اور اگر ایک غریب کاشتکار کو کہیں سے اسے اپنی محنت کا زیادہ پھل اوراجرت مل رہی ہے تو اسے نہیں روکنا چاہئے۔میری یہی گزارش تھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔جی،راناصاحب!

رانا محمد افضل خان: شکریہ۔جناب سپیکر!میں اس base پر oppose کر رہاہوں کہ ایک hearsay پر اس قرار داد کو statistical data کی support نہیں ہے۔ہمارے ملک میں ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ سے متعلق کوئی data موجود نہیں ہے کہ مکئی کتنے ایکڑ پر لگی ہے، کتنی کم ہوئی اور گوشت کی کتنی پیداوار بڑھی ہے۔ایک اخباری خبر کو بنیاد بنا کر پنجاب اسمبلی قرار داد پاس کر دے کہ اس پر پابندی لگادو We believe in free market economy اگر کوئی ایسا شدید بحران ہے جس پر کوئی statistical data ہے تو پھر اس قرارداد کی گنجائش ہے ورنہ میں سمجھتاہوں کہ یہ dead supported Resolution ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔جی، محترمہ سیمل کامران!

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر!میں بحیثیت کاشتکار یہ سمجھتی ہوں کہ ایک وہ چیز جو exist ہی نہیں کرتی لیکن اگر اس ایوان سے باہر کاشتکار کو یہ قرار داد سننے کو ملے گی تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ کاشتکاری دوستی والی قرار داد نہیں ہے۔حقائق تو یہ ہیں کہ اس وقت ہمارا کاشتکار اور کسان بری طرح سے بحرانوں کا شکار ہو رہاہے اور جو چھوٹا کاشتکار ہے وہ اپنے کاشتکاری کے شعبے کو چھوڑ کر بڑے بڑے شہروں میں جا کر نوکریاں ڈھونڈ رہاہے۔ان کی بہتری کی بجائے صرف وہ چیز جو صرف assumption based ہے ہم اس پر انہیں یہ پیغام بھجوائیں کہ ہم ان سے دوستی نہیں کرتے بلکہ ان کے خلاف مزید پابندیوں پر پابندیاں لگاتے جارہے ہیں لہذا میں اس سے اتفاق نہیں کرتی اس لئے میں نے اسے oppose کیاہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شیر علی صاحب!

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! جیسے محسن خان لغاری صاحب اور باقیوں نے بات کی ہے کہ اگر زمیندار کسی product کے export کرنے کے قابل ہو جاتا ہے تو پھر اس پر پابندی لگا دی جاتی ہے۔ Wheat کی تو سمجھ آتی ہے کہ staple diet ہے اور اس پر پابندی کے باوجود ہم اسے افغانستان جانے سے نہیں روک سکے۔ یہ ایک المیہ ہے کہ جب غیر زمینداروں کی طرف سے زمینداروں کے متعلق اس طرح کی باتیں کی جاتی ہیں not knowing the facts اگر مکئی export ہو بھی جائے اور زمیندار کو کسی commodity کی اچھی price ملتی ہے اور اس سے ہماری economy میں بہتر foreign revenue آتا ہے تو میرے خیال میں اس میں کسی قسم کی پابندی نہیں ہونی چاہئے۔ صرف گندم کے سلسلے میں اس طرح کی پابندی کا جواز پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ کسی commodity کی export پر پابندی نہیں لگانی چاہئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

> "یہ ایوان وفاقی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ مکئی کی برآمد پر فوری پابندی لگائے کیونکہ مکئی کی فصل ملکی ضروریات سے 1.2 ملین ٹن کم پیدا ہوئی ہے۔ اگر ایکسپورٹ پر پابندی نہ لگائی گئی تو مرغیوں کے لئے فیڈ کم بنے گی اور صارفین کو مرغی کا گوشت انتہائی مہنگے داموں ملے گا۔"

(قرارداد نامنظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: اگلی قرارداد شوکت عزیز بھٹی صاحب کی ہے۔ وہ موجود نہیں ہیں اور ان کی طرف سے کچھ آیا بھی نہیں اس لئے یہ dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی قرارداد احمد خان بلوچ صاحب کی طرف سے ہے۔ وہ اسے پیش کریں۔

پرندوں اور جانوروں کو لڑانے کے عمل کو ممنوع قرار دینے کا مطالبہ

جناب احمد خان بلوچ: جناب سپیکر! شکریہ

"یہ ایوان سمجھتا ہے کہ پرندوں اور جانوروں کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ لڑانا ایک ظالمانہ عمل ہے جس سے جوا کھیلا جاتا ہے، امن عامہ کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے لہذا اس عمل کو فوری طور پر ممنوع قرار دیا جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"یہ ایوان سمجھتا ہے کہ پرندوں اور جانوروں کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ لڑانا ایک ظالمانہ عمل ہے جس سے جوا کھیلا جاتا ہے اور امن عامہ کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے لہذا اس عمل کو فوری طور پر ممنوع قرار دیا جائے۔"

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں اسے oppose کرتا ہوں۔

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! میں بھی اسے oppose کرتا ہوں۔

جناب احمد خان بلوچ: جناب سپیکر! مجھے بہت افسوس ہے کہ میری اس قرارداد کو oppose کیا گیا ہے۔ ہم صرف اپنا وقت پاس کرنے کے لئے بے زبانوں کو لڑاتے ہیں اور تماش بینی کرتے ہیں۔ قائداعظم نے پاکستان کسی اور مقصد کے لئے بنایا تھا جبکہ ہمارے نوجوان بٹیروں، تیتروں، کتوں کی لڑائی میں مشغول ہو گئے ہیں۔ بے زبانوں کو لڑا کر اپنا وقت پاس کرنا کتنے ظلم کی بات ہے۔ شریعت میں بھی بے زبانوں کو آپس میں لڑانا، ان کو مضروب کرانا جائز نہیں ہے۔ وہ جانور لڑتے لڑتے مر جاتے ہیں اور انسان ان کا صرف شغل دیکھتے ہیں، ان کا تماشا دیکھتے ہیں۔ یہ شراب پی کر، اسلحہ لے کر، گاڑیوں پر سوار ہو کر وہاں جاتے اور شرطیں لگاتے ہیں، وہاں پر جوئے کی شرطیں ہوتی ہیں۔ ان کے پاس بندوقیں ہوتی ہیں جس کی وجہ سے law and order کا مسئلہ بھی پیدا ہوتا ہے۔ ایک طرف بٹیر، تیتر یا مرغ لڑ رہے ہوتے ہیں اور دوسری طرف ان کو لڑانے والے دونوں groups بھی لڑائی کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ یہ سب کچھ وہاں ہوتا ہے جہاں پر تعلیم کی کمی ہوتی ہے۔ میری درخواست ہے کہ یہ ایک ظالمانہ فعل ہے، بے زبانوں کو لڑانا بہت گناہ کی بات ہے۔ آپ بے شک شرعی طور پر بھی فتویٰ لے لیں، یہ گناہ ہے۔ اخلاقی طور پر بھی یہ مناسب نہیں ہے۔ آپ مہربانی کریں

اور قوم کو ان بے زبانوں کو لڑا کر وقت ضائع کرنے سے روکیں۔ جس طرح ریچھ اور کتوں کی لڑائی کو ممنوع قرار دیا گیا ہے اسی طرح مرغوں،بٹیروں اور تیتروں کی لڑائی کو بھی ممنوع قرار دیا جائے کیونکہ یہ ظلم ہے۔ یہ بے زبانوں کو لڑا کر ظلم کرتے ہیں، تالیاں بجاتے ہیں،ڈھول بجاتے ہیں اور خوشیاں مناتے ہیں۔ بے زبان مضروب ہوتے ہیں اور بعض اوقات ان کو اتنے زیادہ زخم آ جاتے ہیں کہ ان زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے وہ مر جاتے ہیں۔ میں نے یہ قرار داد ایک اچھی نیت سے اور اچھے کام کے لئے پیش کی ہے لہٰذا میری اس ایوان سے گزارش ہے کہ بھرپور طریقے سے اس کی تائید کی جائے اور اسے پاس کیا جائے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، حسن مرتضیٰ صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! شکر ہے کہ آپ نے مجھے بھی وقت دیا ہے۔ احمد خان بلوچ صاحب نے جو قرارداد پیش کی ہے میں اس سلسلے میں ان کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ جو خوراک ان لڑائی کرنے والے کتوں کو دی جاتی ہے شاید وہ بندوں کو بھی نصیب نہ ہوتی ہو۔ یہ اسے appreciate کیوں نہیں کرتے کہ ان جانوروں کو اچھی خوراک مل رہی ہے، کیا انہیں اس خوراک پر اعتراض ہے کہ وہ ان جانوروں کو کیوں مل رہی ہے؟ لڑائی، تو بندے بھی آپس میں لڑ رہے ہیں۔ پھر ان پر بھی آپ پابندی لگا دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! آپ کو اگر اچھی خوراک کھلا کر کہا جائے کہ آپ مرنے چلے جائیں تو کیا آپ چلے جائیں گے؟

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! ایسے خود کش بمبار بھی ہیں جو کہ اچھی خوراک کی وجہ سے ہی جا کر بم چھینک آتے ہیں۔ آپ دیکھیں کہ پنجہ بھی لڑایا جاتا ہے۔ اس طرح اگر لڑائیوں پر پابندی لگانی ہے تو پھر پنجہ لڑانے پر بھی پابندی لگا دیں۔ کُشتیاں اور دوسری بہت سی ایسی چیزیں ہیں کہ جن پر پابندی لگانا مناسب نہیں ہے۔ پتا نہیں یہ اس House کی روایت کیوں بن گئی ہے کہ ہر روز کسی پابندی، کسی بندش یا کسی چیز کو روکنے کے حوالے سے بات کی جاتی ہے۔ کیا ہمارا یہی کام رہ گیا ہے کہ ہم ہر چیز پر پابندی لگا دیں یا اسے روک دیں؟ Dog fighting, horse race اور مرغوں کی لڑائی ہمارے

پنجاب کی ثقافت ہے۔ یہاں تو ہارس اینڈ کیٹل شو پر بھی پابندی لگا دی گئی ہے جو کہ بہت اہم تھا۔ہم زمیندار سارا سال اپنے جانوروں کو پالتے تھے،انہیں ہم یہاں بڑے شوق سے مقابلے میں لاتے تھے، یہاں competition ہوتا تھا اور جیتنے والے جانوروں کو انعامات ملتے تھے جس کی وجہ سے زمیندار خوش ہوتے تھے۔ ہمارے پاس تو اور کوئی entertainment ہے ہی نہیں۔ یہاں آپ لاہور میں دیکھ لیں کہ کبھی express festival ہو رہا ہوتا ہے، کہیں joy land ہے،جناح باغ ہے جبکہ ہمارے دیہات میں تو کچھ بھی نہیں ہے۔ اب آپ ہم سے رہی سہی یہ کتوں کی لڑائی بھی چھیننا چاہتے ہیں۔ میں نے ایک دفعہ اخبار میں پڑھا تھا کہ یہاں چڑیا گھر میں کسی جانور نے ایک بچہ مار دیا تھا لیکن چڑیا گھر تو آج تک بند نہیں کیا گیا۔ یہ صرف اور صرف پنجاب کے 70 فیصد عوام کے حقوق کی حق تلفی کی جا رہی ہے۔ یہ پنجاب کے ان غریبوں کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے۔ کل یہاں پر-/600روپے میں ملنے والی شراب کی بوتل پر پابندی لگوانے کی بات ہو رہی تھی۔ چار ہزار، پانچ ہزار روپے میں ملنے والی شراب کی بوتل پر پابندی لگے تو پھر انہیں پتا چلے۔ یہ نہیں چاہتے کہ کسی بھی غریب کو کوئی خوشی ملے۔۔۔

جناب پرویز رفیق: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب کو پہلے اپنی بات مکمل تو کر لینے دیں۔ کیا آپ بھی اسی پر بات کرنا چاہتے ہیں؟

جناب پرویز رفیق: جناب سپیکر! نہیں، ابھی جو حسن مرتضیٰ صاحب نے بات کی ہے میں اس کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ کا نام لکھ لیتا ہوں جب آپ کی باری آئے گی تو آپ بات کر لیجئے گا۔ ابھی تشریف رکھیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! انہوں نے میرا سارا تسلسل خراب کر دیا ہے۔ میں آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ عشق لڑانا بھی ایک لڑائی ہے، کیا اب اس پر بھی پابندی لگا دی جائے گی؟ یہ لوگوں کو کیا message دے رہے ہیں کہ ہم نے آپ کے لئے ہر چیز بند کر دی ہے؟ ہم اگر کوئی تھوڑا سا

liberal ہیں تو ہمیں liberal رہنے دیں۔ہمارے پاس برائی کا راستہ بھی ہو،اچھائی کا راستہ بھی ہو۔میں ایک شعر عرض کرتاہوں کہ:

مجھے ڈرا نہ کہ سمندر پہ پُل نہیں ہوتے
میرے شعور کو راستے دکھائی دیتے ہیں

جناب سپیکر!ہمیں اچھے بُرے کی تمیز ہے۔براہ مہربانی یہ جو بندی ہے اسے ختم کیا جائے۔ ابھی انہوں نے مطالبہ کرنا ہے کہ اجلاس بھی بند کر دو اور میرا خیال ہے کہ آج آپ نے کر بھی دینا ہے۔شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر:جی،محترمہ انبساط صاحبہ!

محترمہ انبساط حامد:جناب سپیکر!اس حوالے سے میں یہ کہنا چاہوں گی کہ فاضل ممبر کی جو feelings ہیں،جو love with animals and wild life ہے میں اس کی respect کرتی ہوں۔یہ ریچھ کتے کی جو لڑائی پنجاب میں ہوتی تھی میں نے بھی ایک زمانے میں اس پر بہت research کی تھی اور ایک paper بھی لکھا تھا۔یہ جتنی بھی fights یادوسری چیزیں ہیں یہ ہمارے culture کا ایک حصہ ہیں۔ہمارے دیہات میں ،سندھ،بلوچستان اور پنجاب کے دیہات میں یہ fights ہوتی ہیں بلکہ پاکستان کے ہر حصے میں یہ fights ہوتی ہیں۔ Animals and human rights کے جو international champions ہیں وہ بھی سپین میں bull fighting کر کے لاکھوں لوگوں کو اپنا مظاہرہ دکھاتے ہیں۔اس میں کئی دفعہ لوگ بھی مرتے ہیں اور کئی دفعہ bulls بھی مر جاتے ہیں۔تو ہم ہر بات کو ایک issue نہ بنالیں۔باقی یہ آپ کے انسانی جذبات ہیں،اگر آپ کے culture میں ایک چیز ہے اور آپ اس کو ناپسند کرتے ہیں تو آپ اپنے گھر میں اس کو promote نہ کریں لیکن اگر معاشرے میں کچھ چیزیں ہو رہی ہیں تو ہمیں ان کی respect کرنی چاہئے۔ Because I don’t think that we have enough entertainment otherwise. ہمارے پاس ایسی movies ہیں اور نہ اتنے بڑے بڑے سنیما ہیں۔سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہماری زیادہ تر population دیہاتوں میں ہے لہذا دیہاتی entertainment کو ہمیں

زندہ رکھنا پڑے گا اور اپنی ثقافت کو آگے لے کر چلنا پڑے گا۔اگر آپ ان fightsکو banکرنے کے لئے ایک پوری کی پوری قرارداد لے آئے ہیں تو پھر یہ hunting densبھی banکروائیں۔یہ جو huntsپر آپ نے وارڈن بٹھائے ہوئے ہیں اور شکار ہو رہا ہے، نیل گائے کا شکار ہو رہا ہے، privileged class تیتر مارتی پھر رہی ہے تو پہلے اس کی پابندی کے لئے قرارداد آنی چاہئے۔شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔جی، شیر علی خان صاحب!

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ مجھے اس Resolutionکی سمجھ ہی نہیں آئی۔ غور کیجئے گا اس میں لکھا ہوا ہے کہ "یہ ایوان سمجھتا ہے پرندوں اور جانوروں کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ لڑانا ایک ظالمانہ عمل ہے۔" آپ مجھے بتائیں کہ کیا پرندے اور جانور آپس میں نہیں لڑتے؟ اس کی language ہی غلط ہے، پرندے پرندوں سے لڑائے جاتے ہیں اور جانور جانوروں سے لڑائے جاتے ہیں۔اگر پنجاب اسمبلی اس قسم کی Resolution passکرے جس کی اردو ہی غلط ہے، ہماری legislationکی انگریزی بھی کئی دفعہ غلط ہوتی ہے۔ حسن مرتضیٰ صاحب نے اس میں بہت detailedبات کر دی، یہ جو کہا گیا ہے کہ اس پر جواء لگایا جاتا ہے تو جوئے پر پابندی لگائیں ان کی لڑائی پر کیوں پابندی لگاتے ہیں؟ یہ کہتے ہیں کہ اس کی وجہ سے دہشت گردی یا لڑائی کا امکان ہے تو کتنے میلوں پر جھگڑا ہوا ہے، لاء منسٹر بتا دیں کہ پنجاب میں تقریباً ہر دیہہ میں سالانہ میلے اور عرس ہوتے ہیں تو ان کے اوپر اس طرح کی لڑائی کب ہوتی ہے؟ یہ ایک misconception ہے، دیہات کے اندر کوئی entertainmentنہیں ہے، ان میلوں میں پرندوں اور جانوروں کی لڑائیاں کرائی جاتی ہیں اس پر لوگ entertainہوتے ہیں۔اس طرح تو جنگل میں لڑنے والے جانوروں پر بھی پابندی لگا دیں کہ آپ وہاں پر کیوں لڑ رہے ہو؟ جانوروں کو کوئی زبردستی تھوڑا لڑاتا ہے جانور خود لڑتے ہیں تو یہ conceptہی غلط ہے کہ جانوروں کو لڑایا جاتا ہے، ان کو تو میدان میں چھوڑ دیا جاتا ہے اگر ایک بھاگ جائے گا تو لڑائی نہیں ہو گی اور اگر بھاگے گا نہیں تو میدان میں لڑے گا، یہ کیسا conceptہے کہ زبردستی لڑایا جاتا ہے آپ جانور کو زبردستی تو لڑا ہی نہیں سکتے۔اس Resolutionکی languageہی غلط ہے کیونکہ جانور اور پرندے نہیں لڑتے اس لئے میں اس کو opposeکرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔جی، میجر صاحب!

میجر (ریٹائرڈ)عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! اس Resolution کے دو حصے ہیں، ایک جانوروں اور پرندوں کی آپس میں لڑائی اور دوسرا حصہ جواء کھیلا جاتا ہے۔ ان دونوں چیزوں کو mix up کیا گیا ہے اور حکومت کی طرف سے ان دونوں چیزوں کی سرپرستی نہیں ہے بلکہ قانون موجود ہے، صرف قانون ہی موجود نہیں بلکہ ایک محکمہ انسداد بے رحمی حیوانات موجود ہے اگر ان کو اطلاع دی جاتی ہے تو وہ محکمہ اس چیز کا سدباب کرتا ہے اس لئے اگر اس House نے اس قرارداد کو پاس کیا تو یہ سمجھا جائے گا کہ پہلے اس پر قانون موجود نہیں تھا۔ دوسرا یہ کہا گیا ہے کہ یہ ہمارے کلچر کا حصہ ہے، ایسی چیزیں ہمارے کلچر کا کبھی حصہ نہیں رہیں اگر کہیں ایسی practice ہے تو وہ bad practice ہے وہ کلچر کا حصہ نہیں اور اس کو کلچر کا حصہ سمجھ کر اپنانا یا اس کے اوپر قانون سازی کرنا بھی ایک bad practice ہوگی اس لئے میں اس قرارداد کی بھرپور مخالفت کرتا ہوں کیونکہ محرک نے اس کی جو remedy چاہی ہے وہ remedy already موجود ہے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، سہوترا صاحب!

جناب جوئیل عامر سہوترا: جناب سپیکر! میں بہت مختصراً یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ جس طرح پہلے معزز اراکین اسمبلی نے اس قرارداد کے حوالے سے کہا میں صرف یہ عرض کرنا چاہوں گا اور جیسے میجر صاحب نے بھی فرمایا کہ یقیناً یہ ہمارا ثقافتی ورثہ تو نہیں کہ ہم پرندوں اور جانوروں کو آپس میں لڑائیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ علاقائی کھیلیں ہیں اور جس طرح حسن مرتضیٰ صاحب یہاں پر فرما رہے تھے کہ لوگوں کے پاس entertainment کا اور کوئی ذریعہ نہ ہے میں اس حوالہ سے یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ جن سرگرمیوں سے لوگوں کو entertainment ملتی ہے انہیں جاری رہنا چاہئے۔ قرارداد میں جو یہ لکھا گیا ہے کہ جواء ہوتا ہے یقیناً ایسی تمام سرگرمیاں چاہے وہ جانوروں کی لڑائیوں میں یا پرندوں کی لڑائیوں میں جن میں جواء ہوتا ہے ان سرگرمیوں پر پابندی لگنی چاہئے اور یہاں پر تو صرف پرندوں اور جانوروں کا حوالہ دیا گیا ہے اور یہاں کہا گیا کہ یہ ظالمانہ فعل ہے اس میں شاید بے زبان جانور یا پرندے زخمی ہوتے ہیں، یہاں پر تو معزز گیموں جیسے کرکٹ ہے، ہاکی ہے جس میں نہ لڑائی ہوتی ہے اور نہ ہی انسان زخمی ہوتا ہے ان کھیلوں میں بھی جس قسم کا جواء لگتا ہے اس سے یہ ایوان بخوبی آگاہی رکھتا ہے۔ میں صرف یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ ایسی تمام سرگرمیاں جن کے

حوالے سے جواء کھیلا جاتا ہے یا جو سرگرمیاں امن وامان کا مسئلہ پیدا کرتی ہیں ان پر پابندی عائد کرنی چاہئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ فوزیہ بہرام صاحبہ!

محترمہ فوزیہ بہرام: جناب سپیکر! میں اس قرارداد کے ساتھ agree کرتی ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! agree کرنے والے نہیں صرف oppose کرنے والے بات کر سکتے ہیں۔

محترمہ فوزیہ بہرام: جناب سپیکر! میں ان کے ساتھ اس طرح agree نہیں کرتی جس طرح انہوں نے بیان فرمایا لیکن اس بات کے ساتھ میں ضرور agree ہوں کہ پنجاب کے کچھ دیہی علاقوں میں پرندوں اور جانوروں کی لڑائیاں کرائی جاتی ہیں جو انتہائی ظلم آمیز کام ہے اور بحیثیت مسلمان ہمیں ایسے کام کی ہرگز تائید نہیں کرنی چاہئے لیکن جس طرح انہوں نے ذکر کیا تو گویا پورے پنجاب میں یہ کام کیا جاتا ہے یہ بات غلط ہے۔ میں چکوال سے تعلق رکھتی ہوں اور میں نے تیتروں اور بٹیروں کو بیسیوں مرتبہ لڑاتے ہوئے دیکھا ہے۔ وہاں کبھی بھی جانوروں اور پرندوں کی لڑائی نہیں ہوتی تو ان کو اس میں لکھ دینا چاہئے تھا کہ یہ لڑائی ان ان علاقوں میں ہوتی ہے اس طرح ایک ایسا کام پورے پنجاب سے منسوب ہو جاتا ہے جو دراصل ہم سارے نہیں کر رہے لہٰذا اگر یہ اس چیز کو specify کر لیتے کہ فلاں فلاں دیہات اور فلاں فلاں اضلاع میں یہ کام ہو رہا ہے تو پھر اس کے ساتھ agree کرنے میں ہمارا پورا حق تھا لیکن جس طرح انہوں نے بیان فرمایا تو گویا انہوں نے پورے پنجاب کو اس تنور میں جھونک دیا یہ بات غلط ہے کیونکہ پنجاب کے بہت سارے ایسے علاقے ہیں جہاں پرندوں اور جانوروں کے لڑانے کا تصور نہ صرف کھیل کے طور پر بلکہ مذہبی طور پر نہیں کیا جا سکتا لہٰذا یہ قرارداد جس صورت میں پیش کی گئی ہے میرے لئے ناقابل قبول ہے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، ڈاکٹر سامیہ امجد صاحبہ!

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میں پورے ایوان کی توجہ اس لئے اس طرف کروانا چاہوں گی کہ میں اس قرارداد کو اس صورت میں oppose کرتی ہوں کہ اس میں ایک لفظ کی کمی ہے اگر وہ لفظ اس میں

add کر دیا جائے تو بہتر ہو گا۔ جہاں یہ لکھا ہے کہ "جانوروں کو ایک دوسرے سے لڑانا ایک ظالمانہ عمل ہے جس سے جواء کھیلا جاتا ہے اور امن عامہ اور "صحت" کا مسئلہ ہے اس میں اور "صحت" کا لفظ آنا چاہئے۔ میں اس وقت آپ کی توجہ دو بیماریوں کی طرف کراؤں گی جو کہ killer diseases کہلاتی ہیں۔ میں اس میں sores virus کی بات کروں گی جس سے انسانوں کی موت واقعہ ہوتی ہے۔ اس کا سبب ایسے بنتا ہے کہ جب مرغے آپس کی لڑائی میں ایک دوسرے کو چونچ مارتے ہیں تو ان کے گلے میں خون والی جھاگ پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ chock ہونا شروع ہوتے ہیں ان کو مزید لڑانے کے لئے شاباش دینے کے لئے ان مرغوں کے مالک اپنے منہ سے چونچ سے چوس کر اس خون کو باہر تھوکتے ہیں تاکہ مرغے کا گلا صاف ہو اور جب وہ دوبارہ لڑیں تو وہ مرغا زیادہ شیر دلانہ طریقے سے لڑے۔ اس خون سے sores virus نکلا ہے جس سے چائنا اور پاکستان میں بھی ان کی deaths کا انکشاف کیا گیا ہے اور آپ حیران ہوں گے کہ یہ اس کا سبب ہے۔

جناب سپیکر! دوسری بیماری rabies یا hydro phobia ہے، جب بھی کتوں اور ریچھ کی لڑائی کی جاتی ہے تو ان کو canine animals کہا جاتا ہے جو گوشت پھاڑ کر کھاتے ہیں۔ Rabies کی کل بھی بات ہو رہی تھی اس کی vaccine بھی موجود نہیں ہے. Prevention is the only cause اگر یہ لڑائی بند نہ کرائی جائے تو وہ کتنے rabies virus سے effect ہو جاتے ہیں اور میں آپ کو یہ واضح طور پر بتا دوں کہ اگر کسی بھی شخص نے rabies کا ایک بھی مریض مرتے ہوئے دیکھا ہو تو اس کے کانوں کو اس طرح ہاتھ لگتے ہیں کہ وہ کبھی بھی rabies vaccine کی کمی کی بات نہ کرے اور اس قسم کی لڑائیاں جن میں کتے اور ریچھ جن کو لے کر یہ مداری پھرتے ہیں ان کو قطعاً allow نہ کیا جائے۔ Rabies کے پیش نظر اگر وہ کتا کسی بھی بچے یا کسی بھی انسان کو کاٹ لے یا اس کے زخم پر اس کی تھوک لگ جائے تو یہ virus transmit ہوتا ہے جس سے انسانی جان کو خطرہ ہوتا ہے لہذا اس صورت میں یہ addition کرنا انتہائی لازمی ہے کہ صحت، جواء اور امن عامہ کو اگر اس میں شامل کیا جائے تب ہی یہ قرارداد منظور ہو گی۔ میں درخواست کروں گی کہ اس میں یہ دو الفاظ add کئے جائیں کیونکہ modern sciences اس چیز کو condemn کرتی ہیں کہ یہ جانور جس کو کھیل کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے اس سے ایسی viral diseases آ رہی ہیں جن کا کوئی علاج نہیں اور صرف موت ہی ہے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔جی، محترمہ سیمل کامران صاحبہ!

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! اس میں ایک point تو شیر علی صاحب نے raise کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہتے ہیں کہ پرندے اور جانور جب آپس میں لڑتے ہیں تو یہ ایک ظالمانہ فعل ہے جس سے جواء کھیلا جاتا ہے۔ میں بڑے افسوس کے ساتھ یہ بات کہتی ہوں کہ ہم لوگ جو دیہی لوگ ہیں ہم نے اپنے بچپن میں جو چیزیں دیکھی ہیں۔ میں ڈاکٹر صاحبہ سے بالکل agree نہیں کرتی۔ میں نے خود بڑی دفعہ ککڑوں کو آپس میں لڑتے ہوئے دیکھا ہے تو کبھی کسی مالک نے اس کو ایسے نہیں کہ جیسا کہ بتا رہی ہیں۔ I am surprise کہ یہ کہاں پر ہو رہا ہے؟ دیہی علاقوں میں کوئی سندباد نہیں ہوتا، کوئی جوائے لینڈ نہیں ہوتا، کوئی ایسی activity نہیں ہوتی اور کوئی marathon نہیں ہوتی۔ ہمارے لوگ دیہاتوں میں تو اسے کھیل کے طور پر لیتے ہیں۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ یہ کہا جا رہا ہے کہ اس کھیل کو جوئے کا رنگ دیا جا رہا ہے۔ میں درخواست کرتی ہوں کہ یہ ایک sports event ہے اور جواء نہیں ہے۔ آپ جوئے کو ضرور ban کریں، ہماری privileged class جس کے drawing rooms میں جو جواء کھیلا جاتا ہے تو جواء وہ ہوتا ہے، اگر یہاں جوئے کی بات ہوتی ہے تو جواء تو اس بات پر بھی لگ جاتا ہے کہ دو برفی کے ٹکڑے پڑے ہوئے ہیں اور دو معزز لوگ بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس کی برفی پر پہلے مکھی بیٹھ جائے وہ جیت گیا۔ یہ بھی تو جواء ہے۔ اس کے علاوہ کرکٹ اور ہاکی پر بھی جواء ہوتا ہے۔

جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ شرط لگانا اور جواء کھیلا جانا تو ہر level پر ہوتا ہے۔ یہاں House میں بھی اکثر معزز ممبران کھڑے ہو کر کہتے ہیں کہ میں یہ شرط لگاتا ہوں تو کیا اس پر بھی یہ تاثر لیا جائے کہ یہاں جواء کھیلا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ معزز محرک نے جو دوسری بات کی ہے کہ اس سے جانور مر جاتے ہیں تو جب باکسنگ ہوتی ہے یا کشتی ہوتی ہے تو انسانی جان بھی ضائع ہو سکتی ہے۔ میں یہاں یہ کہتی ہوں کہ انسانی جان سے قیمتی دنیا میں اور کوئی چیز نہیں ہے۔ باکسنگ، کبڈی اور کشتی میں بھی لوگوں کی پسلیاں ٹوٹتی ہیں۔ ان کے منہ پر گھونسا مارا جاتا ہے تو کھلاڑیوں کے منہ سے بھی بہت کچھ نکلتا ہے لیکن اس پر تو کبھی کسی نے کوئی بات نہیں کی ہے کہ اس پر بھی پابندی ہونی چاہئے۔ اس وقت تو سب WWF اور بڑے بڑے چینل پر بیٹھ کر کشتیاں دیکھتے ہیں۔ یہ کس قسم کی قرارداد ہے؟

جناب سپیکر! میں آخر میں یہ گزارش کرنا چاہتی ہوں کہ معزز وزیر قانون ہمیشہ ایک بات کرتے ہیں جو مجھے بڑی genuine لگتی ہے، وہ یہ کہتے ہیں کہ جس کلرک نے یہ لکھا ہے اس کو زمین پر بٹھادو آج میں کہتی ہوں کہ جتنی بھی قراردادیں House میں آئی ہیں بالکل non serious قسم کی ہیں۔ ان کلرکوں کو زمین پر ضرور بٹھانا چاہئے کیونکہ انھوں نے House کا وقت ضائع کیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

"یہ ایوان سمجھتا ہے کہ پرندوں اور جانوروں کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ لڑانا ایک ظالمانہ عمل ہے جس سے جواء کھیلا جاتا ہے اور امن عامہ کا مسئلہ بھی پیدا ہوتا ہے لہذا اس عمل کو فوری طور پر ممنوع قرار دیا جائے۔"

(قرارداد نامنظور ہوئی)

محترمہ فوزیہ بہرام: جناب سپیکر! میرا فیصلہ neutral رجسٹرڈ کیا جائے کیونکہ میں اس کے کچھ موضوعوں سے agree کرتی ہوں اور کچھ سے agree نہیں کرتی لہذا My vote is neutral

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! اس میں اس طرح نہیں ہوتا۔ اس کے بعد سید حسن مرتضیٰ ایم پی اے، ڈاکٹر اسد اشرف ایم پی اے، جناب کرم علی بندیال ایم پی اے، ملک جاوید اعوان، ایم پی اے اور راؤ کاشف رحیم ایم پی اے نے جم خانہ کلب کی ممبر شپ کے حوالے سے ایک قرارداد پیش کرنے کے لئے قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت قاعدہ 115 اور دیگر متعلقہ قواعد کو معطل کر کے تحریک پیش کرنے کی اجازت طلب کی ہے۔ محرک اپنی تحریک پیش کریں۔

قرارداد پیش کرنے کے لئے قواعد کی معطلی کی تحریک

ڈاکٹر اسد اشرف: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت قاعدہ 115 اور دیگر متعلقہ قواعد کو معطل کر کے جم خانہ کلب کی membership کے حوالے سے قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت قاعدہ 115 اور دیگر متعلقہ قواعد کو معطل کر کے جم خانہ کلب کی membership کے حوالے سے قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

"قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت قاعدہ 115 اور دیگر متعلقہ قواعد کو معطل کر کے جم خانہ کلب کی membership کے حوالے سے قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب محرک اپنی قرارداد پیش کریں۔جی، ڈاکٹر اسد اشرف صاحب!

قرارداد

ایم پی ایز کو جم خانہ کلب کی ممبر شپ دینے کا مطالبہ

ڈاکٹر اسد اشرف: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ:

"یہ ایوان حکومت پنجاب سے پُرزور سفارش کرتا ہے کہ تمام ممبران پنجاب اسمبلی کو فوراً جم خانہ کلب کی membership دی جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"یہ ایوان حکومت پنجاب سے پرزور سفارش کرتا ہے کہ تمام ممبران پنجاب اسمبلی کو فوراً جم خانہ کلب کی membership دی جائے۔"

SHEIKH ALA-UD-DIN: I oppose it.

MIAN NASEER AHMAD: I oppose it.

MRS AMNA ULFAT: I oppose it.

MS FOUZIA BEHRAM: I oppose it.

جناب ڈپٹی سپیکر: اب محرک اپنی قرارداد کے حق میں بات کریں گے۔ جی، ڈاکٹر اسد اشرف صاحب!

ڈاکٹر اسد اشرف: جناب سپیکر! میری یہ قرارداد تمام ممبران کے لئے ہے۔ یہ membership دینے کا ایک ایسا عمل ہے جس میں یہ ان لوگوں کو membership دیتے ہیں جن کی kinship ہو یا جن کا bureaucracy سے تعلق ہو۔ انھوں نے ایک عام آدمی کے لئے یا کسی بھی شخص کے لئے membership لینا ناممکن بنادیا ہے۔ اگر یہ پرائیویٹ کلب ہے تو اس کی membership تو ٹھیک ہے لیکن جب پنجاب کے عوام کے خون پسینے کی کمائی یہاں پر invest ہو رہی ہو۔ اس کلب کی سب سے زیادہ قیمتی چیز وہاں کی زمین ہے۔ وہ زمین غریب لوگوں کی ہے اور حکومت پنجاب کی ہے۔ اس کے علاوہ کسی بھی project کی investment زمین ہی کی ہوتی ہے۔ یہ ایوان پنجاب کے 7 کروڑ عوام کا نمائندہ ہے اور جو ٹیکس کی ادائیگی کرتے ہیں، ہم ان کو represent کر رہے ہیں۔ میں اس سے زیادہ بات نہیں کروں گا اور بہت سی باتیں بھی ہیں مثلاً اسی ملک میں اسلام آباد میں by virtue of being a member of the National Assembly تمام لوگوں کو یہ استحقاق ہے کہ وہ membership لینے کے لئے eligible ہیں کہ وہ membership لے سکتے ہیں لیکن یہاں پر ایک ایسا chain system ہے اور ایسی chain بنائی گئی ہے کہ اس کو توڑنا اور داخل ہونا اور membership لینا عام آدمی کے لئے ناممکن بنادیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ ایسا criteria ہونا چاہئے کہ عام آدمی بھی اس کی membership لے سکے نہ کہ صرف bureaucracy اور ڈپٹی سیکرٹری level کے لوگ membership لے سکیں کیونکہ یہ پرائیویٹ کلب نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شیخ علاؤالدین صاحب!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! سب سے پہلے میں اپنے بھائی کی اس بات کا جواب دینا چاہوں گا کہ original جم خانہ اس جگہ پر ہے جو اب قائداعظم لائبریری ہے اور جم خانہ سے وہ جگہ 1976 میں چھینی گئی تھی۔ اس کے علاوہ جو کرکٹ گراؤنڈ ہے جہاں آزادی کے بعد پاکستان کا پہلا ٹیسٹ میچ ہوا تھا

وہ بھی جم خانہ کا ہے۔ اس میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہمیں ایسی قرارداد پاس نہیں کرنی چاہئے جو ہمارے لئے اور اس اسمبلی کے لئے مذاق کا باعث بنے۔

جناب سپیکر! آپ جانتے ہیں کہ جم خانہ کا ایک طریق کار ہے، ایک فارم دیا جاتا ہے، اس کے ساتھ ایک list ہے اور اس کے ساتھ ایک certain amount دی جاتی ہے۔ان کا بورڈ جو management ہے وہ ایک مقررہ وقت گزارنے کے بعد انٹرویو کے لئے بلاتا ہے۔ اس میں کافی لوگ دس دس سال انتظار کرنے کے بعد بھی رہ جاتے ہیں کیونکہ وہ purely private matter ہے اور مجھے پتا ہے کہ House کی sense کیا ہے اور میں اُس وکیل کی طرح اس وقت House کی sense دیکھ رہا ہوں کہ میرے خلاف ہی فیصلہ آئے گا لیکن میں یہ بتانا صرف اس لئے چاہتا ہوں کہ ہم سب کی عزت ہونی چاہئے اور ایسی قرارداد پاس نہیں کرنی چاہئے کہ جم خانہ میں ہمارے اتنے اہم ادارے کا مذاق بنایا جائے کہ انہوں نے قرارداد پاس کر دی ہے۔ میں صرف ایک واقعہ اپنے لوگوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ ہائیکورٹ کے ایک جج صاحب نے جم خانہ کلب کو کہا کہ مجھے ممبر شپ دے دی جائے تو انہوں نے کہا کہ آپ انٹرویو کے لئے آئیں تو جب انہوں نے کہا کہ میں انٹرویو کے لئے نہیں آؤں گا تب کلب والوں نے کہا کہ ہم آپ کو ممبر شپ نہیں دے سکتے، اس کا ریکارڈ میں پیش کر سکتا ہوں۔ گورنر صاحب کو کہا گیا تو گورنر صاحب نے کہا کہ آپ انٹرویو کے لئے چلے جائیں تو جج صاحب نے کہا کہ میں انٹرویو کے لئے نہیں جاؤں گا جس پر جم خانہ نے کہا کہ ہم آپ کو ممبر شپ نہیں دیں گے۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ ہم سب کو اللہ تعالیٰ عزت دے اور اس House کو وقار دے۔ ہمیں کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہئے جس سے ہم یہ message دیں۔ فرض کیجئے کہ آج جم خانہ والے کہہ دیں کہ آپ آ جائیں تو ظاہری بات ہے کہ اس کے لئے انٹرویو تو ہو گا۔ انٹرویو میں ایک سسٹم ہے جس کے لئے لوگ دس سال سے waiting میں لگے ہوئے ہیں۔ ہم آج ایک ایسی بات کر رہے ہیں جس کا کوئی تُک نہیں بنتا۔ یہ کہنا کہ جم خانہ کی جگہ بھی گورنمنٹ کی جگہ ہے جس کے لئے میں واضح کر دوں کہ اِس وقت جہاں پر جم خانہ ہے وہ اس کے golf courses تھے اور اس کو lease پر دیئے گئے ہیں۔ lease پر دینے کے بعد ایسے ہی ہے جیسے میں یا آپ کوئی پراپرٹی lease پر دے دیں اور پھر ہم وہاں پر یہ حق ظاہر کریں کہ چونکہ یہ پراپرٹی تمہیں lease پر دی گئی ہے اس لئے تم مجھے بھی یہاں

ایک کمرہ بنانے دو تو یہ ایک عجیب سا معاملہ ہے لہٰذا میں اس کی پُرزور مخالفت کرتا ہوں۔ ہمیں یہاں ایسی کوئی بات نہیں کرنی چاہئے جس سے ہمارا وقار اور image نہ بنے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، میاں نصیر صاحب!

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! لاہور جم خانہ کلب 1888 میں اُس وقت کی انگریز سرکار نے بنایا تھا جس کو بنانے کا مقصد یہی تھا کہ اس زمانے کی elite class کے لئے کلب بنایا جائے۔ اُس وقت بھی یہی طے کیا گیا تھا کہ جتنی elite class اس صوبے کی ہے اور جتنے انگریز سرکار کے ہمنوا ہیں وہی صرف اس کلب کے ممبر بنیں گے۔ 1947 میں پاکستان بننے کے بعد بھی انگریز کی روایات کو ہی زندہ رکھا گیا اور پاکستان کی بیوروکریٹ اور elite class ہی اس جم خانہ کی ممبر بنی۔ اب بھی وہی ممبر بنتے ہیں اور انہی کو ہی بنایا جاتا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج یہاں پر جو قرارداد پیش کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ ایم پی اے صاحبان کو اُس کا ممبر بنایا جائے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس ایوان میں بیٹھے تمام ممبران جو اُس کلاس کو represent کرتے ہیں جسے دو وقت کی روٹی کھانا بہت مشکل ہے، جس کو پینے کے لئے صاف پانی میسر نہیں ہے لہٰذا وہ لوگ جن کو پینے کے لئے صاف پانی نہیں ملتا اُس کلاس کو ہم represent کرتے ہیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ elite class کے اُس کلب میں یہاں کے ایم پی اے صاحبان کو اُس کا ممبر نہیں ہونا چاہئے۔ وہ کلب جس کلاس کے لئے بنایا گیا تھا، انگریز کی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے صرف اسی کلاس کو اس کا ممبر ہونا چاہئے۔ شکریہ

محترمہ انبساط حامد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ انبساط صاحبہ!

محترمہ انبساط حامد: جناب سپیکر! I oppose this Resolution اس کی وجہ یہ ہے کہ جم خانہ کلب کا ایک طریق کار ہے تو اپنے ذاتی فائدے کے لئے فاضل ممبر نے یہ بات یہاں پر کی ہے کہ پورے ایوان کو جم خانہ کلب کی ممبر شپ دی جائے but this is not possible کیونکہ 371 لوگوں کو ایک دم جم خانہ کلب کی ممبر شپ نہیں مل سکتی کیونکہ اس کا ایک procedure ہے۔ دوسری بات میں یہ کروں گی کہ اگر ہمیں کلب کا ممبر ہونا چاہئے تو پھر پورے پنجاب کی عوام کو

بھی جم خانہ کلب کا ممبر بنائیں کیونکہ ہم جن لوگوں کوrepresent کر رہے ہیں اُن میں اور ہم میں کوئی تفریق نہیں ہے۔ میں یہاں پر یہ بھی کہنا چاہوں گی کہ تمام اداروں کو زمین چاہئے ہوتی ہے، جیسے 8۔کلب،90۔شاہراہ اور پرائم منسٹر ہاؤس ہے تو یہ پاکستان کی ملکیت ہے۔جوں جوں جس کو جس جگہ پرhonour ملتی ہے یا جس جگہ پر کسی کیallocation ہوتی ہے وہیں پر وہ زمین استعمال کی جاتی ہے۔مجھے بڑی حیرانگی ہوئی ہے کہ ہم قوم کو یہimage دینا چاہتے ہیں کہ آج ہم اپنے آپ میں اتنے زیادہ ملوث ہیں اور ہمیں جم خانہ کلب جانے اور وہاں پر بیٹھنے کا اتنا شوق ہے کہ ہم آج یہ قرارداد لائے ہیں۔ ہمارے پاس تو اتنا ٹائم ہی نہیں ہے کہ ہم جم خانہ کے golf courses پر جا کر بیٹھ سکیں بلکہ ہمیں اس کی ضرورت ہی نہیں ہونی چاہئے۔ میں معذرت کے ساتھ یہ کہوں گی کہ ہم عجیب وغریب قسم کیResolutions کی طرف نہ جائیں کہ جم خانہ کلب کی ممبر شپ دو کیونکہ ہم ایم پی اے ہیں۔ میں فاضل ممبر سے یہ بھی کہنا چاہوں گی کہ کل ممکن ہے کہ ان بنچوں کے بہت سے لوگMPAs نہ رہ سکیں تو پھر کیا جم خانہ کلب کی ممبر شپ رہے گی یا اِن کی ایم پی اے شپ کے ساتھ کلب کی ممبر شپ بھیdilute ہو جائے گی۔ مجھے تو اس قرارداد میں کوئیsense نظر نہیں آتی لہذا میں اس قرارداد کو مکمل طور پرoppose کرتی ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ

وزیر قانون وپارلیمانی امور (راناثناءاللہ خان): جناب سپیکر! میرا یہ خیال ہے کہ اس وقت جس ممبر نے اس قرارداد کوmove کیا ہے اُن کیdemand یاHouse کی جوsense ہے وہ بھی ظاہر ہے اور جوarguments oppose کرنے والے دوستوں نے دیئے ہیں اُن میں بھی کافی وزن ہے۔ میرے خیال میں جس طرح اسلام آباد میں ایم این اے صاحبان کو ex-officio honorary membership دے دی جاتی ہے جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جس دوران وہ صاحبان ممبر رہیں تو اُس دوران وہ کلب کی سہولتوں سے فائدہ اٹھا سکیں۔ میرا یہ خیال ہے کہ آپ اس قرارداد کو آج pending فرما دیں۔ اس پر جم خانہ کی انتظامیہ کیsense لے لیتے ہیں۔ اگر اس کا کوئی Honourable طریقے سے کوئی راستہ نکل آئے تو اُس کے مطابق اس کوtake up کر لیں گے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

محترمہ آمنہ الفت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب طاہر احمد سندھو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تمام معزز ممبران تشریف رکھیں اور میری بات سنیں۔ میرے خیال میں لاء منسٹر صاحب نے ایک بڑی اچھی تجویز دی ہے اور precedent بھی quote کیا ہے کہ جس طرح قومی اسمبلی کے ممبران کو یہ سہولت حاصل ہے تو بجائے اس کے کہ ہم اس قرارداد پر sense of the House لیں، جس طرح وزیر قانون صاحب نے بات کی ہے تو وہ بات کر کے House کو ہی بتا دیں گے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: پوائنٹ آف آرڈر۔ ایک چھوٹی سی گزارش کرنی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لغاری صاحب! میرا خیال ہے کہ اس پر کافی بات ہو گئی ہے۔ اس قرارداد کو اگلے اجلاس تک کے لئے pending کیا جاتا ہے اور وزیر قانون صاحب اس پر بات کر کے House کو بتائیں گے۔ ایک قرارداد پیش کرنے کے لئے جناب اعجاز احمد خان، ایم پی اے اور چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ)، ایم پی اے نے قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت قاعدہ 115 اور دیگر متعلقہ قواعد کو معطل کر کے ایک تحریک پیش کرنے کی اجازت طلب کی ہے۔ محرک اپنی تحریک پیش کریں۔

قرارداد پیش کرنے کے لئے قواعد کی معطلی کی تحریک

جناب اعجاز احمد خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

> "قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت قاعدہ 115 اور دیگر متعلقہ قواعد کو معطل کر کے پنجاب گورنمنٹ کے Rules of Business میں ترمیم کے حوالے سے ایک قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت قاعدہ 115 اور دیگر متعلقہ قواعد کو معطل کر کے پنجاب گورنمنٹ کے Rules of Business میں ترمیم کے حوالے سے ایک قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

"قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت قاعدہ 115 اور دیگر متعلقہ قواعد کو معطل کر کے پنجاب گورنمنٹ کے Rules of Business میں ترمیم کے حوالے سے ایک قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب محرک اپنی قرارداد پیش کریں۔

قرارداد

صوبائی وزراء کو اپنے محکمہ جات کے انتظامی امور کا انچارج بنانے کا مطالبہ

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ:

"یہ ایوان حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ پنجاب گورنمنٹ کے Rules of Business میں ترمیم کر کے صوبائی وزراء کو اپنے محکمہ جات کے تمام انتظامی امور کا انچارج بنایا جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"یہ ایوان حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ پنجاب گورنمنٹ کے Rules of Business میں ترمیم کر کے صوبائی وزراء کو اپنے محکمہ جات کے تمام انتظامی امور کا انچارج بنایا جائے۔"

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں اس کو oppose نہیں کرتا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک خالصتاً انتظامی معاملہ ہے اور اس پر Chief Executive of the Province کی sense لی جانی ضروری ہے۔ آپ اس کو pending فرمادیں تو اس پر direction لینے کے بعد ہم کر لیں گے۔ اگر ویسے بھی یہ پاس ہو جائے اور اُس کے بعد implement نہ ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ اس میں House کی کوئی honour نہیں ہے اس لئے گورنمنٹ کی sense لینے کے بعد ہی اسے take up کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، یہ بات مناسب ہے اس لئے اس کو اگلے اجلاس کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اب شیخ علاؤالدین صاحب قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت قاعدہ 115 اور دیگر متعلقہ قواعد کو معطل کر کے قرارداد پیش کرنے کے لئے ایک تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ جی، شیخ صاحب!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! یہ پہلے بھی پیش ہوئی تھی اور اگر آپ کہتے ہیں تو میں دوبارہ کر دیتا ہوں۔ یہ pending ہوئی تھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں یہ pending نہیں ہوئی تھی۔ یہ نئی قرارداد ہے۔

قرارداد پیش کرنے کے لئے قواعد کی معطلی کی تحریک

شیخ علاؤالدین: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت قاعدہ 115 اور دیگر متعلقہ قواعد کو معطل کر کے ایک قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت قاعدہ 115 اور دیگر متعلقہ قواعد کو معطل کر کے ایک قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اوراب سوال یہ ہے کہ:

"قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت قاعدہ 115 اور دیگر متعلقہ قواعد کو معطل کر کے ایک قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: محرک اپنی قرارداد پیش کریں۔

قرارداد

لاہور ہائیکورٹ کا نام پنجاب ہائیکورٹ رکھنے کا مطالبہ

شیخ علاؤالدین: شکریہ۔ جناب سپیکر!

"یہ ایوان وفاقی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ لاہور ہائیکورٹ لاہور کا نام دیگر دو صوبوں کی ہائیکورٹس جیسا کہ صوبہ سندھ کی ہائیکورٹ کا نام سندھ ہائیکورٹ اور صوبہ بلوچستان کی ہائیکورٹ کا نام بلوچستان ہائیکورٹ ہے۔ ضروری آئینی ترمیم کے ذریعے تبدیل کر کے پنجاب ہائیکورٹ رکھا جائے۔"

جناب دپٹی سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"یہ ایوان وفاقی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ لاہور ہائیکورٹ لاہور کا نام دیگر دو صوبوں کی ہائیکورٹس جیسا کہ صوبہ سندھ کی ہائیکورٹ کا نام سندھ

ہائیکورٹ اور صوبہ بلوچستان کی ہائیکورٹ کا نام بلوچستان ہائیکورٹ ہے۔
ضروری آئینی ترمیم کے ذریعے تبدیل کر کے پنجاب ہائیکورٹ رکھاجائے۔"

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس میں جس طرح سے پنجاب ہائیکورٹ کا نام لاہور ہائیکورٹ ہے، اسی طرح سے سرحد ہائیکورٹ کا نام بھی پشاور ہائیکورٹ ہے۔ میرا خیال ہے کہ مناسب یہ ہو گا کہ اس پر کیونکہ یہ Judicial matter ہے اور Judiciary سے متعلقہ ہے، آج رجسٹرار ہائیکورٹ سے میرا رابطہ نہیں ہو سکا ہے ان سے بھی اس کا جواب لے لیں ،وفاقی حکومت کا بھی اس پر مؤقف لے لیں اور اگر یہ consensus سے ہو جائے گا تو میں سمجھتا ہوں کہ آسان بھی ہو جائے گا اور بہتر بھی ہو جائے گا اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس کو pending فرما دیں تاکہ اس پر تمام stakeholders کا مؤقف لے لیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کو بھی اگلے اجلاس تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اب سید حسن مرتضیٰ ایم پی اے نے قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت قاعدہ 115 اور دیگر متعلقہ قواعد کو معطل کر کے پنجاب اسمبلی کے ملازمین کے لئے رہائشی کالونی کے حصول کے حوالے سے ایک قرارداد پیش کرنے کے لئے تحریک پیش کرنے کی اجازت طلب کی ہے۔ محرک اپنی تحریک پیش کریں۔

سید حسن مرتضیٰ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں پھر غریبوں کے حوالے سے بات کر رہا ہوں، شاید اس House میں بیٹھے ہوئے امراء کے در و دیوار پھر کانپ جائیں۔ میں آپ کی نظر ایک شعر کرتا ہوں۔

یہ چمن زار یہ جمنا کا کنارہ یہ محل
یہ منقش در و دیوار یہ محراب یہ تاج
ایک شہنشاہ نے دولت کا سہارا لے کر
ہم غریبوں کی محبت کا اڑایا ہے مذاق

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: آج آپ کا عشق اور محبت پر زیادہ ہی زور ہے۔ (قہقہے)

سید حسن مرتضیٰ: اس ایوان کی رائے ہے کہ پنجاب اسمبلی۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ پہلے تحریک پیش کریں۔ آپ شعر و شاعری میں بھول گئے ہیں۔

قرارداد پیش کرنے کے لئے قواعد کی معطلی کی تحریک

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میری عینک اتر گئی تھی۔ میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت قاعدہ 115 اور دیگر متعلقہ قواعد کو معطل کر کے پنجاب اسمبلی کے ملازمین کے لئے رہائشی کالونی کے حصول کے حوالے سے ایک قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت قاعدہ 115 اور دیگر متعلقہ قواعد کو معطل کر کے پنجاب اسمبلی کے ملازمین کے لئے رہائشی کالونی کے حصول کے حوالے سے ایک قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:۔

"قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت قاعدہ 115 اور دیگر متعلقہ قواعد کو معطل کر کے پنجاب اسمبلی کے ملازمین کے لئے رہائشی کالونی کے حصول کے حوالے سے ایک قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔"

(تحریک متفقہ طور پر منظور ہوئی)

قرارداد

پنجاب اسمبلی ملازمین کے لئے رہائشی کالونی بنانے کا مطالبہ

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ پنجاب اسمبلی کے اس ایوان نے مورخہ 15۔دسمبر 1988 کو متفقہ طور پر ایک قرارداد منظور کی کہ پنجاب اسمبلی کے

ملازمین کے لئے ایک رہائشی کالونی بنا کر دی جائے لیکن 22 سال گزرنے کے باوجود اس قرار داد پر آج تک عملدرآمد نہ ہو سکا۔ قرار داد پر عملدرآمد نہ ہونے کے باعث مہنگائی کے اس کمر توڑ دور میں اسمبلی ملازمین کا دیرینہ مطالبہ پورا نہ ہو سکا جبکہ اس ایوان نے صحافی کالونی، آرٹسٹ کالونی اور دیگر کے لئے قرار دادیں پاس کیں اور ان قرار دادوں پر عمل کرتے ہوئے حکومت نے صحافی کالونی اور آرٹسٹ کالونی کے لئے زمین بھی مہیا کر دی ہے اس لئے اب دوبارہ یہ ایوان حکومت سے پُرزور مطالبہ کرتا ہے کہ 22 سال قبل پاس کی جانے والی قرارداد پر عملدرآمد کو یقینی بنائے اور اسمبلی ملازمین کے لئے ہاؤسنگ کالونی بنانے کے لئے زمین مہیا کرے نیز حائل تمام رکاوٹیں دور کرے تاکہ اسمبلی ملازمین کا دیرینہ مطالبہ پورا ہو سکے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ قرار داد پیش کی گئی ہے کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ پنجاب اسمبلی کے اس ایوان نے مورخہ 15۔ دسمبر 1988 کو متفقہ طور پر ایک قرار داد منظور کی کہ پنجاب اسمبلی کے ملازمین کے لئے ایک رہائشی کالونی بنا کر دی جائے لیکن 22 سال گزرنے کے باوجود اس قرار داد پر آج تک عملدرآمد نہ ہو سکا۔ قرار داد پر عملدرآمد نہ ہونے کے باعث مہنگائی کے اس کمر توڑ دور میں اسمبلی ملازمین کا دیرینہ مطالبہ پورا نہ ہو سکا جبکہ اس ایوان نے صحافی کالونی، آرٹسٹ کالونی اور دیگر کے لئے قراردادیں پاس کیں اور ان قرار دادوں پر عمل کرتے ہوئے حکومت نے صحافی کالونی اور آرٹسٹ کالونی کے لئے زمین بھی مہیا کر دی ہے اس لئے اب دوبارہ یہ ایوان حکومت سے پُرزور مطالبہ کرتا ہے کہ 22 سال قبل پاس کی جانے والی قرارداد پر عملدرآمد کو یقینی بنائے اور اسمبلی ملازمین کے لئے ہاؤسنگ کالونی بنانے کے لئے زمین مہیا کرے نیز حائل تمام رکاوٹیں دور کرے تاکہ اسمبلی ملازمین کا دیرینہ مطالبہ پورا ہو سکے۔"

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس میں چونکہ ایک لمبے عرصے کا ذکر ہے کہ اس دوران اس قرارداد پر عمل نہیں ہو سکا۔ میری درخواست ہے کہ چونکہ یہ out of turn لی جا رہی ہے اس لئے اس پر متعلقہ محکمہ یا حکومت کا مؤقف، میں فوری طور پر بیان نہیں کر سکتا اس لئے آپ اس کو بھی pending فرما دیں تا کہ اس پر حکومت کا یا محکمہ کا جواب آئے کہ 22 سالوں میں آخر اس پر کوئی کارروائی ہوئی بھی یا نہیں اور اگر کوئی کارروائی ہوئی ہے تو وہ کس مرحلے پر ہے؟ اس کے بعد اس کو take up کر لیا جائے گا۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں اس پر بات کرنا چاہتی ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ جب ایک بات آ گئی ہے تو اس پر مزید بات کیا کرنی؟

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں نے اسے oppose کیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اگر آپ نے oppose کیا ہے تو پھر تو پہلے محرک بات کرے گا، آپ کس طرح بات کر سکتی ہیں؟ تشریف رکھیں۔ اس قرارداد کو اگلے اجلاس تک pending کیا جاتا ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وزیر قانون صاحب نے بڑی مثبت بات کی ہے میں یہاں پر صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس امیروں کے لاہور میں [*******] پھر ایک دفعہ غریبوں کو ٹھکرانہ دیا جائے۔ انہیں consider ضرور کر لیا جائے کہ وہ اس کے اہل ہیں ، انہیں ملنی چاہئے یا نہیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں ان کے ان الفاظ پر احتجاج کرتا ہوں۔ یہ بہت بری بات ہے اس طرح کی باتیں، مجھے امیر کہنا یا یہ کہنا میں جو کچھ بھی ہوں اللہ کی بڑائی کے صدقے سے ہوں۔ میں نے ان کا کچھ بھی نہیں لیا ہوا ہے، میں چنیوٹ سے کچھ نہیں لے کر لاہور آیا ہوا ہوں۔ جو کچھ گیا ہوا ہے، لاہور سے چنیوٹ ہی گیا ہوا ہے۔ اگر لاہور purchase نہ کرے چنیوٹ کی ایک کرسی بھی نہیں

فروخت ہو سکتی۔لاہور اتنا عظیم شہر ہے کہ یہ ہر ایک شہر کو سلام کر کے کہتا ہے کہ آ جاؤ میں تمہیں قبول کر تا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب!پنجاب کا ہر شہر اور ہر دیہات عظیم ہے اور ہم کسی ایک جگہ کی بات نہیں کریں گے۔پورا پنجاب عظیم ہے۔آپ کے متعلق جو بات کی گئی ہے وہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کر تا ہوں۔

---

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر!بات یہ ہے کہ ایک مہینے سے یہ ایوان چل رہا ہے اور اسمبلی کے سٹاف نے یہاں پر اتنا کام کیا ہے تو میں یہ چاہتا ہوں کہ انہیں ایک ماہ کی تنخواہ دے دی جائے۔اگر حکومت نہیں دے سکتی تو میں یہ کہتا ہوں کہ ہم سب سے پیسے لے کر انہیں ایک ماہ کی تنخواہ دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔یہ بات پہلے ہی ہو چکی ہے اور لاء منسٹر صاحب نے اس پر کہہ بھی دیا تھا کیوں جی،لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!اس پر ایک اختتامی نوٹ میرے پاس موجود ہے تو جب آپ اجلاس کو prorogue کرنے لگیں گے تو میں پڑھ دوں گا۔اگر آپ ابھی کہیں تو میں پڑھ دیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی،ابھی پڑھ دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): شکریہ۔جناب سپیکر!آج موجودہ اسمبلی کے ماشاءاللہ دو پارلیمانی سال مکمل ہو گئے ہیں۔اسمبلی نے مسلسل 35 دن کام کر کے ایک ریکارڈ قائم کیا ہے۔اس ریکارڈ ساز اجلاس میں نہایت اہم قانون سازی ہوئی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مفاد عامہ کی بے شمار قراردادیں بھی پاس ہوئی ہیں۔حالیہ اجلاس میں سب سے اہم کام یہ تھا کہ بجٹ 11-2010 کی تیاری کے لئے ممبران اسمبلی سے تجاویز لی گئیں۔تمام معاملات کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں پنجاب اسمبلی کے عملہ نے دن رات سخت محنت کی ہے لہذا گزارش ہے کہ جناب سپیکر اپنے اختیارات کو

بروئے کار لاتے ہوئے پنجاب اسمبلی کے سارے عملہ کو ایک ماہ کی خصوصی تنخواہ کی ادائیگی کا اعلان فرمائیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ اقدام بھی بہت اچھا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ جو قرارداد پنجاب اسمبلی کے ملازمین کی رہائش کے حوالے سے آئی ہے کہ جہاں پر بھی ہم نے حکومت سے پنجاب اسمبلی کے ملازمین کی رہائش کے لئے جگہ لینے کی بات کی ہے تو اس کے اندر ہم نے practical مشکلات دیکھی ہیں۔ آپ نے اس قرارداد کو pending فرمایا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ already اسمبلی کی ایک کمیٹی بنی ہوئی ہے جو اسمبلی کوارٹر پر کام کر رہی ہے تو ہم اس کمیٹی کو آپ کے ساتھ بٹھا دیں گے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! چونکہ اسمبلی کی قرارداد اس کے اوپر پاس ہو چکی ہے تو ویسے تو یہ Assurance Committee کو جانی چاہئے کہ وہ اس بات کا تعین کرے کہ اس پر اب تک کوئی بہتر پیشرفت کیوں نہیں ہوئی۔ ویسے آپ اس کمیٹی سے attach کر دیں یا Assurance Committee کو refer کر دیں لیکن اس کے لئے پھر انہیں تحریک الگ لانی پڑے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ پہلے ہی ایک تحریک آئی ہوئی ہے اور قرارداد 22 سال پہلے پاس ہوئی ہے اور اس میں practical جو مشکلات پیش آ رہی ہیں تو جو کمیٹی already بنی ہوئی ہے وہ کمیٹی آپ سے بیٹھ کر بات کر لے گی اور درپیش hurdles اور hindrances کو دور کر لیا جائے گا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جی، ٹھیک ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: House کا وقت 15 منٹ بڑھایا جاتا ہے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

ڈاکٹر سامیہ امجد: شکریہ۔ جناب سپیکر! جہاں اسمبلی ملازمین کی تنخواہ کی بات ہو رہی ہے تو میں یہ چاہتی ہوں کہ اسمبلی میں بجلی والے ملازمین کو بھی تنخواہ دینے کے لئے لیٹر لکھا جائے کیونکہ وہ بھی اسمبلی ملازمین کے ساتھ دیر تک اپنی ڈیوٹی سرانجام دیتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، اس بارے میں بات ہو گئی ہے اور بالکل کر دیں گے۔ جی، آمنہ الفت صاحبہ!

محترمہ آمنہ الفت: شکریہ۔ جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ تاریخ کا لمبا ترین سیشن آج ختم ہونے جا رہا ہے تو میں اس کے اختتام پر اور اس اسمبلی کے دو پارلیمانی سال مکمل ہونے پر یہی استدعا کروں گی کہ ایک قرارداد آئی ہے لیکن دو سال ہونے کے باوجود، میں first mover تھی جس نے یہاں کھڑے ہو کر اسمبلی کے ملازمین کے کوارٹروں کی بات کی تھی اور دو سال میں آپ نے بھی دیکھا اور آپ نے بڑی مرحمت فرمائی لیکن ہم سب ان اداروں کے ہاتھوں بے بس ہو گئے جنہوں نے ان غریب ملازمین کے لئے ایک مرلہ بھی جگہ دینا پسند نہ کی۔ میں اپنا protest بھی ریکارڈ کرواتی ہوں کہ آج دو سال ہونے کے باوجود چراغ تلے اندھیرہ ہونے والی بات ہے کہ ان کے لئے ابھی تک کچھ بھی نہیں کیا جا سکا اور end میں ہم یہ سن رہے ہیں کہ ہم اس میں بے بس ہیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ بات آپ بالکل غلط کر رہی ہیں۔ بے بسی کی بات آج تک نہیں ہوئی ہے۔ گورنمنٹ کے اداروں کے ساتھ بیٹھ کر کمیٹی کے ممبران اعجاز احمد خان صاحب اور مہر اشتیاق صاحب یہاں موجود ہیں وہ بات کریں گے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! بے بسی کی بات ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، نہیں۔ facts کے خلاف بات نہ کیا کریں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! اگر گڑھی شاہو کے کوارٹروں یا پیپلز ہاؤس میں سے کوئی کوارٹر گر گیا اور کسی کی جان چلی گئی تو کون ذمہ دار ہو گا، آپ ذمہ دار ہوں گے اور ہم ذمہ دار ہوں گے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: آمنہ الفت صاحبہ! Issues کو اٹھانا اچھی بات ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ issues پر point scoring کرنا انتہائی غلط بات ہے۔ اسمبلی کے ملازمین کا مسئلہ سب کا مسئلہ ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ ہم انہیں accommodate کریں لیکن This is not the way

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! ہم اپنی کارکردگی کو بہتر تو بنا سکتے ہیں لیکن اس حوالے سے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ اس حوالے سے اعجاز خان صاحب ہونے والی working کے بارے میں زیادہ بہتر طریقے سے بتا سکتے ہیں کہ اس وقت تک کیا بات ہوئی ہے اور کس حد تک کام پہنچا ہے؟جی،اعجاز صاحب!

جناب اعجاز احمد خان: شکریہ۔جناب سپیکر!میں اس معزز ایوان کو اس بنیادی اور اہم نوعیت کے معاملے پر وہ تمام کارروائی جو آپ کی سربراہی میں قائم ہاؤس کمیٹی نے کی ہے اس پر اعتماد میں لانا چاہوں گا۔اس کمیٹی کی لاتعداد میٹنگ ہوئیں۔گڑھی شاہو میں اسمبلی کی جگہ پر پولیس سٹیشن نے ناجائز قبضہ کیا ہوا تھا اور وہ جگہ فلیٹس کے بالکل قریب ترین تھی کیونکہ صورتحال یہ تھی کہ جہاں پر پہلے سے موجود فلیٹس میں ملازمین رہ رہے ہیں وہ بوسیدہ ہو چکے تھے اور انہیں demolish کر کے نئے بنانے کی بات تھی تو سوال یہ سامنے آیا کہ اگر انہیں demolish کر دیا جائے تو وہ ملازم dislocate ہو جائیں گے اور ہم انہیں کہاں پر residence for the time being provide کریں گے۔اس پر ہاؤس کمیٹی نے اس کے قریب ترین ایک جگہ کی نشاندہی کی جو کہ پولیس سٹیشن کے قبضہ میں تھی اور اس پر آپ نے یعنی main committee نے ایک سب کمیٹی بنائی جس کا میں بھی ممبر تھا تو کمیٹی نے موقع پر جا کر visit کیا اور یہ propose کیا کہ تھانہ کی back side پر 3 کنال اور کچھ مرلے کی جگہ کو تھانے سے لے کر اس جگہ پر ان ملازمین کے لئے بلڈنگ بنائی جائے اور انہیں آباد کیا جائے اور اس کے بعد بوسیدہ فلیٹس کو demolish کر کے وہاں پر ان کے لئے فلیٹس بنائے جائیں تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو accommodate کیا جا سکے۔

جناب سپیکر!میں آپ کی وساطت سے اس ایوان کو بتاؤں گا کہ اس پر orders کر دیئے گئے ہیں۔محکمہ کالونیز میں ممبر کالونیز کو direction دی گئی ہے کہ وہ فوری طور پر اس کی سمری وزیراعلیٰ صاحب کو بھیجیں اور اس کی approval لے کر اس کو پنجاب اسمبلی کے نام formally transfer کروائیں تاکہ کل کو کوئی legal complications نہ ہوں۔وہ سمری وزیراعلیٰ ہاؤس میں پہنچ چکی ہے اور اس کی approval کے ساتھ ہی وہاں پر باقی تمام انتظامات مکمل ہیں۔بلڈنگ ڈیپارٹمنٹ نے ڈیزائن بنا لیا ہوا ہے اور فوری طور پر وہاں پر کام شروع ہو جائے گا اس لئے ہاؤس کمیٹی کو بھی میں خراج تحسین

پیش کرتا ہوں اور آپ کو بھی جو آپ کی دلچسپی کی بنیاد پر ملازمین کا ایک دیرینہ مسئلہ حل ہوا ہے۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ یہی کمیٹی لاء منسٹر صاحب سے مل کر بات کر لے۔ اب پرویز رفیق صاحب بات کر لیں۔

مذہب کی بنیاد پر شراب کے لائسنس منسوخ کرنے اور شراب کی فروخت پر مکمل پابندی کا مطالبہ

(۔۔۔جاری)

جناب پرویز رفیق: شکریہ۔ جناب سپیکر! ہمیں بہت کم موقع دیا جاتا ہے کیونکہ ہماری آواز کو دبانے اور اس اصل issue کو مسخ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ کل آپ کی مہربانی سے out of turn مذہب کی بنیاد پر شراب پر پابندی اور پرمٹوں کی منسوخی کے لئے میں ایک قرارداد لے کر آیا تھا۔ کل اس پر بحث بھی ہوئی اور اس ایوان کی اکثریت اس حق میں تھی کہ اس پر پابندی ہونی چاہئے چونکہ وزیر قانون صاحب نے بتایا کہ Federal Law ہے تو یقیناً non Muslim کا Federal Law یہی ہے لیکن اس قرارداد کو آج کے لئے pending کیا گیا تھا اور آج میں منسٹر صاحب سے ملا تو ہم نے اس قرارداد کو amend بھی کر لیا ہے کیونکہ یہ آج کے لئے pending تھی اور commitment کی گئی تھی لیکن مجھے نہایت افسوس ہے اور میں اسے ایک سازش سمجھتا ہوں کہ جان بوجھ کر اسے آج ایوان میں پیش نہیں ہونا دیا گیا جبکہ وزیر قانون صاحب اس چیز سے متفق ہیں اور انہوں نے assurance دلائی تھی اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اسے آگے لے کر جانے اور linger on کرنے کی، حسن مرتضیٰ صاحب ہمارے معزز ممبر ہیں اور بے شمار ممبران نے مجھے کہا کہ چھوڑو یار تم کس چیز میں پڑ گئے ہو۔

جناب سپیکر! میں تو یہ کہتا ہوں کہ آج گلیوں میں شراب بیچیں، آپ بازاروں میں شراب بیچیں اور آپ یوٹیلٹی سٹورز پر شراب رکھ کر بیچیں مجھے اس چیز پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میرا اعتراض صرف یہ ہے کہ آئین کا آرٹیکل 25 جو ہے کہ Federal Law کو violate کرتا ہے۔ پنجاب گورنمنٹ اور صوبے سے میری گزارش ہے کہ چونکہ ایکسائز ڈیپارٹمنٹ صوبائی ہے اور صوبہ اس کے

ٹیکس لیتا ہے اور صوبہ اس کی issuing authority ہے تو issuing authority ہی اسے cancel کر سکتی ہے لیکن اس Federal Law کے ہوتے ہوئے انہوں نے کہا کہ آپ Federal Law کو یعنی وفاقی حکومت کو سفارش کریں۔ میں نے وفاقی حکومت کو سفارش کی اور لاء منسٹر صاحب کے ساتھ بیٹھ کر اس قرارداد کی نوک پلک کو ٹھیک کیا لیکن مجھے افسوس ہے کہ اب بھی اسے آج کے ایجنڈے پر نہیں آنے دیا گیا جس کی میں مذمت کرتا ہوں۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناءاللہ خان): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناءاللہ خان): شکریہ۔ جناب سپیکر! محترم پرویز رفیق صاحب اس پر جذباتی ہو رہے ہیں۔ ایک تو میں آپ سے گزارش کروں گا کہ محترمہ آمنہ الفت جو بات کرنا چاہتی ہیں آپ ان کو بھی ٹائم دے دیں تاکہ وہ بھی بات کر لیں۔ دوسرا یہ ہے کہ جو قرارداد انہوں نے بیٹھ کر میرے ساتھ بنائی ہے اس میں انہوں نے تھوڑی سی amendment کی ہے۔ اس کو آپ پیش کروا دیں اور میری تجویز ہے کہ minorities کی ایک Advisory Council ہے اس میں سکھ، ہندو اور پارسی سب ہی اس کے ممبر ہیں۔ اس قرارداد کو ہم وہاں بھجوا دیتے ہیں۔ ان کی بھی رائے آ جائے گی، اگر تمام اقلیتوں کی رائے متفقہ ہوئی تو پھر یقیناً فیڈرل گورنمنٹ کو جو یہ معزز ایوان سفارش کرے گا اس میں زیادہ زور ہو گا اور اس کے implement ہونے کے زیادہ chances ہوں گے۔ یہ ان سے پیش کروا دیں، اگر یہ ہو چکی ہے تو آپ اس کو اس condition کے ساتھ pending فرما دیں۔ اسمبلی سیکرٹریٹ Advisory Council کو اس کی کاپی بھجوا دے تاکہ ان تمام کی رائے آ جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ یہ پیش تو ہو گئی تھی، جو اس پر amendment تھی۔۔۔

جناب پرویز رفیق: جناب سپیکر! پنجاب کی اقلیتوں کے نمائندے یہاں پر موجود ہیں کل آپ نے سنا کہ وہ ذاتی طور پر اس قرارداد کے مخالف نہیں ہیں جو میں نے پیش کی تھی۔ جو میرا موقف تھا وہ اس کے مخالف نہیں ہیں۔ ان کا صرف یہی نکتہ تھا کہ یہ Federal Law ہے لہٰذا ہم اس پر کچھ نہیں

کر سکتے۔ میں نے اس پر بھیcompromise کیا کہ یہ ایوان وفاقی حکومت کو سفارش کر سکتا ہے۔ میرا تو مؤقف یہی ہے حالانکہ Federal Law ضرور ہے لیکن پنجاب حکومت اس کی پابند نہیں ہے کہ اس کے ضرورpermitاور لائسنس جاری کرے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ جو لاء منسٹر صاحب نے بات کی ہے وہ بہتر ہے کیونکہ ہر مسئلے کا حل نکالا جانا چاہئے اور اس میں بہتر یہی ہے کہ اس پرconsensus کے ساتھ بات آ جائے۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس میں ان کو اعتراض یہ ہے کہ وہاں پر non-Muslim کا لفظ ہے۔ non-Muslim سے مراد صرف مسیح ہی نہیں ہیں بلکہ non-Muslim سے مراد سکھ بھی ہیں، پارسی بھی ہیں اور ہندو بھی ہیں اس لئے سب کی رائے آجانا بہتر ہے۔ ہم نے فیڈرل گورنمنٹ سے لفظnon-Muslim delete کرنے کی سفارش کرنی ہے تو پھر سب کی رائے لے لی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بالکل صحیح بات ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! ہم نے یہاں تیتر، بٹیر، بیگ ہر چیز کی بات کی ہے ہم پانی کی بات کب کریں گے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: اگر آپ مجھے موقع دیں گی تو قراردادوں کے بعد۔ اگر آپ rules کو پڑھ کر آئیں۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ پہلے میںbusiness of the House ختم کرلوں پھر اس طرف آؤں گا۔ ابھی قرارداد کی بات ہو رہی ہے اس کے بعد میں بالکل اس طرف آتا ہوں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! جو پرویز رفیق صاحب نے قرارداد پیش کی ہے یہ آج کے ایجنڈے کا حصہ نہیں ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لغاری صاحب! Kindly don't dictate the House یہاں پر ہر ممبر کا بات کرنے کاrightہے۔ اگر یہ قرارداد ایجنڈے پر نہیں ہے تو پھر پانی کاbusiness بھی نہیں ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ میں ہر ممبر کا احترام کرتا ہوں۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناءاللہ خان): جناب سپیکر! جو لغاری صاحب فرمارہے ہیں ہم بالکل وہ بات کریں گے اور وہ بات بالکل ہو گی۔ دراصل یہ قرارداد کل پیش ہوئی ہے اور اس پر تقریباً چالیس منٹ یہاں debate ہوئی ہے پھر میرے کہنے پر آج کے لئے pending ہوئی تھی۔ اگر یہ business کے ایجنڈے پر نہیں ہے تو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ آج کے لئے pending ہوئی تھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جب کوئی معزز ممبر out of turn بات کرتے ہیں تو ہم یہاں ہر ایک کو accommodate کرتے ہیں۔ آپ آپس میں patience رکھیں اور House کو مل کر پیار سے چلائیں۔

جناب پرویز رفیق: جناب سپیکر! رانا صاحب نے کہا ہے کہ مجھے اعتراض ہے، مجھے بھی اس چیز پر اعتراض اب تھوڑا کم ہے۔ اگر آپ اس کو study کریں تو اس میں لکھا ہے کہ religious ceremonies کے لئے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پرویز رفیق صاحب! اس پر کل بڑی لمبی بات ہوئی ہے اگر آپ آج دوبارہ بات کریں گے تو پھر ہر کوئی اس پر بات کرے گا۔

جناب پرویز رفیق: جناب سپیکر! مجھے بات کرنے کا موقع نہیں دیا گیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کو بالکل موقع دیا گیا۔

جناب پرویز رفیق: جناب سپیکر! میری پھر بات سنیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے آپ کی بات بالکل سن لی ہے، جو سننی تھی وہ سن لی ہے اور کل اس ہاؤس میں چالیس منٹ بات ہوئی ہے۔ یہ ساری بات آپ ہی کی قرارداد پر ہوئی تھی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ یہ amended Resolution پڑھ دیں اور اس کے بعد اس کو pending کر دیں۔ ہم minorities کی Advisory Council سے اس میں رائے لے لیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے، پرویز رفیق صاحب! آپ اپنی amended Resolution پیش کریں۔

جناب پرویز رفیق: جناب سپیکر! میں اپنی Resolution پڑھ رہا ہوں لیکن میرا پھر وہی مؤقف ہے کہ اگر پنجاب کا صوبہ اس پر پابندی نہیں لگا رہا ہے کیونکہ وہ issuing authority ہے تو میں احتجاج کرتا ہوں۔

وزیر انسانی حقوق و اقلیتی امور (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! یہ law کی بات ہے۔

جناب پرویز رفیق: یہاں کہاں law کی بات ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: Let him read the Resolution پھر اس کے بعد دیکھتے ہیں۔ مجھے یہ بتا دیں کہ اس پر rules کیا کہتے ہیں؟ جب House میں کوئی چیز آتی ہے تو قاعدے قوانین کے مطابق آتی ہے۔ پہلے قرارداد پیش تو کریں، آپ نے پیش ہی نہیں کی۔ ہاؤس کا وقت 15 منٹ بڑھایا جاتا ہے۔

جناب پرویز رفیق: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

> "یہ ایوان وفاقی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ Prohibition (Enforcement of Hadd)Order 1979 میں ترمیم کر کے مذہب کی بنیاد پر (non-Muslim) پر شراب کے لائسنس / پرمٹ جاری کئے جانے کی legal provision کو delete کرے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: ویسے اگر آپ نے قانون پڑھا ہو تو اس میں صرف non-Muslim نہیں ہے۔ لاء منسٹر صاحب! جیسے کل پڑھا تھا اس میں تو medicine کے استعمال کے لئے بھی ہے۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ان کو اعتراض صرف non-Muslim کے لفظ پر ہے، باقی کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب آپ نے پیش کر دی ہے۔ اس پر میں سمجھتا ہوں کہ لاء منسٹر صاحب نے جو suggestion دی ہے اس کو ہم اگلے session تک pending کر دیتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! in the meantime اقلیتوں کی Advisory Council سے رائے لینے کے لئے اس کو بھجوا دیتے ہیں۔

جناب پرویز رفیق: جناب سپیکر!میری اس میں گزارش یہ ہے کہ ٹھیک ہے میں مان لیتا ہوں لیکن Minority Advisory Council پھر جو recommendations دے گی اگر وہ کہے گی کہ وفاق بھی کرے اور صوبہ بھی فوری طور پر پابندی لگائے تو منسٹر صاحب assurance دے دیں کہ وہ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، اس طرح شرطوں کے ساتھ قراردادیں پیش نہیں کرتے This is very strange آپ کیسی بات کر رہے ہیں؟

جناب پرویز رفیق: جناب سپیکر!میں تو Minority Advisory Council کی بات کر رہا ہوں مجھے تو پتا بھی نہیں ہے کہ وہ ہے یا نہیں ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور(رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!اگر تمام minorities نے اس resolution کو support کیا تو ہم اس معزز ایوان سے اس کو pass کروادیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ اس سے بہتر اور کیا بات ہو سکتی ہے؟

جناب پرویز رفیق: بالکل ٹھیک ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ یہ next session تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ جی، محسن لغاری صاحب!

جناب محمد محسن خان لغاری: شکریہ۔ جناب سپیکر!میں تو صبح ہی سے پوائنٹ آف آرڈر پر ایک بہت اہم issue کو لانا چاہتا تھا لیکن میرا خیال ہے کہ شاید وہ ہماری priority list میں سب سے نیچے ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لغاری صاحب!اب میں بھی آپ سے ایک بات کرنا چاہوں گا۔ آپ صبح کی recording نکال کر دیکھ لیں کہ کتنے زیادہ پوائنٹ آف آرڈرز ہوئے ہیں اور ہم نے تو اب اس House کا business complete کیا ہے۔ House کا business اتنا لمبا کیوں ہوتا ہے؟ میں جب بات کرتا ہوں کہ ہم نے rules کو follow کرنا ہے جب تک پوائنٹ آف آرڈرز relevant نہیں ہوں گے تو پھر یہی ہوگا جو کہ اب ہو رہا ہے۔

پوائنٹ آف آرڈر

پانی کے حوالے سے سیکرٹری آبپاشی پنجاب و سندھ کی آئینی خلاف ورزی

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! آپ کی بڑی مہربانی۔ جب میں نے صبح پوائنٹ آف آرڈر raise کیا تھا تو پورا صوبہ اس وقت پوائنٹ آف آرڈر پر تھا کیونکہ کل ہمارے صوبے نے Constitutional violation کی ہے۔ Constitution کا آرٹیکل 155 ہے، اب تو میں نے Constitution بھی واپس رکھ دیا ہے، میں نے سوچا کہ شاید اب باری نہ آئے۔ اس میں واضح طور پر ایک clause ہے جو پانی کے issue پر ہے۔ باقی تو دنیا کی ہر چیز پوائنٹ آف آرڈر پر ہو جاتی ہے لیکن جو actual پوائنٹ آف آرڈر ہے ?How things are not in order کل دوپہر کو ہمارے پنجاب کے Secretary Irrigation اور سندھ کے Secretary Irrigation نے بیٹھ کر یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ ہم چشمہ جہلم لنک کینال کو بند کر رہے ہیں۔ آئین کے آرٹیکل 155 میں باقاعدہ لکھا ہے کہ:

> If the interests of a Province, the Federal Capital or the Federally Administered Tribal Areas, or any of the inhabitants thereof, in water from any natural source of supply have been or are likely to be affected

کل ہمارے دو Secretaries نے بیٹھ کر فیصلہ کر دیا اور جس وقت وہ فیصلہ کر رہے تھے، ٹی وی پر strip چل رہی تھی کہ چشمہ جہلم لنک کینال بند ہو گیا ہے اور اسی وقت ہمارے وزیر موصوف یہاں پر بیان دے رہے تھے کہ نہر بند نہیں ہو گی۔ یہ ہمارے صوبے میں کیا ہو رہا ہے؟

> Is not thing out of order here? This valid point of order where things are out of order have not been accepted since morning.

باقی ہر چیز آپ نے کی ہے، میری صرف یہ گزارش تھی۔ کیا اس چیز کی اہمیت آپ کے سامنے نہیں ہے کہ ہم نے کتنا اہم decision کیا ہے؟ ہم چشمہ جہلم لنک کینال پر اپنا Power Plant لگا رہے تھے اور اب ہم اس سے دست بردار ہو گئے ہیں۔ وزیر صاحب نے کہا کہ پانچ ہزار کیوسک سے

کم کرکے ہم نے تین ہزار کیوسک کیا ہے وہ بند نہیں ہوئی اور سیکرٹری نے کہا کہ ہم بند کر رہے ہیں اور ہم نے ارسا کو کہہ کر بند کروادی۔

جناب سپیکر! میں اس issue کو کہاں پر لے کر جاؤں؟ آپ مجھے proper forum بتائیں اور مجھے تو سب سے اہم forum یہی اسمبلی لگتی ہے اور اسی کا floor لگتا ہے جو سب سے اہم ہے، جہاں پر میں پورے صوبے کے مسائل کو سامنے لے کر آؤں گا اور مستقل طور پر ہمیں یہاں پر یقین دہانی کرائی جاتی رہی۔ ہمارے چیف منسٹر صاحب نے یہاں پر آکر یقین دہانی کرائی اور لاء منسٹر صاحب نے بھی یہاں پر یقین دہانی کرائی کہ ہم پنجاب کے interest پر compromise نہیں کریں گے۔ ہماری یہاں سے ایک special team کراچی اڑ کر گئی اور انہوں نے کہا کہ وہ وہاں جاکر اس پر بات کرکے آئیں گے اور پانی میں کوئی کمی بیشی نہیں کریں گے اور اگلے دن ہم نے یہاں پر سندھ والے بھائیوں کو بلایا اور ہم نے وہاں پر اپنا پانی give up کر دیا۔ مجھے پتا لگا کہ اریگیشن ڈیپارٹمنٹ میں meeting ہو رہی ہے اور میں وہاں پر گیا اور میں نے تھوڑی سی بد تہذیبی یوں کی کہ دروازہ knock کرکے اس meeting والے کمرے میں چلا گیا اور میں نے جاکر ان کو کیس plead کیا کہ محترم افسران صاحبان اس چیز پر غور کرو کہ یہ صرف کچھ کیوسک پانی ادھر اُدھر ہونے کی بات نہیں ہے، جنوبی پنجاب اور اپر سندھ کے درمیان جو ثقافتی رشتے ہیں، جو اقوام بارڈر کے دونوں طرف موجود ہیں، میری اپنی قوم، ہمارے لغاری جتنے پنجاب میں بیٹھے ہیں اس سے زیادہ سندھ میں بیٹھے ہوئے ہیں، سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ کے کھوسے یہاں پر بیٹھے ہیں اور سندھ میں بھی بیٹھے ہوئے ہیں اور جتوئی ہمارے یہاں مظفر گڑھ میں بیٹھے ہیں اور غلام مصطفیٰ جتوئی صاحب وغیرہ وہاں پر بھی موجود ہیں۔ ہماری ایک ہی اقوام ہیں ہمارا رہن سہن، کھانا پینا، لباس، خوراک اور ہماری جتنی خوشیاں غمیاں بارڈر کے اس طرف ہوتی ہیں اور اتنی بارڈر کے دوسری طرف بھی ہوتی ہیں تو یہ افسران کے اس فیصلہ کے ساتھ جو اس کے consequences ہوں گے، ہمارے جو bordering areas ہیں جن کو یہ لنک کینال جاکر پانی دیتی ہے، پہلے تو میں نے اسی دن عرض کی تھی اور سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ یہ لنک کینال کہاں سے آئی ہیں، یہ لنک کینال اس علاقے کے لئے آئی ہیں جو کہ 1947 میں جن کے اندر نہری نظام تھا اور ریاست بہاولپور اور ساؤتھ پنجاب کے اندر نواب آف بہاولپور نے 1920 کے اندر

ایک نہری نظام بنایا تھا جو کہ ستلج اور بیاس دریاؤں سے پانی لے کر وہاں پر آرہا تھا۔ اسی چیز کے اوپر 1920 میں بیکانیر، بہاولپور اور British India کے درمیان بھی پانی کے تنازعات ہوئے تھے اور 1920 میں ان کے درمیان ایک agreement ہوا تھا۔ پھر دوبارہ جب سکھر بیراج بننے لگا تو پھر سے پانی کے معاملات negotiate ہوئے اور یہ negotiate ہوتے آرہے ہیں اور ان کے ساتھ یہ چیزیں established facts ہیں کہ جو لنک کینال ہیں وہاں جا کر پانی دیتی ہیں۔ میں ڈیرہ غازی خان کا رہنے والا ہوں مجھے اس میں سے ایک کیوسک بھی پانی نہیں ملتا اور مجھے اس میں سے پانی نہیں ملے گا لیکن South Eastern Punjab کے وہ سارے علاقے جن میں 9 اضلاع آتے ہیں وہ چشمہ جہلم لنک کینال سے پانی لیتے ہیں۔

جناب سپیکر! یہ نہر چشمہ جہلم لنک کینال reservoir سے نکلتی ہے اور دریائے جہلم میں آکر گرتی ہے، تریموں بیراج سے اس کی آگے نہریں نکلتی ہیں، تریموں سے پھر سدھنائی میں آتی ہے۔ اس کے بعد پھر میلسی سیفل میں آتی ہے۔ ان سارے علاقوں کو جس میں ٹوبہ ٹیک سنگھ، جھنگ، مظفر گڑھ کے اوپر کا حصہ، کبیر والا، لودھراں، وہاڑی اور بہاولپور ہے۔ یہ وہ علاقے ہیں جو ہمارے بھائی زمیندار یہاں پر بیٹھے ہیں ان کو پتا ہے کہ یہ prime agricultural land ہے ہم نے اس کا پانی چھوڑ دیا ہے اور ہم نے اس کے لئے پانی give up کر دیا ہے۔ یہی بات پہلے دسمبر کے مہینہ میں ہوئی اور ہماری نہروں کو بند کیا گیا۔

جناب سپیکر! میں پھر سے وہی بات کروں گا کہ اس میں کوئی صوبائی تعصب کی بات نہیں ہے اور میری تو اپنی قوم آدھی سے زیادہ سندھ میں بیٹھی ہوئی ہے، ہمارے آپس میں بڑے گہرے رشتے ہیں لیکن جس وقت یہ افسران بیٹھ کر اس قسم کی باتیں کرتے ہیں تو شاید پتا نہیں کسی کو خوش کرنے کے لئے یہ باتیں ہوجاتی ہوں کہ شاید جو بھی ہے وہ ناراض نہیں ہوگا لیکن اس کی implication پر غور نہیں کیا جاتا۔

جناب سپیکر! دسمبر کے مہینہ میں جنوبی پنجاب میں گندم کاشت کی جاتی ہے اور اکثر سندھ کے اندر چاول کاشت کیا جاتا ہے۔ چاول کی فصل یہاں ستمبر اور اکتوبر میں پک جاتی ہے اور وہاں نومبر میں گندم کی کاشت ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں نومبر کے آخر اور دسمبر کے پہلے ہفتہ تک کاٹن

کی harvesting ہوتی ہے اور اس کے بعد گندم کاشت کی جاتی ہے۔ دسمبر کے مہینہ میں ہماری نہریں بند کر دی گئیں۔ جس چیز پر سب سے زیادہ مجھے افسوس ہوتا ہے اور افسوس اس بات پر ہوتا ہے۔"**لا الہ الاالله محمد رسول الله**"میرا کسی پر personal attack کرنے کا کوئی ارادہ نہیں۔ہمارے وزیر موصوف میرے ساتھ ایک ٹیلی ویژن پروگرام میں بیٹھے تھے اور رات کو 9 بجے انہوں نے یہ commitment کی کہ نہریں بند نہیں ہوں گی اور میں آپ کو سارا پانی پورا کر کے دوں گا اور خدا کی قسم سویرے نہریں بند ہو گئیں۔ مطلب ان کے علم میں نہیں ہے اور وہ یہاں پر کھڑے ہو کر commitment کر رہے ہیں کہ چشمہ جہلم لنک کینال بند نہیں ہو گی اور یہاں سے پانچ سات کلومیٹر دور جوائنٹ پریس کانفرنس ہو رہی ہے جس میں چشمہ جہلم لنک کینال بند ہو رہی ہے۔ میرا عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ کیا یہ ایوان کسی طرح loop میں نہیں آتا، اس ایوان میں کوئی فیصلہ نہیں ہونا، اس ایوان نے کیا کہیں پر input نہیں دینی، کیا وزیر بننا صرف اس لئے ہے کہ وہ جھنڈے والی گاڑی اور ایک پولیس سکواڈ نہیں، مجھے دو پولیس سکواڈ دے دو یا دو پولیس سکواڈ نہیں مجھے بلٹ پروف کار دے دو اور کیا اسی لئے وزارتیں ہوتی ہیں؟

Responsibilities and privileges go hand to hand. People are very keen to get the privileges but the responsibilities associated with them are not being addressed.

جناب سپیکر! میری تو خواہش تھی اور میں نے تو ایک تحریک التوائے کار جمع کروائی ہے جو کہ نہیں آئی۔ اسی ایوان میں ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب نے یہ commitment کی تھی کہ میں اسلام آباد جا رہا ہوں، میرے ساتھ سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ سینئر مشیر اور سینئر منسٹر راجہ ریاض صاحب جا رہے ہیں اور انہوں نے کہا تھا کہ پچھلے Thursday یا Monday کو میری وزیر اعظم صاحب سے ملاقات ہو گی اور اس کے بعد میں ایوان میں آ کر بتاؤں گا کہ اس ملاقات میں کیا ہوا اور وہ بھی نہیں آئے۔

جناب سپیکر! ہم یہاں پر ایک بڑا genuine issue اور اس سے بڑا کوئی concern نہیں ہو سکتا، لاکھوں لوگوں کے روزگار کا معاملہ ہے۔ چشمہ جہلم لنک کینال سے ایک اندازہ کے مطابق

40لاکھ ایکڑ سیراب ہوتے ہیں اس چالیس لاکھ ایکڑ کے لئے ہم نے کوئی انتظام نہیں کیا۔ ہاں اب مطلب ہے جو باتیں کی جارہی ہیں وہ کہہ رہے ہیں کہ بارشیں ہوگئی ہیں اس لئے پنجاب میں پانی کی ضرورت نہیں رہی۔ یہ جو بارش ہوئی ہے یہ Northern areas اور سنٹرل پنجاب میں ہوئی ہے ساؤتھ میں نہیں ہوئی ہے۔میں کل کی official statisticsبتاتا ہوں کہTarbela command، اس میں تربیلا دریا سے پانی اور کابل دریا سے چھوڑا ہوا پانی آتا ہے۔40ہزار کیوسک پانی تربیلا سے چھوڑا گیا ہے،14ہزار کیوسک پانی دریائے کابل سے آیا ہے اور یہ مل کر54ہزار کیوسک ہوگیا۔اس 54ہزار کیوسک پانی میں سے تھل کینال کو صرف تین ہزار کیوسک مل رہا ہے اور مظفر گڑھ کینال کو zero کیوسک ،ڈیرہ غازی خان کینال zero،حویلی 405 کیوسک،سدھنائی800 کیوسک،رنگ پور کینالzero،لوئر پاکپتن 1166 کیوسک، میلسیzeroلوئر بہاول1081 کیوسک،پنجندzeroفیصد عباسیہ318 کیوسک سو اس 54ہزار کیوسک پانی میں سے پنجاب کو9896 کیوسک پانی ملا ہے جو کہ ساؤتھ والا علاقہ پیتا ہے۔

جناب سپیکر!اب جو اپر ایریا یا اپر پنجاب جس کوMangla commandکہا جاتا ہے اس کو22497کیوسک.These are official figuresمیرے پاس یہ دستخط ہوا پیپر موجود ہے۔ مجھے آپ بتائیں کہ ہم انصاف لینے کے لئے کہاں جائیں اور کس کے سامنے دُہائی کریں،کون ہے جو ہمارے حقوق کے لئے stand لے گا؟ یہ چیز کہہ دینا بڑا ہی convenient ہے کہ ہم نے یہ بات کر دی ہے اور یہ ہو جائے گا اور وہ ہو جائے گا۔ مجھے پتا ہے کہ میں جو کچھ یہاں پر بول رہا ہوں اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا اور وہ کہیں گے کہ یہ دیوانہ ہے، باتیں کرتا رہتا ہے، اس کی ہر دفعہ سن لو یہ تو ایسی ہی باتیں کرتا ہے لیکن خدارا اس چیز کے اوپر دھیان دیں۔ اس کے consequences بڑے خطرناک ہوں گے، جب لوگوں کو اس چیز کا احساس ہو گا کہ پنجاب کا دارالخلافہ ہمارے interest کو watch out نہیں کر سکتا تو جو اس کی implicationsہوں گی تو آپ مجھ سے زیادہ سمجھدار ہیں اور زیادہ جہاں دیدہ ہیں، اس کی implications بڑی خطرناک ہوں گی، ہم یہ کیوں نہیں کرتے ،ہمارے وزیر صاحب یہاں پر ایک بیان دے رہے ہوتے ہیں اور وہاں پر اور کوئی چیز ہو رہی ہوتی ہے۔ آج ایکResolutions بھی آئی ہے کہ وزراء کو بااختیار کیا جائے، کیا یہ وزیر صرف جھنڈے

والی گاڑیوں میں پھرنے کے لئے بنائے ہوئے ہیں؟ مجھے بتائیں کہ ہمارے وزیر صاحبان اسمبلی کی proceeding میں کتنا حصہ لیتے ہیں؟وہ اس لئے اسمبلی کی proceeding میں حصہ نہیں لیتے کیونکہ وہ بے اختیار ہیں،وہ کس بات کا کیا جواب دیں اوران کے پاس کیا اختیار ہے ؟میں نے یہ بہت اہم issue raise کرنا تھا۔کاش !آج ہمارے Irrigation Minister ہوتے تووہ اس چیز پر اپنا مؤقف بیان کرتے۔میری تو ابھی بھی آپ کے توسط سے گزارش ہے کہ اجلاس ایک دن کے لئے extend کر دیں اور وزیر اعلیٰ صاحب کم از کم آکر اس چیز کے اوپر جواب دیں جو کہ انہوں نے House کے floor پر commitment کی تھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: House کا وقت دس منٹ بڑھایا جاتا ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر!انہوں نے House کے floor پر commitment کی تھی میں نے ان کی تقریر نکلوائی ہے اس میں انہوں نے commitment کی تھی کہ میں وزیر اعظم سے ملنے کے بعد House کے اندر آپ لوگوں کو اعتماد میں لوں گا اور وہ نہیں آئے۔اس ایوان سے اوپر کوئی forum نہیں ہے،مہربانی کر کے ایک دن extend کر لیں،میں آپ کے توسط سے لاءمنسٹر صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ چیف منسٹر صاحب سے کہیں کہ ہاؤس سے یہ ڈیمانڈ آئی ہے،اس اسمبلی کے جس کے آپ لیڈر آف دی House ہیں وہ House کہتا ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب آئیں اور آکر بتائیں کہ ہم نے اپنا یہ پانی کیوں چھوڑا ہے اور اس کے پیچھے ہماری کیا logic ہے؟کم از کم مجرم کو اس کا قصور تو بتاؤ۔میں پھر سے واضح کر رہا ہوں کہ میں اس لنک کینال سے پانی پینے والے لوگوں میں سے نہیں ہوں لیکن جو لوگ اس سے پانی پینے والے ہیں۔۔۔

MR. IJAZ AHMED KHAN: Mr. Speaker! Is this a point of order?

جناب ڈپٹی سپیکر: جی،یہ بات کر لیں۔پھر میں آپ کو ٹائم دیتا ہوں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جی،میں نے ٹائم مانگا ہے،پوائنٹ آف آرڈر نہیں مانگا۔میں نے issue raise کرنے کے لئے ٹائم مانگا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: .Let the Chair decide میں نے ان کو floor دیا ہوا ہے اس کے بعد میں آپ کو floor دیتا ہوں۔

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! میرا مقصد آپ کی attention invite کرنا ہے۔ اگر پوائنٹ آف آرڈر کے بعد آپ نے allow فرمادیا ہوتا کہ ہاں! اس issue پر میں debate open کرتا ہوں تو پھر مجھے کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا۔ چاہے جتنا بھی اہم نوعیت کا issue ہے ہم سب پر لازم ہے کہ ہم Rules of Procedure کو follow کریں۔ اگر آپ ان کو یہ موقع فراہم کریں اور debate کو open فرمادیں تو پھر ہم سب کا right ہے کہ اس پر بات کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ان کو بات کرلینے دیں اس کے بعد میں آپ کو بھی floor دیتا ہوں۔

جناب اعجاز احمد خان: جی، شکریہ

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میں نے آپ سے گزارش کی تھی، پوائنٹ آف آرڈر نہیں مانگا تھا، میں نے آپ سے ٹائم مانگا تھا اور Chair کی discretion ہے کہ Chair ٹائم دے سکتی ہے۔

MR DEPUTY SPEAKER: Let the chair decide, what to do?

جناب محمد محسن خان لغاری: بہت مہربانی۔ میرے خیال میں شہر میں رہنے والے ہمارے بھائیوں نے تو الفتح سٹور سے جا کر آٹے کا تھیلا لینا ہے اور شاید لاہور میں تو سستا آٹا بھی مل جائے گا تو اس لئے ان کو گندم کی فصل کے ساتھ دلچسپی نہیں ہے۔ ہم دیہات میں رہنے والے لوگ جنہوں نے اس زمین سے گندم اُگا کر کھانی ہے۔ ہمارے لئے یہ فکر کا لمحہ ہے اور ہم اس لمحہ فکریہ میں اپنے بھائیوں کے ساتھ concern share کر رہے ہیں۔ میری گزارش یہی ہے کہ آپ آج اس House کا ٹائم ختم نہ کریں اور وزیر اعلیٰ صاحب سے کہیں کہ وہ مہربانی کر کے، میری دست بستہ گزارش ہے with the utmost humility اور جو بھی عزت کے الفاظ ہیں میری تو vocabulary محدود ہے۔ وہ آئیں اور بتائیں تو سہی کیوں چشمہ جہلم لنک کینال کے پانی پینے والے لوگوں کے ساتھ زیادتی کی گئی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محترم لغاری صاحب نے اس پانی کے مسئلہ پر جو concern show کیا ہے میں اس پر ان کا شکر گزار بھی ہوں اور appreciate بھی کرتا ہوں لیکن میں اس aspect سے متفق نہیں ہوں کہ یہ بات اس طرح سے بیان کی جائے کہ پنجاب بڑا مظلوم

ہے اور اس کے ساتھ پتا نہیں کوئی دشمن ہمسایہ ملک زیادتی کر رہا ہے۔ سندھ بھی ہمارا بھائی ہے اور ہم نے اکٹھے رہنا ہے اور اسی ملک میں رہنا ہے، اسی ملک کو آگے بڑھانا ہے۔ سندھ کی زمینیں بھی اتنی ہی زیادہ ضروری ہیں کہ وہ سرسبز ہوں وشاداب ہوں جتنی کہ پنجاب کی۔ اس سلسلے میں جو کمیٹی سندھ گئی تھی اس کمیٹی میں صرف افسران شامل نہیں تھے اس میں باقاعدہ طور پر ہمارے سینئر منسٹر، سینئر ایڈوائزر تھے۔ وہاں پر جو بات ہوئی ہے اس حوالے سے میری تفصیل سے ابھی ان کے ساتھ discussion نہیں ہوئی لیکن وہاں پر ایک schedule طے ہوا ہے جس میں ایک حکمت ہے کہ اتنے دن اس طرح سے کر لیا جائے تو یہ پابندی کوئی دائمی ہے اور نہ ہی یہ بات ہے کہ اب اس کے بعد پنجاب کو پانی نہیں ملنا یا اس کے بعد سندھ کو پانی نہیں ملنا۔ دونوں کی ضروریات، موسمی حالات، پانی کی تعداد ہر چیز کو مد نظر رکھ کر ایک schedule طے کیا ہے اور اس کے بعد آج شام کو میٹنگ ہے۔ یہ بات ابھی تک حتمی نہیں ہوئی۔ اس میٹنگ میں وہ جو کمیٹی گئی تھی وہ اپنی رپورٹ پیش کرے گی اور اس کے بعد دوبارہ سی ایم صاحب کی پرائم منسٹر صاحب سے بات ہو گی اور اس کے بعد جو حتمی بات ہو گی، جو نہی ہو گی اس سے پورے صوبے کے نو کروڑ عوام کو بھی اعتماد میں لیا جائے گا اور اس معزز ایوان کو بھی اعتماد میں لیا جائے گا۔ میں آج دوبارہ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کا یہ مؤقف دہراتا ہوں کہ ہم انشاء اللہ تعالیٰ اپنے حصہ اور اپنے مؤقف سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹیں گے لیکن ساتھ ہی ساتھ ہم سندھ کے معاملات میں اس طرح سے argue نہیں کر سکتے جیسے وہ کوئی ہمارا دشمن ہمسایہ ہے، وہ ہمارے بھائی ہیں، ہم نے ان کی ضرورت کا بھی احساس کرنا ہے اور اپنی ضروریات کو بھی پیش نظر رکھنا ہے۔ میں محترم لغاری صاحب کی خدمت میں یہ عرض کروں گا اور میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ انشاءاللہ تعالیٰ، یہ معاملہ تھوڑا المباضر ور ہوا ہے یہ شاید ایک دو دِنوں میں طے نہ ہو، اگر یہ آج ہی طے ہو جانا ہوتا تو اس میں کوئی harm نہیں ہے۔ کل سی ایم صاحب House میں آکر کوئی statement دے دیتے اور اگر یہ طے ہو چکا ہوتا تو وہ ضرور تشریف لاتے اور اس معزز House کو بھی اعتماد میں لیتے لیکن یہ ابھی طے نہیں ہوا۔ ابھی اس کا second round رہتا ہے۔ شاید ایک دو روز میں سندھ کے دوست پنجاب میں آئیں گے اس کے بعد upper level پر بات ہو گی اور یہ معاملہ خالصتاً صوبائی بھی نہیں ہے۔ ہماری حد تک معاملہ ہمارے کنٹرول میں ہے، سندھ کی حد تک ان کے کنٹرول

میں ہے لیکن اس کا overall فیصلہ وفاقی سطح پر ہونا ہے وہاں پر سینیٹ بھی موجود ہے، قومی اسمبلی بھی موجود ہے، وہاں پر یہ معاملہ اُٹھایا بھی جا سکتا ہے، discuss بھی کیا جا سکتا ہے اور اس کے علاوہ جو کمیشن ہے اس میں بھی discuss کیا جا سکتا ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کے concern سے گورنمنٹ پوری طرح آگاہ ہے اور میں اس معزز ایوان کی وساطت سے ان تمام کسانوں کو جو چشمہ جہلم لنک نہر سے متاثر ہیں یا متاثر ہوئے ہیں ان کے مفادات کو پنجاب گورنمنٹ پوری طرح سے اپنی اولین ترجیح میں رکھے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ

جناب اعجاز احمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

رائے محمد اسلم خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب شیر علی خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جو دوست کھڑے ہیں میں باری باری سب کو floor دیتا ہوں۔ جی، خان صاحب!

پنجاب یونیورسٹی کی انتظامیہ کا بغیر اشتہار بڑی پوسٹوں پر بھرتی کے خلاف ٹیکنیکل سٹاف کا شدید احتجاج

(۔۔۔جاری)

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! حالیہ سیشن کے دوران پنجاب یونیورسٹی کے ایڈمنسٹریٹر اور سٹاف یونین کے معاملات سے متعلق، پنجاب یونیورسٹی انتظامیہ کی کرپشن اور لاقانونیت کے متعلق یونیورسٹی کے سینکڑوں ملازمین نے نہ صرف پنجاب یونیورسٹی کے اندر strike اور احتجاج کیا تھا بلکہ پنجاب اسمبلی کے باہر بھی احتجاج کیا تھا جس پر وزیر تعلیم کو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ وہ اس سارے معاملے کی چھان بین کر کے پنجاب یونیورسٹی کے اس سارے issue کی رپورٹ اس House میں پیش کریں۔ وہ پچھلے

ہفتہ بدھ کے روز پیش ہونی تھی وہ پیش نہیں ہو سکی اور اس کے بعد بھی نہیں ہو سکی۔ ابھی وزیر تعلیم یہاں موجود ہیں ان سے اس رپورٹ کے بارے پوچھ لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ایجوکیشن منسٹر صاحب!

وزیر آبکاری و محصولات اور تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! ایک تو یہ بات تھی کہ یونیورسٹی کے کچھ ملازمین جو strike پر تھے اور ان کو وائس چانسلر نے show cause notices دیئے تھے وہ ملازمین کورٹ میں گئے ہوئے ہیں اس لئے ایک تو یہ court matter ہے اس لئے اس پر ہم کوئی decision نہیں لے سکتے۔ دوسرا overall university کے حوالے سے معزز رکن نے فرمایا ہے اس پر جناب! اگر کوئی committee constitute کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ میں نے وائس چانسلر صاحب کو ایک دن بلایا تھا وہ کسی emergency meeting میں تھے اس لئے وہ یہاں پر تشریف نہیں لا سکے۔ انہوں نے مجھے in writing کچھ چیزیں بھجوائی ہیں۔ معزز رکن نے اس کے علاوہ بھی یونیورسٹی سے related کچھ باتیں کی ہیں اس لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ وزیر تعلیم ہیں، وہ آپ کے under ہیں اس میں کمیٹی کی تو کوئی ضرورت ہی نہیں ہے، آپ ان کو بلا کر ان سے بات کریں۔

وزیر آبکاری و محصولات اور تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب والا! خان صاحب جو matter کہہ رہے ہیں اگر وہ اس کو probe کروانا چاہتے ہیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، نہیں. This is no way آپ وزیر تعلیم ہیں آپ اس کو فوری طور پر probe کر کے ان کو بتائیں۔

وزیر آبکاری و محصولات اور تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): ٹھیک ہے۔

جناب اعجاز احمد خان: جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ آپ اس پر کمیٹی بنا دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: خان صاحب جب وزیر موصوف بیٹھے ہیں تو اس میں کمیٹی کی کیا ضرورت ہے؟ آپ خود ایوان میں قرار داد لاتے ہیں کہ وزراء کو پورے اختیارات دیں پھر ان کے اختیارات پر ڈاکا بھی ڈالتے ہیں، ان کا جو right ہے وہ تو ان کو دیں. This is no way. Thank you.

جناب اعجاز احمد خان: جناب والا!وزیر قانون بھی یہاں بیٹھے ہیں۔میں یہ گزارش کروں گا کہ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ایک تو میرا خیال ہے کہ Chair کا احترام پیش نظر ہونا چاہئے اور آپ نے ایک بات point out کی اس پر وزیر تعلیم نے اپنا point of view دیا اور اب Chair کا point of view یہ ہے کہ۔۔۔

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر!ابھی میاں مجتبٰی شجاع الرحمٰن صاحب نے جو بات کی ہے اس حوالے سے کمیٹی کی ضرورت اس لئے ہے کہ جو۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میری بات سنیں۔۔۔

جناب اعجاز احمد خان: جناب والا!میری بات تو سن لیں،اگر ہم اس House میں بات نہیں کریں گے تو کہاں کریں گے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: چلیں،پھر کریں۔ایوان کا وقت دس منٹ بڑھایا جاتا ہے۔

جناب اعجاز احمد خان: گزارش یہ ہے کہ میں اس House میں ان کے conduct پر بات کرنا نہیں چاہ رہا تھا کہ رجسٹرار صاحب اور وائس چانسلر صاحب نے یہاں پر آنے سے انکار کیا ہے۔ سپیکر کی ruling کے باوجود انہوں نے صرف in writing بھیج دیا ہے،یہ آسان اور عام معاملہ نہیں ہے۔وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اس معزز ایوان اور۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: خان صاحب!ایک منٹ آپ میری عرض سن لیں writ of the Government کس نے establish کرنی ہے؟ through Minister ہی establish ہونی ہے۔

حناب اعجاز احمد خان: جی، through Minister ہونی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہاں پر تو آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ اس کی writ establish ہی نہیں ہے۔ لاءمنسٹر صاحب آپ اس پر کچھ کہنا پسند کریں گے۔

وزیر قانون وپارلیمانی امور (راناثناءاللہ خان): نہیں،جناب سپیکر!اس میں کوئی ایسا معاملہ نہیں ہے ۔یہ جب چاہیں اور جس وقت چاہیں وائس چانسلر اور رجسٹرار معزز ایوان کی کوئی کمیٹی ہو یا کوئی اور

معاملہ ہو وہ بالکل یہاں پر آئیں گے انہی دنوں میں انہوں نے ایک معاملے کوexplain بھی کیا ہے۔ اس میں ملازمین کے حوالے سے تھوڑا سا معاملہ ہے۔ میں وزیر تعلیم سے یہ کہوں گا کہ وہ اسی ہفتے کے اندر ایک میٹنگ رکھ لیں اس میں جناب اعجاز احمد خان بھی بیٹھیں، باقی جو ہمارے لاہور کے ممبر ہیں وہ بھی بیٹھیں، رجسٹرار اور وائس چانسلر کو بھی بلائیں اور ان کے سامنے بیٹھ کر یہ سارا معاملہ discuss کریں اور اس معاملے کوresolve کریں۔ ویسے بھی جوSyndicate ہے میری سمجھ کے مطابق جس طرح صوبے میں ایک معزز ایوان کی ایک حیثیت ہے اسی طرح یونیورسٹی کاSyndicate، کیونکہ یونیورسٹی ایکSemi autonomous body ہے، حکومت اس میں اس طرح سے مداخلت نہیں کر سکتی جس طرح سے گورنمنٹ دوسرے محکموں میں کر سکتی ہے۔ Autonomy کے لحاظ سے جو Syndicate ہے وہ اتناpowerful ادارہ ہے کہ وہ کسی بھیissue پر جو چاہے فیصلہ کر سکتا ہے اور یونیورسٹی اس کے فیصلے کی پابند ہے۔ اس معززHouse کے غالباً دو یا تین معزز اراکین جن کا تعلق بھی لاہور سے ہے۔۔۔

جناب اعجاز احمد خان: جناب والا! ایک ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناءاللہ خان): اگر ایک ہے تو اس سلسلے میں ہم ترمیم بھی لا رہے ہیں جس میں یونیورسٹیوں میں معزز اراکین کی تین اور پانچ کیratio رکھی ہے۔ وہ یونیورسٹیاں جن کے ایکٹ کافی پرانے ہیں اور اس وقت اگر ان کی تعداد کم ہے تو ہم اس کو بھی بڑھا رہے ہیں۔ وہاں پر بھی وہ معزز رکن معاملہ اٹھا سکتے ہیں۔ بہر حال آپ بے شک اس پرruling دے دیں کہ ایک ہفتے کے اندر اندر وزیر تعلیم ایکmeeting hold کریں گے اور اس میں سارے دوست بھی بیٹھیں گے اور بیٹھ کر اس مسئلے کوresolve کریں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر تعلیم!

وزیر آبکاری و محصولات اور تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! رانا صاحب نے جو بات کی اس میں as a pro Chancellor Education Minister is entitled کہ وہ کسی بھی یونیورسٹی کے وائس چانسلر کوcall کر سکے۔ میں نے صرف عرض یہ کی تھی کہ میرے ساتھ اگر آپ

مزید ممبر رکھنا چاہتے ہیں تو مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں اکیلا بھی وائس چانسلر کو بلا کر وہ تمام چیزیں discuss کر سکتا ہوں کیونکہ complaint ان کی طرف سے اور کچھ دوسرے ممبران کی طرف سے آ رہی ہے۔ اگر آپ کہیں تو اس میں وہ ممبران جن کو complaints ہیں ان کو بھی اگر ہم بلا لیں تو بہتر ہو گا تاکہ یہ معاملہ ایک ہی دفعہ table پر بیٹھ کر resolve ہو جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں یہ سمجھتا ہوں کہ اسمبلی کے ممبران جو Syndicate کے ممبران ہیں ان کو بٹھائیں اس کے علاوہ جو concerned members ہیں ان کو بھی بٹھائیں اور فوری طور پر اسی ہفتے میں میٹنگ بلائیں۔ اس میٹنگ کے اندر ان کے جو grievances ہیں ان کو redress کر کے آپ اسمبلی سیکرٹریٹ کو بھی بتائیں۔ بہت شکریہ۔ جی، رانا ارشد صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں اس معزز ایوان کی وساطت سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اسمبلی کے دو سال پورے ہو گئے ہیں۔ سب سے بڑے صوبہ پنجاب نے ہم تمام ممبران کو mandate دیا ہے اور ہم سب اپنے ووٹروں کی بدولت اس معزز ایوان میں بیٹھے ہیں۔ میں یہاں پر آج ایک point raise کرنا چاہتا ہوں کہ دو سال پہلے on the floor of the House وزیراعظم پاکستان نے اپنے پہلے اجلاس میں طلباء یونین اور trade union پر پابندی اٹھانے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس ایوان کی وساطت سے ان کی خدمت میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے جو announcement کی تھی وہ اس پر عملدرآمد کروائیں کیونکہ پورے پاکستان کی طلباء برادری کو اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے ووٹ ڈالنے کا حق حاصل ہونا چاہئے۔ اٹھارہ سال کی عمر کا ووٹر اگر قومی الیکشن میں اپنا ووٹ ڈال سکتا ہے تو ان کو تعلیمی اداروں کے تقدس، اساتذہ کے احترام اور اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے بھی ووٹ ڈالنے کا حق حاصل ہونا چاہئے۔ اسی طرح مزدوروں کو بھی اپنی ٹریڈ یونین کے لئے ووٹ کا حق ملنا چاہئے کیونکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر ایک ریڑھی والا، ایک تانگے والا، ایک خاکروب اور عام آدمی اپنی یونین بنا سکتا ہے تو یہ حق طلباء کو اور مزدوروں کو بھی حاصل ہونا چاہئے۔ میں یہی point آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، رائے صاحب!

رائے محمد اسلم خان: جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس وقت وزیر مواصلات و تعمیرات تشریف تو نہیں رکھتے اور غالباً آج اجلاس بھی ختم ہو رہا ہے اس لئے آپ کی وساطت سے رانا ثناء اللہ خان سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ اس میں ذاتی دلچسپی لیں۔ فیصل آباد سے مانگٹانوالا تک پچھلی گورنمنٹ نے روڈ مکمل کی تھی یہ dual carriage way road ہے لیکن ابھی تک بچیکی میں نالہ ڈیک کا پل اور اس کے دونوں اطراف میں سو سو گز تک سڑک نہیں بنی۔ ہر روز وہاں پر گاڑیاں الٹتی ہیں، گاڑیاں پھنستی ہیں، road block ہوتا ہے اور اس کا سارا rush پھر شیخوپورہ لاہور روڈ پر پڑتا ہے۔ آج میں بھی اسمبلی کے اجلاس میں آنے سے پہلے اس روڈ پر پھنسا رہا ہوں۔ وزیر قانون بھی فیصل آباد سے ہیں اور سینئر منسٹر کا تعلق بھی فیصل آباد سے ہے اس لئے میں ان سے گزارش کروں گا کہ یہ اس میں ذاتی دلچسپی لیں اور اگر وہ پل estimate سے نکال دیا گیا ہے تو وہ بھی بتا دیا جائے تاکہ اس کا کوئی نیا حل نکل سکے اور اگر وہ estimate میں شامل بھی ہے تو پھر وہ پل کیوں نہیں بنایا جا رہا کیونکہ باقی portion مکمل ہو چکا ہے اس لئے وزیر قانون اس پر خصوصی توجہ دیں۔ وزیر قانون سے میری ایک اور گزارش بھی ہے کہ ہمارے دو بھائیوں حاجی اللہ رکھا صاحب اور نوید انجم صاحب کے ساتھ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ بات ہو چکی ہے۔

رائے محمد اسلم خان: بات ہو چکی ہے تو ٹھیک ہے۔ آپ اس House کے Custodian ہیں اگر یہی حال رہا اور ممبر اسمبلی ہونے کی ہی سزا ملتی رہی تو آہستہ آہستہ سب کی باری آجائے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رائے صاحب! آپ بے فکر رہیں۔ جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محترم رائے محمد اسلم خان کھرل صاحب نے جو انتہائی اہمیت کا معاملہ اٹھایا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اجلاس 35 دن تک چلا اگر یہ پہلے ختم ہو جاتا تو پھر یہ معاملہ نہ اٹھا سکتے۔ اگر یہ پہلے اٹھاتے تو میں اس کا جواب دینے کی پوزیشن میں بھی ہوتا، اب میرے نوٹس میں یہ بات لائے ہیں تو میں آج ہی معلوم کر کے انشاء اللہ تعالیٰ اگلے اجلاس میں انہیں بتاؤں گا اور اس پر اگلے ایک دو روز میں عملدرآمد کروائیں گے۔

جناب شیر علی خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ جناب شیر علی خان!

پانی کے معاملہ پر بحث کو ایجنڈے میں شامل نہ کرنا

جناب شیر علی خان: شکریہ۔ میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ دو دن قبل سید حسن مرتضیٰ صاحب کرسی صدارت پر متمکن تھے اور یہاں water issue پر debate ہو رہی تھی اور جو ممبران یہاں پر اس وقت موجود تھے کہا یہ گیا کہ ان کو اس پر بات کرنے کے لئے سوموار کو وقت دیا جائے گا۔ اس پر وہ بات کریں گے جو ممبران اس وقت موجود ہیں اور اس کی باقاعدہ ایک لسٹ تھی، اس کے بعد پانی کے issue کو اتنی اہمیت دی گئی کہ اس کو ایجنڈے سے بھی غائب کر دیا گیا۔ میری گزارش یہ ہے کہ پنجاب پانی کے issue پر بات کرنے سے کیوں شرماتا ہے؟ مجھے تو اس بات کی بھی سمجھ نہیں آتی میرے بھائی محسن لغاری صاحب نے اس دن اس پر بہت تفصیلی باتیں کیں۔ انہوں نے کافی facts and figures provide کئے اور اس پر بہت محنت کی لیکن جب کالا باغ ڈیم کا نام آیا تو انہوں نے کہا کہ reservoir بنایا جائے اس کا نام کچھ اور لیا جائے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہمیں ڈر کس بات کا ہے؟ بات صرف اتنی ہے اور اچھا وکیل صرف وہ ہوتا ہے جو اپنا کیس اچھا plead کرے۔ اگر اس کا کیس سنا جائے یا نہ سنا جائے، جج اس کے حق میں فیصلہ کرے یا اس کے خلاف فیصلہ کرے آپ بھی اس profession سے تعلق رکھتے ہیں اور وزیر قانون بھی یہاں تشریف فرما ہیں۔ پنجاب اپنا case present کرنے سے کیوں گھبراتا ہے؟ ہم کالا باغ ڈیم کا نام لینے سے کیوں کتراتے ہیں؟ میں جذبات سے ہٹ کر بات کرنا چاہتا ہوں۔ سندھ میں جب پانی کی بات ہوتی ہے تو پورا سندھ کا ایوان پنجاب اسمبلی کے خلاف Resolution پاس کرتا ہے۔ اس وقت کوئی بھی سندھی اٹھ کر نہیں کہتا کہ ہم اس کی مخالفت کریں گے، جب میں کہیں غلطی سے کالا باغ ڈیم کا نام لوں تو میرے کئی بھائی اعتراض شروع کر دیتے ہیں۔ آج تو دوست تھوڑے تشریف فرما ہیں اور میں اس پر ان کا شکر گزار ہوں کہ کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا۔ بہت سارے لوگوں کو تو کالا باغ ڈیم کا نام لینے پر اعتراض ہے۔ فرنٹیئر کی اسمبلی میں اس پر اعتراض کیا جائے تو ہمیں سمجھ آتی ہے، ہم bordering district جن کی فرنٹیئر سے

bordering ہے ہم ان کے اعتراضات سنتے رہتے ہیں اور ہم ان کی بات کو بھی سمجھتے ہیں۔ میں سب سے پہلے تو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پنجاب کو forcefully بات کرنی چاہئے اور میں جو یہ بات کہہ رہا ہوں 1991 کا جو Accord ہے، کالا باغ ڈیم پر تو میں نے بہت کام کیا ہے، میں اس site کے بھی بہت قریب رہتا ہوں اور میں نے وہ جگہ بھی کئی دفعہ دیکھی ہے وہاں پر پوری کالونی بنی ہوئی ہے۔ ہر کوئی بھاشا ڈیم ،بھاشا ڈیم کرتا ہے،۔میں on the floor of the House کہتا ہوں کہ بھاشا ڈیم دس سال میں نہیں بنے گا کیونکہ ابھی تک تو اس کی feasibility نہیں بنی اور اس کی کوئی سڑک نہیں بنی۔وہاں بھاشا ڈیم کی site پر کوئی سیمنٹ کا ایک توڑا لے جا کر مجھے دکھا دے، یہ کہتے ہیں کہ ہم بھاشا ڈیم بنائیں گے۔میں کہتا ہوں کہ بھاشا ڈیم نہیں بنے گا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: House کا ٹائم دس منٹ مزید بڑھایا جاتا ہے۔

جناب شیر علی خان: آپ آج کالا باغ ڈیم کی اجازت دیں تو کل اس پر کام شروع ہو سکتا ہے کیونکہ کسی project کو شروع کرنے کی جتنی بھی requirements ہوتی ہیں وہ تمام کالا باغ ڈیم کے پراجیکٹ میں meet کی جا چکی ہیں۔ یہ 1991 کا Water Accord جس پر ہم ساری باتیں base کرتے ہیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیر علی صاحب!

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! مجھے صرف یہ پڑھ لینے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پہلے میری عرض سن لیں پھر میں آپ کو ضرور پڑھنے دوں گا۔میں صرف یہ کہتا ہوں کہ جیسے لاء منسٹر صاحب نے بتایا ہے کہ آج بھی اسلام آباد میں اس پر میٹنگز ہو رہی ہیں۔

جناب شیر علی خان: جناب والا! کالا باغ ڈیم کی بات کون کر رہا ہے؟ میں کالا باغ ڈیم کی بات نہیں کر رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! یہی تو misconceptions ہیں Nobody is watched to talk about Kala Bagh Dam.

جناب ڈپٹی سپیکر: ہم آپ کے ساتھ ہیں۔

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! اس پر کوئی بھی بات نہیں کرتا اور اس پر ہمیشہ اعتراض ہوتا ہے۔
جناب ڈپٹی سپیکر: جی، آپ پڑھیں۔

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! اس کے آرٹیکل 6 میں یہ لکھا ہے کہ:

The need for storages wherever feasible on Indus and other rivers was 10 million acre feet which was discussed at length admitted and recognized by the participants for planned future agricultural development.

جب یہ Accord ہوا تھا تو اس وقت پاکستان کے پاس 104 ملین ایکڑ فٹ پانی تھا۔ یہ 114 ملین ایکڑ فٹ پانی کی distribution ہے لیکن 10 ملین ایکڑ فٹ پانی کے لئے 1991 میں storage بنانا تھا لیکن آج 2010 میں بھی وہ storage نہیں ہے۔ ہمارے پاس 114 ملین ایکڑ فٹ پانی نہیں ہے۔۔۔
وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!۔۔۔
جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! شیر علی صاحب بڑی important بات فرما رہے ہیں لیکن اگر انہوں نے کالا باغ ڈیم پر specifically بات کرنی ہے تو پھر یہ اس پر تحریک التوائے کار لے کر آئیں، اس میں اپنی پارٹی کا مؤقف لے کر آئیں۔ اس بات سے کس کو انکار ہے کہ کالا باغ ڈیم کی افادیت کتنی زیادہ ہے بلکہ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ نہ صرف پنجاب بلکہ دوسرے صوبوں کے لئے بھی اس کی افادیت بہت زیادہ ہے لیکن اس بات میں کسی کو کوئی شبہ ہے کہ جب اس کو بنانے کی کوشش کی گئی تو تینوں صوبوں میں کیا reaction ہوا اور کس حد تک بات پہنچی اور پھر اس وقت کی حکومت کو کہاں پر جا کر retreat کرنا پڑا؟ لہذا یہ بات پوائنٹ آف آرڈر پر کرنے والی نہیں ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں تو اس پر باقاعدہ ایک تحریک التوائے کار لائیں اور اپنی پارٹی کا مؤقف لائیں پھر اس کے

بعد ہم بھی آپ کو اس کا جواب دیں گے۔اگر آپ اگلے اجلاس میں اس کے لئے باقاعدہ ایک دن رکھنا چاہتے ہیں تو میں اس کے لئے تیار ہوں لیکن اس کو صرف پوائنٹ آف آرڈر میں نہ اڑائیں بلکہ اس پر اپنا ایک specific مؤقف لے کر آئیں اس طرح سے یہ مناسب نہیں ہے۔

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! انشاءاللہ میں اس پر تحریک التوائے کار لے کر آؤں گا۔اگر اس دن پانی پر بحث ہوتی تو میں یہ باتیں اس وقت بھی کر دیتا۔میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ ہر کوئی 1991 کا Accord quote کرتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کی بات سو فیصد درست ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس وقت پانی ایک بہت بڑا مسئلہ ہے چاہے وہ دریاؤں کا پانی بند ہونے کا ہے یا ڈیموں کی صورت میں ہے تو جیسے لاء منسٹر صاحب فرما رہے ہیں آپ اس پر کوئی تحریک التوئے کار لے کر آئیں اور اس پر بحث کے لئے باقاعدہ ایک دن رکھیں گے۔ آپ move کریں تو اس پر ہم بات کریں گے۔

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! مجھے اپنی بات conclude کر لینے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، conclude کر لیں۔

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! میں یہ بھی نہیں پڑھتا بلکہ صرف ایک بات کہوں گا کہ یہ shyness ختم کرنا ہو گی۔We are shying away from this issue میری گزارش ہے کہ ہمیں اس سے shy away نہیں ہونا چاہئے۔ اگر لاہور باقی پنجاب کو اسی طرح treat کرتا رہا تو میں نے پہلے بھی کہا ہے اور اب بھی کہتا ہوں کہ پنجاب تقسیم ہو گا اور پنجاب میں سے اور صوبے بنیں گے۔ہمارے علاقوں میں جو احساس محرومی پائی جاتی ہے وہ بہت شدت سے زیادہ ہوتی جا رہی ہے۔جب ہماری فصلوں کے پانی کا فیصلہ لاہور میں بیٹھ کر ایک بیوروکریٹ کر دے تو یہ بہت بڑی زیادتی ہے۔میرا یہ احتجاج ہے کہ اگر ہمیں اس پر بات بھی نہیں کرنے دی جائے گی تو پھر انشاءاللہ اس پر تحریک چلے گی۔شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ

جناب خالد جاوید اصغر گھرال: جناب سپیکر! لاء منسٹر صاحب نے فرمایا ہے کہ کالا باغ ڈیم پر تحریک التوائے کار دے دی جائے۔میں اسی اجلاس میں کالا باغ ڈیم پر تحریک التوائے کار لے کر آیا تھا لیکن

بغیر کسی وجہ کے اسے اڑا دیا گیا ہے۔شاید اسمبلی سیکرٹریٹ کو ایسی ہدایات ہیں کہ اس issue کو لے کر نہیں آنا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں۔گھرال صاحب! آپ کس طرح کھڑے ہو کر کہتے ہیں کہ اسمبلی سیکرٹریٹ کو یہ ہدایت ہے؟ کوئی ہدایت نہیں ہے۔جب لاء منسٹر صاحب نے on the floor of the House کہا ہے کہ آپ اس پر تحریک التوائے کار لے کر آئیں تو اس کو دیکھ لیں گے۔بہت شکریہ

جناب خالد جاوید اصغر گھرال: جناب سپیکر! پھر اسے کیسے نکال دیا گیا ہے؟ اگر آپ اجازت دیں تو میں ابھی اس پر بات کر لوں۔

اجلاس کے اختتام کا اعلامیہ

جناب ڈپٹی سپیکر: اس پر کوئی debate نہیں ہو رہی۔آپ تشریف رکھیں۔اب آج کے اجلاس کا ایجنڈا مکمل ہو گیا ہے۔گورنر پنجاب کی جانب سے درج ذیل آرڈر موصول ہوا ہے۔

No.PAP-Legis-1(75)/2010/177. Dated 23rd February, 2010. The following Order, made by the Governor of the Punjab, is hereby published for general information:

> In exercise of the powers conferred on me under Article 109 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, **I, Salmaan Taseer**, Governor of the Punjab hereby prorogue the Provincial Assembly of the Punjab with effect from 23rd February, 2010 (Tuesday) on the conclusion of the sitting on that day.

Dated Lahore, the
22nd February, 2010

SALMAAN TASEER
GOVERNOR OF THE PUNJAB"